ان الدین عند الله الاسلام

الحمد لله والمنة کہ جدید علم کلام کی کتاب نایاب مستطاب مقبول خاص و عام

یعنے

سائنس اور اسلام

جسکو

حسب الارشاد حضرت مولانا و مقتدانا جناب حاجی حافظ قاری مولوی شاہ

محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ الله العالی بنابر افادہ اہل اسلام حضرت مولانا سید

محمد اسحاق علی صاحب مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور نے علامہ حسین آفندی

الجسر طرابلسی کی کتاب حمیدیہ سے ترجمہ کیا ذیقعدہ [illegible] حج

خاکسار امیر احمد تھانوی مینیجر مطبع کی حسن سعی اور اہتمام سے

مطبع [illegible] دہلی میں چھپے

قیمت علاوہ محصول عار اور کاغذ سپید [illegible]

باراول ایک ہزار جلد

فہرست مضامین سائنس اور اسلام

[illegible]

التماس مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

آجکل کا زمانہ بھی عجب زمانہ ہے کہنے کو تو کونسی شے ہے جسمیں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں متقدمین کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ گذری ہونگی وہ آجکل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جو شاخ لیجیے اُسکی تحقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئے گا صنعت میں وہ وہ ایجادیں ہوئیں کہ جنسے عقل دنگ رہجاتی ہے صناعان چین کی صناعیاں جو کسی زمانہ میں ضرب المثل تھیں اب گرد نظر آتی ہیں علم الافلاک کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذریگا جو قدماء کے خزانہ میں موجود نہ تھا خلاصہ یہ کہ ہر شے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو جسقدر اور علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اُسی قدر اخلاقی اور مذہبی پہلو انحطاط کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنٹفک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے ہیں لیکن اخلاقی جرائم کا جس قدر یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اُسکی نظیر مشکل سے ملیگی جسکا ادنے ثبوت یہ ہے کہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کرنے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں اسکو بھی جانے دیجیے شراب خواری کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی برائیوں کی جڑ کہنا کچھ مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو ام الخبائث کا لقب دیا گیا ہے خلاصہ یہ کہ نئی تہذیب کا جسقدر زیادہ حصہ کسی ملک نے لیا ہے اُسی قدر اُسمیں اخلاقی برائیاں زیادہ شایع ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنھوں نے تہذیب اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے۔ بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جنکو عہد عتیق و عہد جدید کے موافق عیسائی کہا جا سکے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد ملیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ اُنکے خیالات میں شامل پائینگے سائنس کے مقابلہ میں موجودہ مذاہب میں سے بہتیرے تو ٹھہر ہی نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہوگا یا وہ مذہب جسمیں اسی کی قریب قریب باتیں مانی جاتی ہیں بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہم پہلو ہو کر چل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا خراب اثر

جتنا کہ دیگر مذاہب پر پڑا اسقدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور جسقدر کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اسکی صرف یہ وجہ ہوئی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کائنات اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا انمیں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوے جو اپنے مذہب سے بالکل ناواقف تھے یا وہ اسقدر واقفیت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو لے چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بلا میں پھنسکر عجب مخمصہ میں گرفتار ہوگئے بعضوں نے تو یہ کہکر اپنا جی سمجھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعضوں نے اپنے سچے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اسقدر حد سے زیادہ وقعت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ مسلم الثبوت مسائل جو بانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آجتک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے انکا انکار کر دیا۔ اور اسکا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر انہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا ورنہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ انکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو بیدھڑک اسپر ایمان لے آتے پس اسی وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھا سکے چنانچہ خدا تعالےٰ نے اسکا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افندی الجسر طرابلسی کو ایک ایسی عربی کتاب جسکا نام حمیدیہ ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق بالکل سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوتے تھے قریب قریب ان سب کا علوم جدیدہ کے موافق شافی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدانا و مولانا جناب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی اصلاح دل سے مد نظر تھی آپنے اس عاجز کو اسکے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ ہیچمدان اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے "الامر فوق الادب" خدا پر بھروسہ کرکے اس پر آمادہ ہوگیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر تصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل بشارات کا اس کتاب میں تھا اسکو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحم الٰہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور انکی رائے سے انکی کتاب براہین رحمیہ سے بعض حواشی مفیدہ بھی چڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کامل دستگاہ حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب براہین رحمیہ بھی اپنی آپ نظیر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اختتام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی دقت اٹھائی ہوگی وہ اندازہ کرسکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہونگی خصوصاً جبکہ اسکا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور بامحاورہ رہے اور مصنف کا اصل مطلب بھی فوت نہونے پاوے عاجز نے اپنے مقدور بھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے الانسان مرکب من الخطاء والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً مجھ ایسے کم استعداد طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھکر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنےٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرنیکے لیے کوشش کی ہے مسامحات سے قطع نظر کرکے اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصلی مقصود کا لحاظ رکھینگے

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت اسکی بابت کوئی نیک مشورہ دینگے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انشاءاللہ آیندہ اسکا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تعلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا ملتجی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے اسمیں بہتیری فلسفہ جدیدہ کی دلچسپ بحثیں نظر سے گذریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاش اس کتاب کا ترجمہ کوئی بھی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت ہوتا مجھ میں تو اسقدر قابلیت نہیں کہ میں اسکا ترجمہ ایسی انگریزی میں کرسکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہوسکے ورنہ میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گریجویٹ بھائیوں میں سے کوئی صاحب اس بات پر کمر ہمت باندھیں گے اور موجودہ اور آیندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید اسحٰق علی عفی عنہ

مدرسہ جامع العلوم کانپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی ونقلی حسین بن محمد الجسر طرابلسی مؤلف رسالہ حمیدیہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف[۵] اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونو امر چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے اسلیے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ شروع کیا گیا ناظرین معاف فرماویں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتدائے پیدایش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف ومشہور ہے۔ نہ کبھی اُسنے کوئی جعلسازی کی نہ کبھی ناحق حیلہ بازی اُس سے دیکھی گئی اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخواندہ محض ہے کچھ لکھا پڑھا نہیں تو پھر بھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کبھی اُسنے شاہی قوانین اور قاعدے ہی بنانے کی مشقت اُٹھائی جنہیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے۔ پس کھڑے ہو کر اُس شخص نے باواز بلند سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اُسنے کہا کہ اے لوگو اُسن لو کہ میں تمھارے پاس تمھارے بادشاہ کی طرف سے سفیر بنکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اُسکا پیغام تمھیں پہنچا دوں اور اُسکے اُن قوانین کی جنھیں اُسنے تمھارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے بخوبی تشریح کردوں۔ اُسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور اُنکے مضمون کے موافق عملدرآمد کرو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اُسنے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمھارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور اُنھوں نے اُس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمھیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ اُن پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں اُنھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ اُنکے مناسب تھا وہ گذر گیا اب تمھارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اُسنے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اُسکا یہ بھی حکم ہے کہ اُن رسموں کو ترک کردو جو تمنے اپنے آبا واجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اُسنے اُنکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور سچ پوچھو تو وہ ہیں ہی بُری رسمیں اور قبیح عادتیں جنسے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور نہیں تمھارا سراسر ضرر ہی ضرر ہے اور اُنہیں سے بہتیری رسمیں تو ایسی ہیں جنسے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اُسکی ضعیف رعیت پر ظلم پس بادشاہ کا حکم سمجھکر میری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کر لو تاکہ تمھیں بتا دوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ یہ سُنکر سب لوگوں نے اُسے جواب دیا اور اُس سے کہنے لگے کہ اے مقام عظیم اور منصب عالی کے دعویدار۔ ذرا ٹھیر! تو نے تو اپنے اس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جسپر چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم

ع۵ وجہ تالیف کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی انگریز نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں تطبیق دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی تحقیق کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ اُسکی تحقیقات ناکافی تھی۔ اور اسیوجہ سے اطمینان بخش بھی نہو سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وجہ تسمیہ تو خود رسالہ حمیدیہ کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ سلطان معظم سلطان عبد الحمید خاں لا زالت ایام دولتہ الباہرہ وسلطنتہ القاہرہ کے اسم مبارک کیطرف منسوب ہے ۱۲ مترجم

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اُس سے نفرت کرتی ہیں عقلیں منقبض ہوتی ہیں اور ہماری فکریں اسکے تحمل کے خیال سے مضطرب ہوئی
جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات متحقق ہوجائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہمپر بکثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی
بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اُسکا حکم کرتا ہے اور اُسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اُسوقت تو
سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجایش نہ رہیگی۔ اور تیری بات ماننا تیری سفارت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر متوجہ
ہوجانا ہمیں ضروری ہوجائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہمپر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسکی ہمپر
زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جسمیں ہماری
سراسر ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کہ تیرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی برہان کوئی دلیل بھی ہے؟
جو ہمیں تیرے سامنے پست ہوجانے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کردے تو اُس شخص نے کہا کہ ہاں اے عقلمندو ہے
اور بھلا عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کرلے؟ لو دیکھو بادشاہ
کے خط کا۔ بادشاہ کی مہر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے اسمیں وہ کہتا ہے کہ فلاں
شخص یعنے میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفات سے آراستہ جو معاینہ کرنے کے وقت اُسمیں ظاہر ہیں جو کچھ میری طرف
سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمھارے پاس اُسے سفیر بناکر بھیجا ہے تاکہ اُن قوانین کی تمھارے لیے تشریح
کردے جنھیں میں نے تمھارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اُسکے حکموں کی تعمیل کرو اور اُسکے منہیات سے بچتے رہو۔ تو اُن لوگوں
نے کہا کہ اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلجائے اور ہمارا شبہ مٹجائے
پس اُسوقت اُسنے وہ فرمان نکالا اور اُسکے سامنے ڈالدیا اور ہر ادنے اور اعلےٰ اُسمیں غور کرنیکے لیے جمع ہوگئے اور سب کے سب نے
اسمیں غور کیا اُسکو پڑھا اُسکے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اُسکے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف یہی فرمان نکلا
کہ یہ شخص میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آراستہ جو اُسمیں ظاہر ہیں تمھارے پاس میرا سفیر بنکر آتا ہے اور
جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمھیں پہنچائے سب میں سچا ہے اُسکے حکموں کو مانو اور اُسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین
میں نے تمھارے لیے جاری کیے ہیں اُس سے سیکھو اسی طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں
کام میرے سپرد کیے ہیں اُسمیں اول سے آخر تک سب کے سب نکلے اور چونکہ وہ سب لوگ قوت ادراک اور طرق استدلال
کی شناخت میں متفاوت تھے اسلیے کئی فرقوں میں منقسم ہوگئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا علم شخص واحد کے پاس نہیں
مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو کما حقہ پہچانتے تھے اور اُسمیں
دھوکا نہ کھا سکتے تھے اور اسکا بھی اُنھیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کرسکتا پس جب اُنھوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے
یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے اسلیے ہو نہو بلا شبہ یہ اُسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے لو ہمنے تو جو کچھ اُسمیں ہے پورے
طور سے اُسکا یقین کرلیا اور اس شخص کے دعوے میں اُسکی تصدیق کرلی۔
اور اُنمیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مہر پورے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی اُنہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں
کرسکتا پس جونہیں اُنھوں نے اُس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اُٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ ہی کی مہر ہے اسمیں کسی طرح کا حیلہ

نہیں ہو سکتا پس ہمنے بھی اِس شخص کی بلاچون وچرا تصدیق کرلی۔

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشاپردازی اسکے شاہی طرزِ تحریر اور سلطانی خطابات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت سے اور لوگ عاجزِ محض ہیں پس وہ لوگ کہنے لگے کہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اِس فرمان کا طرزِ تحریر ہمارے بادشاہی کا طرزِ تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز اُسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اُسی کا ساخطاب ہے جسکو ہمنے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بارہا دیکھا ہے اسلیے ہمنے بھی اِس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کرلی۔

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن اُنھیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے پاس قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے مالداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اِس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے سچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانۂ خاص کی فلاں فلاں نادر اشیاء بادشاہ کے پاس سے لاکر حاضر کردے تو اُسنے اُنھیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ اُنھوں نے مانگا تھا اُسنے لاکر حاضر کردیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور اُنہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ بادشاہ کی اجازت اور ارادہ کے بغیر اُن نادر اشیاء کا حاضر کردینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ اسکے خزانوں میں محفوظ ہیں پس اسوقت اِس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کرلی۔

اور اُن میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گذشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین اُنکے ساتھ کردیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور اُنھوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے والے دلائل قایم کرکے یہ امر مدلل کردیا تھا کہ اُنہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اِس بات کو ٹھان چکا ہے کہ ہمارے اِس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجیگا اور ایسے قوانین اُسکے ساتھ کردے گا جو تمھارے حالات کی اصلاح کے پورے کفیل ہوں گے اور جس زمانہ میں اُسنے بھیجیگا اُسکے مناسب اور اُسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس سفیر میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہمیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر دو شخصوں میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی پس اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ کے پاس سے اُسے ملا ہے اُسمیں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیرانِ گذشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اِس شخص میں ان سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں پائی گئیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے کھٹکے اسکے دعوے کو الٹ کریں گے پس یہ کہکر جب اُنھوں نے اُن قوانین میں تامل کیا جنکی نسبت اُسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہیں تو اُسے سفیرانِ گذشتہ کی خبر کے سراسر موافق پایا اور جب اُن سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناوٹ کے کھلم کھلا اُسمیں نظر آئیں پس جب اُنھوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلیا تو اُسوقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق بنگئے اور اُنھوں نے بھی کامل طور پر اُسکی پیروی اختیار کرلی۔

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اِس شخص کے امر ونواہی میں ہم غور کریں اور اُن قوانین کو سوچیں جنکے بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کرے جنکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے ہیں

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو اُسکی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اُسکے لائے ہوئے قوانین کو بھی ہم اُنھیں قوانین کی طرح جنکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا متکفل اور لوگوں سے مشقت کی خرابیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصًا جب کہ ہم یہ بات دیکھ لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اُسکے مقاصد کا مآل کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے پس جب یہ کہکر اُنھوں نے اُسکے احکام میں نظر کی تو اُنھیں اُن احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے موافق سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح اُسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کامیابی اور رفع فساد کا پورا متکفل دیکھا اور اُسکے تمام اوامر و نواہی میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اُسی کی ذات کے ساتھ خاص ہوتا بلکہ اُسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں کہ جنسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اُسمیں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کریں اور حقیقت میں اُس شکر کا نفع آخر کار اُنہیں کو ملنے والا ہے پس اسوقت تو اُن لوگوں نے اُس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا اور اُسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

ساتواں فرقہ کافی مدت تک انتظار کرنیکے بعد بھی بادشاہ کیجانب سے اُسکے خلاف کوئی کارروائی نہ دیکھکر تصدیق کرنا

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن جن باتوں کا یہ دعوے کرتا ہے اور جو جو قوانین یہ شائع کر رہا ہے اور آیندہ شاہی رعایا کے لیے جو کچھ جاری کرنیکا یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اُسے اطلاع نہ ہو کیونکہ یہ بات تو کیا عام اور کیا خاص سب میں شایع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو دور و دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعوے صحیح ہوگا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال رکھیگا اور کسی ایسے کو نہ بھیجیگا جو اسکی بیانی غلط ظاہر کرکے اسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اسکے ساتھیوں کے گرفتار کرلے اور ان سب کو سخت سزا دے اور اگر یہ جھوٹا ہوگا اور بادشاہ پر اُسکے خط کا۔ اُسکی مُہر کا جعل باندھا ہوگا اور اُسکی رعیت کو اپنی خواہشوں کا کھیل بنا رکھا ہوگا تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پاتے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجیگا جو اُسکی تکذیب کرے اور اسکو مع اُسکے ساتھیوں کے گرفتار کرلے اور ان سب کو بڑی عبرتناک سزا دے۔ اسلیے کہ ایسا جعل اور ایسی افترا پردازی ہمارے دانا اور عاقل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے۔ ممکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ معاف کرے یا تساہل اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچکر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اُسکی خبر معلوم ہو جائے اور اتنا زمانہ گذر گیا کہ کسی طرح اُتنے زمانہ تک بادشاہ سے اس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور باوجود اسکے بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اس شخص کی تکذیب کرتا اور اسکو اُسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کرلیتا اور اُنکو سزا دیتا اور لوگوں کو اُسکے شائع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ روز بروز اسکے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتًا فوقتًا اسکی حالت میں ترقی ہوتی رہی جب اُن لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو اُنھوں نے بھی اس شخص کی تصدیق کر لی اور اُسکے پورے پورے پیرو بن گئے۔

آٹھواں فرقہ گزشتہ فرقوں کی اجتماعی طور پر تصدیق کرنیکی ایک مستقل دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال کرنا

اور اُنہیں سے ایک فرقہ کی سمجھ میں یا یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن اُنھوں نے اس شخص کی اور اُسکے ساتھیوں کی حالت میں غور کرنا شروع کیا اور اُن دلیلوں کو سوچنے لگے جنکی وجہ سے یہ سارے فرقے اُس شخص کی اطاعت پر کمربستہ ہو گئے تھے

پس وہ کہنے لگے یہ سب لوگ تو بڑے دانشمند ہیں نہ معلوم انھوں نے محض اس شخص کی تصدیق کے پیچھے اپنی آبائی رسمیں
اور قدیم شاہی قوانین کیوں چھوڑ دیے بیشک یہ بڑا مشکل امر ہے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر پہلے بادشاہ کے قانون کا
چھوڑنا اسکی مرضی کے خلاف پڑا تو انپر بڑی مصیبت نازل ہو جائے گی ہو نہو یہی بات ہے کہ اس شخص کی راستی کی دلیلیں
اُنھیں خاطر خواہ معلوم ہوگئی ہیں جنپر یہ بھروسا کر بیٹھے ہیں ورنہ اُنھیں کیا ہوا تھا جو اپنی عادتوں کو چھوڑتے اور ایسی جرأت
کرکے ناحق خطرہ میں پڑتے اور اُنکی عقلیں اُنھیں اسکی اجازت دیتیں پس بیشک اس شخص کی راستی پر ان سب کا اتفاق کرلینا
اُسکی سچائی کی کافی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ ساری دلیلوں کا جمع ہو جانا اور ان سب کا اتفاق کرلینا اتفاقی بات ہے عقل میں
کسی طرح نہیں آتا اور اسکا کوئی سمجھ دار قائل نہیں ہو سکتا اسلیے ہمارے نزدیک تو اس شخص کی راست بازی پورے طور سے
ثابت ہوگئی اور ہمنے اسکی تصدیق کرلی اور بلاتردد اسکی سفارت کا اقرار کرکے اسکے مطیع بنگئے اور اُنمیں سے ایک فرقہ اپنے
دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہوا تھا اور لذتوں میں ایسا مستغرق تھا کہ اُنھیں اسکی خبر ہی نہ تھی کہ لوگوں کا کوئی بادشاہ بھی ہے
اور اُسکو پورا غلبہ حاصل ہے اور انصاف کو مدنظر رکھکر اُنکے ساتھ جو معاملہ چاہے کرسکتا ہے اور چونکہ اُسکے لوگ دل و جان
سے مطیع ہوتے ہیں اسلیے اگر وہ چاہے تو بہت کچھ مال بھی جمع کرسکتا ہے اور اُنکی قوتوں کو یکجائی طور پر کام میں لاسکتا ہے
پس اسوجہ سے اُسکی کوئی برابری نہیں کرسکتا اور اپنی غفلت سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ لوگوں کے کاروبار یونہیں چل رہے
ہیں اور سارے قانون اور قاعدے اُنکے ہاتھوں میں ہیں کسی بادشاہ یا حاکم کا کوئی انتظام نہیں ہے بلکہ اُنکا یہانتک گمان
تھا کہ یہ سب معاملات بطور عادت کے زمانہ کی گردش کے موافق جاری ہیں گویا کہ یہ ایک قدرتی قانون بنگیا ہے جسکے خلاف
ہو ہی نہیں سکتا پس وہ اسی قابل تھے کہ انھیں شاہی سفیروں اور سلطانی قوانین اور اختیارات کی اطلاع نہو لیکن جب اُنھوں
نے اس شخص کا علی الاعلان دعوے سنا اور لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو اُسے جھٹلاتے تھے پھر اُس سے گفتگو کرکے اُسکے پیرو
بنگئے تب تو یہ لوگ چونکے اور اُنکے کان کھڑے ہوے اور کہنے لگے کہ اس بات کا تحقیق کرنا نہایت ضروری ہے اگر فی الواقع
لوگوں کا کوئی بادشاہ ہوا جو اُنپر حاکم ہے اور اُسی نے اس شخص کو بھیجا ہے تاکہ ہم اُسکا کہا مانیں اور پھر بھی ہم غفلت میں
پڑے رہیں اور اُسکی بات نہ سنیں تو بیشک ہمارا بُرا انجام ہوگا کیونکہ یہ شخص ضرور ہماری بے پروائی کی خبر پہنچا دیگا اور پھر وہ بادشاہ
ہماری ایک نہ سنے گا اور بڑی سخت سزا دیگا اسلیے ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسکے دعوے اور اُن لوگوں کی حالتوں
میں غور کریں جو پہلے اسکے مخالف تھے اور پھر اسکے ساتھی بنگئے کیا عجب کہ ہمیں حقیقت حال کا پتہ چلجاوے پھر اگر وہ سچا
ہوگا تو مان لینگے ورنہ اُسکی کھلم کھلا تکذیب کرینگے یہ کہکر وہ سوچنے لگے اور بڑی غور و فکر کے بعد اُنھوں نے نتیجہ نکالا جسکا
خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم بادشاہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمکو اُسکے خط یا مہر یا اُسکی طرز تحریر کی خبر ہے اور نہ اُسکے قانون سے ہم آگاہ
ہیں جن سے اس شخص کے قانون کا مقابلہ کریں اور نہ پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں ہی ہمیں معلوم ہیں تو کیا ہم اس
سے بھی گذر گئے کہ ان تمام لوگوں کی شہادت پر اعتبار کرلیں جنھوں نے کہ ان سب باتوں کی تحقیق کرکے اُسکی پیروی اختیار
کرلی ہے لہذا ہمارے لیے اس شخص کی راستی پر اتنے دانشمندوں کا اتفاق کرلینا اور بلاتردد تمام دلیلوں کا یقین کرلینا اور
اپنی آبائی رسموں کو چھوڑ بیٹھنا کافی دلیل ہے کیونکہ یہ سب باتیں اتفاقی نہیں ہوسکتیں اور نہ یہ کاہلی یا اور کسی غرض سے

نواں فرقہ جسکو دنیا میں مستغرق ہونیکی وجہ سے بادشاہ اور اسکے قوانین کی خبر نہ تھی تمام سابق الذکر فرقوں کے اجتماعی طور پر تصدیق کرنے سے متنبہ ہوکر اُسکی سفارت کی تصدیق کرنا ۱۲

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور اتنے لوگوں کی شہادت بہی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے
لائے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال نہ کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ
اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پائے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے چاہے
تصرف کرسکے اسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کردینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص
ضرور ہے جسمیں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور ہو نہو اسی نے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس
بھیجا ہے بس ان سب باتوں پہ اعتماد کرکے ہمنے تو یقین کرلیا کہ لوگوں کا ضرور کوئی بادشاہ ہے جسنے اس شخص کو ہمارے
پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اسکے پورے پورے پیرو ہونگے۔ اب اور سنیئے ان سب فرقوں میں چند متکبر اور اپنی آبائی رسموں پر جان
دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہمنے اس شخص کے دعوے کو مان لیا
تو اس سے دبکر رہنا پڑے گا اور یہ ہمپر حکومت کریگا یہ سوچکر بظاہر تکذیب ہی کرتے رہے اگرچہ انکے دل اسکی تصدیق کے مضمون
سے پر تھے اور انکی خواہشوں نے انکی عقلوں سے بازی جیت لی اور انکو شاہی انتقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہو
ایسے بہتیرے احمق ہائیں گے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور غیرت کے مارے حق سے آنکھیں بند کرکے ناحق باتوں
کی حمایت کرنے لگجاتے ہیں پھر آخر کار انہیں پشیمان ہونا پڑتا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے عناد
کے مارے ان دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی مہمل اور ساقط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی
کبھی دہوکے بازیوں سے کام نکالنا چاہا اور وہ ایسی ایسی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عامی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے
اسی کو لیجئے کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل انکی خاطر سے مان بھی لیجاوے تو عقل سلیم اور آزاد طبیعت اسے کیوں ماننے لگی
کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہوگئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو کیسے صحیح دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دہوکا
دیکر اپنی راستبازی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ بہتیری دلیلیں اسکے اختیار سے باہر تھیں نہ اسنے انھیں
قایم کیا نہ انکے جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور و فکر کرنے سے خود ہی معلوم ہوگئیں نہیں علامتوں کو دیکھیے جو پہلے سفیر بیان کرگئے
تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے میں کیونکر پیدا کرلیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک اترتیں۔ خوبی تو یہ ہے
کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہوجاتی ہیں تو انکا کچھ اور ہی اثر ہوجاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہوتی
اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور معقولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کثیر کی شہادت سے جو بات
ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہوجائیں تو اسمیں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا اور ایک دو دلیلوں
سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کرلی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں
کیسے آنے لگیں کہ سلطانی مہر کی نقل بھی اتارنا اسے آسان ہوگیا شاہی طرز تحریر بھی اسنے سیکھ لیا اسکے قوانین بھی شاہی قوانین
کے موافق ہوگئے اور اسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی
ہوئی علامتیں بھی اسمیں سب آپ سے آپ جمع ہوگئیں اور اسکا حال گو زمانہ بھر میں شایع ہوگیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی
مدت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اسکو سزا دینے اور اسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا اسلیے حق تو یہ ہے کہ ان

واہی تباہی تاویلوں کا وہی قائل ہوگا جو اپنی بڑائی مارنے پر تلا بیٹھا ہو۔ اور اِن سب باتوں کے اتفاقی طور پر جمع ہونے کا وہی اعتقاد
کرے گا جسے تعصب نے اندھا بنا دیا ہو ایسا آدمی گفتگو کے لایق نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور اُن لوگوں میں
ایک ایسا بیفکر اگر وہ بھی تھا جسنے اِس شخص کے صدق و کذب کے بارہ میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات اُنھوں نے
یہ کی کہ وہ اپنی آبائی رسموں پر ماندہوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو اِن رسموں کو نہ چھوڑیں گے اور جب اُن سے کوئی
یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اُسکی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تمسے انتقام نہ لے ذرا اِس سے تو ڈرو تو
اُنکا یہ جاہلانہ جواب ہوتا تھا کہ اجی وہ تو جھوٹا ہے ہم اُسکی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر اُنکی بے عقلی اور نافہمی نہیں تھی
تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے پر بھی کیا بادشاہ ظالم قرار دیا جا سکتا ہے ؟ تم جو چاہو کہو ہم تو قسمیہ کہہ سکتے
ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اُس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بیچارے تو اِس سفیر کے نہ ماننے میں معذور ہیں کیا کریں اُنکو
اُسکی راستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملی تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارہ میں بے شعور ہوتے
اور اُسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور انکی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار میں
نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور ارادوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی
کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جنسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اُس شخص کے صدق اور کذب دریافت
کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جیسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اغراض ثابت
کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی اِن قوتوں کو اِس شخص کے بارہ میں برتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور
نہیں ٹھیر سکتے بلکہ اُنھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کاہلی کی اور اِسی وجہ سے اُنکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور اُنھوں نے
اُسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اُنسے ضرور انتقام لوں گا پھر اِس سفیر کے اتنے آدمی مطیع
ہو گئے تب بھی وہ ہمیشہ اِسی فکر میں لگا رہا اور سعی بلیغ کرتا رہا کہ کسی طرح اِن ضدی متکبر واہی تباہی باتیں بکنے والے اور حیلہ باز منکر
فرقوں کا بھی اطمینان کر دیا جاوے اور خیر خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں اُنکے سامنے پیش کرتا رہا اُنکی بھلائی کی باتیں اُنھیں
سمجھا کر متنبہ کرتا رہا اور وہ تھے کہ اُنکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہانتک نوبت پہنچی کہ وہ سفیر اُنکو سمجھاتے سمجھاتے تھک
گیا اور اُسکو اُنکے اصلاح پذیر ہونے سے مایوسی ہو گئی اور یہ یقین ہو گیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اُسکی اور اُسکے
ساتھیوں کی عداوت پر کمر باندہ چکے اور اُنکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے
وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور اُسنے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اُسکے روکنے
کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اُس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اُنمیں بڑی گرما گرمی
سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں یونہی ہوتا رہا کہ کبھی میدان اِنکے ہاتھ رہا اور کبھی اُنکے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے آخر کو
اُسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہ ہو پرہیزگاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اُسنے سوائے قتل کے اُنکی ایذا رسانی
مسدود کرنیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اُسنے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتویٰ ہے کہ مفسد اور موذی قتل کیے جائیں تاکہ ملک
کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں اِسلیے کہ بیمار عضو کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اُس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اُسنے بعضوں کو

ف [illegible] ۱۲

ف سال نہم [illegible]

ف مثال الی بادشاہ و جزیہ ۱۲

گرفتار کرکے غلام بنالیا کہ پھر نہ اُٹھا سکیں اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اچھی طرح سزا پائیں اور بعضوں کو اپنا مطیع بنالیا تاکہ اِسی طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذارسانی سے باز رہیں۔ اور اِس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گڑبڑ نہ مچائیں اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آنے پائے اُسنے کھلم کھلا تکذیب کرنے سے منع کردیا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کمائی کا بہت تھوڑا حصہ دیتے رہیں تاکہ اُس سے کچھ مددملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی روبکاری تک اُسنے اُنکی یہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکلکر قلعوں اور پہاڑوں میں جاکر پناہ گزین ہوے وہ اُسنے اِس اُمید پر کہ کہیں اب بھی اُسکی تصدیق کرنے لگیں اور اِس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پاکر اُسپر چڑھائی نکر بیٹھیں لڑتا رہا اور ڈراتا رہا کہ سمجھ لو کہ اگر تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھسے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب آموجود ہوگا اور چڑھائی کریگا تو اُس سے ہرگز نہیں

ف مثال منافقین ۱۲

بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دیے نہیں رہیگا اور اُنہیں سے بعض خوف یا لالچ کے مارے محض اوپرکے دل سے تصدیق کرنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اِسنے اُنہیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کرلیا اور وہی برتاؤ اُنکے ساتھ بھی برتا کیونکہ اُسکا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی بظاہر اطاعت کرلے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں داخل کرلو اسلئے کہ تفتیش کرنے سے بہتیرے سچے لوگ بھی کھٹک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اِسکو اپنے ساتھیوں پر اطمینان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ پر جب حال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر مطیع بنے ہوئے تھے اور اُنکا دلی ارادہ یہ تھا کہ موقع پاکر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود اُنکو خوب سزا دیگا اور اُنکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھادیگا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں بڑھے چڑھے ہوے اور گھر کے بھیدی تھے اور ہر وقت اُنسے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گو دل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طمع سے جو وہ شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا بظاہر اُسکے مطیع بن گئے اور اِس طرح اُنھیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے معاملات اور قوانین کو راستی پر مبنی پایا اور دیکھا کہ وہ بھلی باتیں بتلاتا ہے اور بُرائی سے منع کرتا ہے تو اُنکے جی کو یہ سب باتیں لگ گئیں اور دل کھول کے ظاہر و باطن سے اُسکی تصدیق کرنے لگے اور اِس طرح اُسکی خیرخواہ اور مددگار بنگئے پھر جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزاد عقل ایسے شخص کی سفارت میں ذرا بھی شک نہ کریگی اور اُسکے

ف مثال سابق کو محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے دعوٰے رسالت اور آن کے حالات پر منطبق کرنا جو آپ کو لوگوں کے ساتھ پیش آئے ۱۲

سفیر ہونے کا بلاتردد یقین کریگی کیونکہ دانا اور بیدارمغز کے نزدیک یہ سب دلیلیں اتفاقی طور پر جمع نہیں ہوسکتیں تو آپ سُنیے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر ہمکو تواتر سے معلوم ہوئی تواتر تو ایک اصطلاحی لفظ ہے اُسکے معنے سمجھ لیجیے یعنے آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہوجانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر مکہ یا لندن موجود نہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلے آتے پس اِسی طرح اِسکو بھی سمجھ لیجیے کہ آپ کے احوال کے بھی بیشمار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُنسے اور وہ اُنسے حتےٰ کہ آخر میں اُن لوگوں سے خبر دیتے چلے آئے جنھوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف فرقوں کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہرحال ہمکو یقینی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ اُن لوگوں میں جاہلیت

ف دعوٰے رسالت سے پہلے آپ کی حالت

برس کے ہو گئے تھے اور برابر راستبازی اور امانت داری کے ساتھ شہرۂ آفاق رہے یہانتک کہ امانت داری کی وجہ سے
لوگ آپ کو محمد امین کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھے پڑھے لوگوں
کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ اُن سے لکھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ اُمتوں کی
شریعت پر مطلع ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اُٹھ
کھڑے ہوئے اور حالت یہ تھی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان
سے سلطنت زائل ہو گئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ اسی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پھر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے
اس حالت سے کھڑے ہو کر آپنے یہ دعوے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود "اللہ" نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے
کہ میں اُنکو خدا کی ایسی شریعت پہنچادوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ
سے قیامت تک کے لیے بخوبی مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پہلے رسولوں
کی شریعت کے بہتیرے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لحاظ کر کے وہ قواعد اُتارے گئے تھے اب وہ زمانہ
نہیں رہا اور ہمکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ بُری رسموں اور عادتوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے
سیکھی تھیں یا شیطان نے اُنکی خوبی اُنکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش
کیجائے یا آگ اور پتھروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو اُسکو تمام صفات کمالیہ کے
ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ بریں اُنکو اپنے پیدا کرنیوالے کی نعمتوں کے شکر کا
طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع اُنھیں کو ملنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جنمیں سراسر
اُنکا نفع اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے ادنے اور اعلےٰ لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعوے سُنا تو آپ کی بات
ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہو گئے یہانتک کہ آپ کے بھائی بندوں نے بھی آپکا
ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکذیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان درازی کی اور آپ سے مناظرہ
کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا
کہ اُنکے لیے دلیل پر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے اُنکو اطمینان دلانے کے لیے
سعی بلیغ فرماتے تھے اور آپنے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کی
وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو آپ قرآن شریف کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اُسکی نسبت آپ کا یہ دعوے تھا
کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اور اسمیں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں اور
سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں، اور قرآن میں اُن قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے بندوں
کے لیے مقرر کیے ہیں۔ قرآن شریف کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو جسے آپ سورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے
تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اللہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے ماہر
اور فصاحت و بلاغت میں یگانۂ روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لا سکتے جو قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کے

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا کو عربی زبان کے ایسے کاملین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت
جنکے قبضۂ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ اُنہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں دستگاہ
کامل حاصل تھی اور تمام لوگ اُنکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اس سے بڑھکر کوئی مرتبہ حاصل کرنا ممکن نہ تھا
تاہم کسی کو یہ جرأت نہوئی کہ قرآن کی بہت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا لیتے پھر اس حیص بیص کے بعد تمام لوگ حضرت محمد
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہو کر اُنھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے
گروہ آپ کے پیرو بنکر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنھیں خدا نے نہ چاہا جن قوموں کا
معاملہ آپ کے ساتھ پڑا ۔ چونکہ ہمکو اُنکے حالات کی جہانتک کہ اخبار صحیحہ سے معلوم ہوسکا باعقل نے تجویز کیا تمثیل دینا
مقصود تھی اسلیے ہمنے آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور سے کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم فہمی
کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے اُنہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت میں طاق
نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچھ رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے او
جنکو اُنھوں نے اپنا مایۂ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور
اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہانتک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے جسقدر کہ انسانی
طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہوتے تھے بہرحال یہ سب کچھ تھا
لیکن اُسوقت اُنسے کچھ بھی نہ بن پڑا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کرکے
اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوے کیا اور عام طور سے خصوصاً اُنکے جلسوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب
ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نکرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہوگے اور صرف اسی پر
اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی بُری رسموں کی قباحت دکھا دکھا کر اُنھیں بیوقوف بنایا اُنکے باطل خداؤں کی خوب ہجو کی اُنکی
پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے اُنھیں غیرت دلائی کہ کسیطرح قرآن کے مثل لانے کی سعی
کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زباندانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب
جانچ و پڑتال کی اور اُسے خوب اُلٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہانتک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر اُنھوں نے یہ رائے قایم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے
عالی مرتبہ پر پہنچگیا ہے کہ وہانتک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی
تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود اُنہیں لوگوں نے اُسکی ہزلیات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر
ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کیسی ہی عالی کیوں نہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز سے مقابلہ کیا جائے گا جو اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی
ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور خسیس سمجھنے لگے گی
پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہوگیا کہ وہ فصاحت
بلاغت میں فرد ہے اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں بنا سکتے

ف
لوگوں کا اپنی اپنی عقل اور طریقہ استدلال کے فرق سے محمد صلے اللہ علیہ کے بارہ میں مختلف منقسم ہوجانا ۱۲

ف
فصحاء و بلغاء عرب کا قرآن کے معارضہ سے رہنا اور اُسکی حقانیت تسلیم کرلینا ۱۲

اور اُن لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اِس بات کی کھلی دلیل ہے کہ قرآن خدا کے پاس سے آیا ہے پھر ان سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے لیے گردن جھکا دی اور اُنہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھتا تھا اور کلام کے بُرے اور بھلے مضمون کی

ف ایک فرقہ کا قرآن کے غیبیات پر مشتمل ہونے اور مختلف آداب و اخلاق پر حاوی ہونے سے اسکی حقانیت پر استدلال

اُسے خوب شناخت تھی اور اُسکے عجیب اور عمدہ اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب اُن لوگوں نے قرآن میں انصاف کی نظر سے تامل شروع کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ اُسمیں اعلےٰ درجہ کی خصوصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں ہرگز نہیں پائی جاسکتیں گو اُسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا تاریخ داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاسیات پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہو اور اسنے اِس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اُسکے مضامین میں کہیں مخالفت اور مناقضت نہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اُسکا طرز نرالا اور انوکھا ہو ہاں البتہ جب اِسکا قائل خدا کو مانا جاوے جو اِن سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کرنے پر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اُنکے اِس خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ اُنھوں نے دیکھا کہ قرآن آیندہ کے واقعات کی من وعن خبر دیتا ہے جیسا کہ اُسمیں یہ خبر دی گئی کہ کسی نہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھی مکہ میں باامن وامان جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں کے حالات اور متقدمین کے واقعات اِس طرح بیان کرتا ہے گویا کوئی اُس موقع پر موجود تھا اور آنکھوں دیکھی باتیں سُنا رہا ہے اور وہ لوگوں کے دِل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ اُن واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے (چنانچہ اُنکا حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں مشرح طور پر موجود ہے) اور وہ اتنے بیشمار مضامین پر مشتمل ہے کہ اُسکی نسبت یہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ اُسنے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتًا اُسکا ذکر آگیا یا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اُسکی طرف اشارہ کردیا ہے اُسکے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائیگا لیجئے سُنیئے اُسمیں گذشتہ اور آیندہ لوگوں کی خبریں

ف مضامین قرآن کی مختصر فہرست ۱۲

ہیں طرح طرح کے احکام ہیں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیئے مثلیں بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بُری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت بیان کی ہے بُری خصلتوں اور کمینگی سے بچانا چاہا ہے انتظام ملکی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایات کرنے اور دشمنوں کو دفع کرنے اور اُنسے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اُسکی وحدانیت اور حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور شبہات کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اُسکے ساکنین کا حال کہہ سنایا ہے جہنم اور اُسکی ہولوں سے مطلع کر دیا ہے اس میں عالم سمٰوات اور اُسکے سوا جو کچھ عالم علوی میں آثار قدرت اور عجائبات مثل ستاروں، بارش، بادل، رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اُسکا تذکرہ ہے ایسی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ وہ میدان، پہاڑ، دریا، چشموں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پھل پھول درخت چرند پرند۔ تاریکی اور روشنی میں اُنکا شمار ہو اُس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اُسمیں سبھی کچھ ہے اور پھر اُسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہہ کر ہی نہیں سکتا کہ کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اُسمیں عربی قصیدوں کا خاکہ اُتارنے کی کوشش کی ہے نہ اُنکے بلیغ خطبوں کا طرز

اختیار کیا ہے اور اُسپر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ ۔ دلکش شیریں اور پیارا کلام ہے اور کانوں کو تو اُسکے ساتھ کچھ ایسی اُلفت معلوم ہوتی ہے کہ جوں جوں سُنیے قند مکرر کا مزہ آتا ہے اور اُسے کوئی کیوں نہ پڑھے لیکن اُسکی قدر و قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجاوے اور ہاں خدا اگر سمجھ دے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہو گئی ہونگی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا اتفاقیہ جمع ہو جانا ہرگز نہیں آتا پس جب اُن لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو دل اُٹھے کہ سارے آدمی مل کیوں نہ جائیں لیکن ایسا کلام بنانا اُنکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عادۃً محال ہے کہ ایسا کلام کوئی بڑا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا تجربہ دان اور امور مملکت میں اعلےٰ درجہ کا مدبر بھی بنا سکے اور جب یہ ٹھہری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے اَن پڑھے لکھے شخص کا ایسے کلام کو لانا اس بات کی کھلی کھلی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس ہمنے آپ کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بنگئے ۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اُس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کرکے سمجھتا کہ اتنی صفات آدمی کے کئے نہیں جمع ہو سکتیں اسلئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن اُن لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوےٰ کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کرکے کھلے خزانہ یہ ظاہر کر دیا کہ اِسکی مثل کوئی نہیں لا سکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کرکے اُنکے برسر بازار لتے لیے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت میں اُنکا نمبر بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اُسکے مقابلہ سے اُنھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے آبائی مذہب اور قدیم رسموں کو چھوڑ بیٹھے اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے ایسی راہ اختیار کر لی کہ اگر اُنھیں آپ کی رسالت کا یقین کامل نہوتا تو اُنھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گذار نظر آتا اور نیز اُنھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کھرے کی اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ اُنھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا کے پاس سے نہوتا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر اسکا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اس بنا پر اُنھوں نے محمد صلعم کی تصدیق کی اور اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہو گئے ۔ اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحاء و بلغا کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مسلم الثبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے اُنکی ہمت پست ہو گئی اور اُسکے مقابلہ سے اُنھیں جان چراتے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کرکے اُنکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جلسہ خاص کیا مجمع عام دونوں میں پکار پکار کر غیرت دلاتے رہے کہ کسی طرح ایسا کلام لے آؤ اُسنے یہ تو ہنوز کا ضد کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہو گئے اور یہ گوارا کر لیا کہ اُنکی خونریزی کیجائے اُنکا مال لوٹ لیا جائے اُنکے بال بچے قید کر لیے جائیں اُنکے گھر بار اُجاڑے جائیں اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھو تو سہی کہ اگر اُنکی وسعت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل بھی بنا سکتے تو نہ لاتے اور اس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے بٹھائے اپنے کو مصیبت میں پھنسانتے یہ تو بڑی آسان بات تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیتے کہ لیجیے صاحب ہمنے آپ کے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور آپ کی دلیل باطل کر دی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لا سکتے دیکھو کیسے

تیسرا فرقہ جسنے فصحاء و بلغا اور مضمون شناس فرقہ کی شہادت کا اعتبار کرکے آپ کی تصدیق کی اور نیز اُسکو اُسنے دلیل ٹھرا کہ بہتیرے فصحا و بلغا بادجود مصیبت میں پڑے لیکن قرآن کا مثل نہ لا سکے ۱۲

بنالائے اور یہ بات کہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُنسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا تو کیا اُسکے قریب
قریب بھی اگر کوئی کلام کبھی لائے ہوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنے طرفداروں کے ہوتے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور
نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی ہجو کی آپ پر اتہام باندہا آپ کے ساتھ سفاہت اور درشتی
سے پیش آئے آپ کے تبع شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی بڑی مصیبت میں
کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرۂ عظیم میں ڈالتے کچھ ناسمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پہر بہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان رستہ
کو چھوڑ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا
کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا بس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان و مال
اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پسند کریگا ہاں جب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیشک
ایسا ہی کرے گا بقول شخصے ؎ وقتِ ضرورت چو نماند گریز ۞ دست بگیرد سرِ شمشیرِ تیز ۞ پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے
تو اپنے کو آفت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے بس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور
اُنکی ہٹ دھرمی نے جس سے وہ بدبخت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھکر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو بڑا فصیح و بلیغ
تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کاہلی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے آخر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم
کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی
صفات کمال ایسے موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہکر سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ
نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسنے اپنے کو عاجز پا کر قرآن کے معارضہ سے تو کنارہ
کشی کی اور تعصب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہو کر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہو نہ ہو محمد

قرآن کی حقانیت پر عاجز ہونے کا استدلال

صلے اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور اُن تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے اب میں کچھ کہتا ہوں
اُسے بھی سُن لیجیے اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جاحظ نے جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا
ہے اُسی طرز پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا چونکہ انکا کلام جی کو لگتا ہوا ہے اور اُس سے سارے شبہے دفع ہو جاتے
ہیں تو اس موقع پر اُسکا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اُس زمانہ میں بھیجا جبکہ عرب کی
شاعری اور خطبہ گوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساز و سامان سے درست تھے
پس آپ نے تشریف لا کر اُنکے ادنےٰ اور اعلےٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور دلیلیں قایم
کر کے اپنا دعوےٰ ثابت کر دیا اور سارے شبہے دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع نہ چھوڑا اب اُنکا
اعراض کرنا محض ہوا و ہوس یا ناحق طرفداری کی وجہ سے رہگیا اور پھر آپس میں لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
اُنکے عالم اور بڑا فاضل اور کنبے والوں کو قتل کیا اور آپ اُنسے رات دن یہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک
سورۃ یا چند آیتوں ہی کی مثل کیوں نہیں لاتے اور آپ جب کبھی اس طرح انہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُنسے بیان

نہیں کیجاتی تھی یہ حیلہ کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں پھر اگر آپ نے ایسا کلام بنا لیا اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپنے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ اسپر بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے ہمت باندھی اگر کوئی ہمت کرتا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اُسکی طرفداری کرنے والے بہتیرے کھڑے ہوجاتے اور ضرور شور مچ جاتا کہ لیجئے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بنگیا پس اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی انکی عاجز ہونے کی دلیل ٹھہرائی کیونکہ جب انہیں سے بہتیرے آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں ذرا بھی دقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا مشکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ لکھ لاتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں تو قصہ پاک ہوتا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعوے باطل ہوتا تھا اور سارا بنا بنایا کھیل بگڑتا تھا آپ کی جمعیت منتشر کرنے کے لیے اس سے سریع الاثر تو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اسکی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر مارے مارے پھریں قریش تو قریش وہ تو بڑے فصیح و بلیغ تھے اُنسے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر دشوار نہ تھا اگر انکے اختیار میں ہوتا تو یہ کونسی بڑی بات تھی آخر بڑے عجیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ انکا ہر طرح کا نظم و نثر کلام مشہور ہی تھا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہر بات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے انکا عجز بیان کر کے لعن و طعن کرنے پر بھی انھیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سُنا کرتے اور پھر انکا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کڑے تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو انکو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات محال ہے کہ تیئیس برس تک انھیں ایسے ظاہر اور کثیر المنفعت امر کی خبر نہوئی اور غلطی میں پڑے رہے اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان بوجھ کر اس سے پہلو تہی کرتے اور قرآن کے مثل بنانے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنا لاتے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور انہیں سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں بنا جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اسکا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرقے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعضے عجز کی وجہ سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں انکی بڑی توجہ عالم طبیعات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ ان قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ آؤ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم ایسی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنے اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جاری ہے اُسکے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سچے ہوں گے کیونکہ جب ہمارے ہی طلب کے موافق کوئی امر خارق عادت اُنسے ظاہر ہوگا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالے نے آپکے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیئے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر خدا کے اس قول کے قائم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انھیں سچا سمجھو آپ اسے اسطرح سمجھیے کہ اگر کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضرین سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ تمھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم تو جب جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اُٹھکر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجئے کہ بادشاہ یہ سُنتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھکر اُس جگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درخواست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج ذرا دیر کے لیے کسی

چوتھا فرقہ جنھے معجزات طلب کیے اور امور خارق عادت سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا ۱۲

دوسرے شخص کو پہنادے یا چھ سات قدم چلکر پھر اپنی جگہ بیٹھ جائے اور بادشاہ نے یہ بھی کردیا اب اس صورت میں کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ اُن لوگوں کے کلام کو سُنتے ہی بادشاہ کا ایسے افعال کر دکھانا ہرگز اتفاقی نہیں ہے بلکہ اُسکے اِس قول کے قائم مقام ہے کہ میں تم سب کو اِس شخص کی اطاعت کا حکم کرتا ہوں اور جو کوئی اِس بات کے اتفاقی ہونے کا قائل ہوگا تو لوگ ضرور اُسے احمق خیال کرینگے پس وہ لوگ منصوبہ باندھ کر کہنے لگے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طلب کے موافق خلاف عادت باتیں ظاہر نہ کریں گے تو یہ اُنکی کذب کی دلیل ہوگی اور ہم سمجھیں گے کہ خدا نے اُنھیں جھوٹا کردیا پس وہ ایسی باتیں آپ سے طلب کرنے لگے جو اِس عالم میں عادت مستمرہ کے خلاف تھیں پس بعضوں نے آپ سے چاہا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوجائیں چنانچہ آپنے اُنکے کہنے کے موافق اُسے بھی کر دکھایا اور فقط حاضرین ہی نے نہیں بلکہ اُن سب لوگوں نے بھی جو کہیں دور سے آرہے تھے اور اُنکا افق وہاں کے لوگوں کے موافق تھا اپنی کھلی آنکھوں سے اُسے دیکھ لیا اور اگر اِس بات کی خبر دی کہ تم لوگوں کی طرح ہمنے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہوجانا ایسا ہی سمجھیے جس طرح زلزلہ کے وقت اکثر بڑے بڑے پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور وہ خطہ کا خطہ تہ وبالا ہوجاتا ہے یا جس طرح بعض حال کے سائنس جاننے والوں کا خیال ہے کہ زمین اور اِسی طرح اور ستارے آفتاب سے جدا ہوئے ہیں اور پھر ایک نہ ایک دن آفتاب سے جا ملیں گے اور یہ سب کچھ عقل کے نزدیک خواہ اُسکے لیے کوئی ظاہری سبب ٹھہرا لیں یا نہ ٹھہرائیں ممکن اور خدا کی قدرت میں داخل ہے اگرچہ ہوتا نہیں ہے اور عادت کے خلاف ہے اور طرح طرح کے کام کرنے کے لیے جو طول زمانہ کو زیادتی قوت کے عوض بننے کے لیے لازم قرار دیا ہے وہ صرف قوت ناقصہ یعنے مخلوقات کی قوت کے لیے شرط ہے خدا کی کامل قوت کے واسطے شرط نہیں اور خدا نے اپنے عجیب وغریب کاموں میں یہ زمانہ اور اسباب اسلیے مقرر کیے ہیں کہ ذرا عقلمندوں کی آزمایش کرے اور بہکنے والے بہک جائیں اور دوسروں کی امر واقعی تک رسائی ہوجاوے اور بعضوں نے یہ طلب کیا کہ آپ کی طرف درخت دوڑنے لگے آپسے باتیں کرے اور آپ کی رسالت کی شہادت دے آپنے اُسے بھی کردیا اور بعضوں نے سوسمار کے بولنے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ بھی آپ کی رسالت کی شہادت دے تو ہم جانیں آپنے اُنکی یہ درخواست بھی پوری کردی ان چیزوں کا بول اُٹھنا محال نہ سمجھیے کیونکہ اگر حیات ادراک اور آلات نطق وغیرہ کو بولنے کے لیے شروط عادیہ میں سے شمار کیا جائے یعنے بغیر اُنکے کبھی بولنا ممکن ہے تب تو ظاہر ہے کہ خدا نے کلام پیدا کردیا ہو اور اُنسے صادر ہوگیا ہو اور اگر ان چیزوں کو بالفرض لازمی شرط بھی قرار دیا جائے جیسا کہ بعض کا گمان ہے تب بھی کچھ مشکل نہیں اسلیے کہ خدا اُن شرطوں کو بھی پیدا کرسکتا ہے اور اُسکی قدرت سے باہر نہیں ہیں اور بعضوں نے یہ دیکھا کہ جب آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی ختم ہوگیا اور اُنھوں نے آپ سے پانی کی درخواست کی تو آپ نے تھوڑے سے پانی میں اپنا ہاتھ ڈالدیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے یعنے گھائیوں سے کثیر پانی جوش مارکر نکلنا شروع ہوا یہانتک کہ جماعت کثیر اُس سے سیراب ہوگئی اور اُن سب کے لیے پانی کافی ہوگیا۔ اور یہ بات بھی کچھ ممتنع نہیں اِسطرح ہوسکتی ہے کہ خدا نے پانی کی ایک مقدار پیدا کردی ہو جو اُس تھوڑے پانی سے ملگئی ہو اور لوگوں کو نظر آتا ہو کہ انگلیوں کے بیچ سے پانی نکل رہا ہے اسلیے کہ خدا نے وہیں اتنا پانی پیدا کردیا اور پیدا کرنیوالا تو خدا ہے وہی سب کچھ پیدا کرتا ہے اسمیں تعجب کی کونسی بات ہے اور علاوہ اسکے جب ہوا کو پانی سے منقلب کردینا

ف معجزہ شق القمر

ف آپکی رسالت پر درخت کا شہادت دینا ۱۲

ف سوسمار کا شہادت دینا ۱۲

ف آپکی انگلیوں کی گھائیوں سے پانی کا جوش مارنا ۱۲

عسه چنانچہ آلہ فونوگراف میں سے بعینہ انسان کی آواز نکلتی ہے حالانکہ ادراک زبان وغیرہ اُسمیں نہیں ہیں ۱۲ مترجم

علم کیمیا (یعنے کیمسٹری) جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیمیا اور کیمیا داں سبھی کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہمکو معتبر ذریعہ سے خبر پہنچی ہے اگرچہ اُنمیں ایسی خبریں بھی ہیں کہ تنہا حد تواتر کو نہیں پہنچیں لیکن اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ سب مل ملاکر تواتر کے مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خوارق عادات کا صادر ہونا اجمالاً متواتر ہی ہے اور ایسے تواتر کو تواتر معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر محققین عقلاء کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی کر سکتا ہے جسکو بدیہی باتوں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی فضیلت ثابت کرنے کی غرض سے بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادات اور اُن قوانین کے خلاف کر دکھایا جنکے خلاف کرنے پر سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں ہے تو اُنھیں یقین ہو گیا کہ ہو نہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرا دی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معتقد ہو گئے اسکو خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف اُنھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جنکے افہام معجزات ادبیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سمجھ داروں کے لیے تو معجزات ادبیہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اُسکا کچھ تو ذکر ہو بھی چکا ہے اور آیندہ بھی اُسکا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ خدا کے پاس سے ہونے کی اسمیں فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متقدمین کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور یہیں اُن لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادبیہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ اُمید ہے اس خیال سے کہ یہ اُنکے اُن علوم کے مخالف ہیں جنکو اُنھوں نے اپنے اسکولوں میں حاصل کیا ہے اور اُنکی عقلیں اُنھیں قبول نہیں کرتیں دہوکے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ اُنکی شان کے لحاظ سے حق اور اُنکی حزم و احتیاط کے مناسب تو یہ امر ہے کہ اِن خوارق کو اُنھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنھیں معجزات ادبیہ کے ادراک کا سلیقہ نہیں اور خود ایسی اشیاء اختیار کریں جنھیں اُنکی عقلیں قبول کرتی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو اُنکی عقلوں میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل اور عقل کا جامع ہو اور تاویل کرکے دونوں کو موافق بنالیں جیسا کہ آیندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز اُنکے یہاں منقول ہو اور بظاہر یقینی دلیل کے خلاف ہو تو اسمیں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو اُنکی حالت اُس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپہر آفتاب کو دیکھ رہا ہے اور گمان کرے کہ اِسوقت رات موجود ہے اسلیے کہ اُسکو یہ خیال بندھ گیا ہے کہ کسی نکلے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو یعنے آفتاب جو صاف نظر آرہا ہے چھوڑ دے اور اِس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں پتہ بھی نہیں لے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اُسکو موجود سمجھنے میں ایسا دہوکا اور غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہیے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اُسکو یقین بھی ہوتا تاہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور کرے اور اس آفتاب درخشاں کو جو دن کے وجود کی کھلی دلیل ہے مہمل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اُسی کو راہ راست دکھاتا ہے اور اُنھیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالے نے گذشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا

۵ پانچواں فرقہ جسنے رسل سابقہ کی بتلائی ہوئی علامتوں سے استدلال کیا ۱۲

اور اُنکی شریعت اُنکے زمانہ کے مناسب اور ہماری اصلاح کی پوری پوری ذمہ دار تھی وہ خود بھی کہتے تھے اور اُنکی باتوں سے
بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالےٰ کچھ زمانہ کے بعد تمام لوگوں کی طرف ایک رسول بھیجیگا اُسکی شریعت بھی اُسکے
زمانہ کے مناسب اور مضامین اصلاح پر کافی طور سے حاوی ہوگی اور اُس رسول میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی
جنہیں سے بہت سی علامتیں ابتک بھی اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو اُن رسولوں کی جانب منسوب ہیں پس آؤ ہم محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کے حالات میں غور کریں اگر اُنکی شریعت اُن رسولوں کے کہنے کے موافق ہوگی اور اُنہیں اُنکی بتلائی ہوئی علامتیں بھی موجود
ہوں گی تو ہم یقیناً سمجھ لینگے کہ یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر یہ بات نہ نکلی تو اُنکے دعوے کو الگ کرینگے اور اُنکی بات بھی نہ
سنیں گے اِسکے بعد جب اُن لوگوں نے آپ کے سارے احوال میں غور کیا تو اُنھیں معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت جیسا کہ چاہیئے
اُسی طرح لوگوں کی اصلاح کی کفیل ہے جیسا کہ آپ کو اِسکے بعد والے فرقہ کے بیان میں معلوم ہوگا اور اُن لوگوں نے ایسی
اُن رسولوں کی بتلائی ہوئی علامتیں بالکل صاف طور پر دیکھیں جنکے پائے جانے میں اُس شخص کو تو ذرا بھی شک نہیں رہ سکتا
جو اپنے تعصب کو چھوڑ دے اور واہی تباہی تاویلوں کے درپے نہو اور وہ چاہتا ہو کہ حق بات واضح ہوجائے اور انجام بد سے
اُسے نجات ملے اور اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اِس مقصد میں اپنی قوم کی ملامت اور لعن طعن کی ذرا بھی پروا
نہ رکھتا ہو اور یہ علامتیں اُن کتابوں میں آجتک برابر ملتی چلی آئیں ہیں اب لیجئے اُنکی تفصیل سُنیئے اوّل تو یہ کہ اشعیا علیہ السلام نے
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کنایہ کیا تھا آپ پر منطبق ہوگیا اشعیا کا قول یہ ہے (۱) بیشک رب فاران کے پہاڑوں سے
ظاہر ہوا اور ہزاروں پاک لوگ اُسکے ہمراہ ہیں اور اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے اور یہ کنایہ ایسا ہی ہے جس طرح اشعیا کے کلام میں
سینا (طور سینین) سے رب کی آمد" موسےٰ علیہ السلام سے کنایہ ہے اور رب کا ساعیر میں روشن ہونا" عیسےٰ علیہ السلام سے کنایہ ہے
اب آپ کے اوپر اشعیا کے قول کا انطباق دیکھیئے کیسا صاف ہے کیونکہ فاران کے پہاڑ سے مراد مکہ ہے جیسا کہ سفر تکوین میں
حالات اسمٰعیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ وہ فاران میں رہتے تھے (۲) اور اُنکا (اشعیا کا) یہ قول کہ ہزاروں پاک لوگ اُسکے
ساتھ ہیں" آپ کے ساتھ والوں سے کنایہ ہے جو تمام عیبوں سے پاک تھے جیسا کہ لوگوں نے اُنھیں مشاہدہ کیا ہے (۳) اور اُنکا
یہ قول کہ اُسکی آنکھ میں آتشی طرز ہے" آپ کی شریعت میں جہاد کے مشروع ہونے سے کنایہ ہے اور آپ پر جو کچھ تنبیہ میں ہے وہ بھی صادق
آتا ہے یعنے (۴) رب اُسکو اُنکے (یعنے بنی اسرائیل) بھائیوں میں سے نبی بناکر اُٹھا کھڑا کریگا" اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل عـــہ کے بھائی

عـــہ یہاں یہ شبہ نکرنا چاہیئے کہ بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل کے مثل بنی عیص اور بنی ابنائے اخوال ہم بھی ٹھیر سکتے ہیں پس اُس نبی کی تخصیص بنی اسمٰعیل ہی میں پیدا
ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ تخصیص دوسری آیات سے ہوگئی ہے بنو عیص اِس عموم سے بوجہ مبغوضیت اور تنافی بغض وحب کے خارج ہوے اور سند مبغوضیت
کے پولس کا قول ہے رومیوں کا نواں خط درس ۱۳ جیسا لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور عیص سے عداوت اور نیز اسوجہ سے کہ عیص نے اپنے حصہ نبوت
کو جو بوجہ بڑائی کے اُنکو حاصل تھا یعقوب کے ہاتھ بیچ ڈالا سند اِسکی کتاب پیدایش باب ۲۵ درس ۳۱ تب یعقوب نے کہا آج ہی اپنے پہلوٹھے ہونیکا حق میرے ہاتھ بیچ درس ۳۲
عیسو (عیص) نے کہا دیکھ میں تو مرنے جاتا ہوں پہلوٹھا ہونا میرے کس کام آئیگا. درس ۳۳ تب یعقوب نے کہا آج ہی مجھ پاس قسم کھا اُسنے اُس پاس قسم کھائی اور اُسنے اپنے پہلوٹھے
ہونیکا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا اور نیز اسلیے کہ یعقوب علیہ السلام نے عیص علیہ السلام کا ملا ہوا حق بھی اسحٰق علیہ السلام سے لے لیا اور سند اِسکی وہ قصہ ہے جو کتاب پیدایش باب ۲۷
میں پہلے درس سے لیکر ۴۰ درس تک مذکور ہے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ اسحاق علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے عیص علیہ السلام سے کہا کہ تو میرے لیے شکار کر لا اور مجھے لذیذ کھانے کھلا تاکہ میں تجھے برکت بخشوں

بنی اسمٰعیل ہی ہیں (۵) اور یہ کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنے شریعت اور مشروعیت احکام اور جہاد کے اعتبار سے انکی طرح ہیں
(۶) اور یہ کہ خدا کا کلام اُنکے مُنہ میں رکھا گیا ہے" اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اسکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ
پر صادق آتا ہے یعنے (۷) آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلاینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف
کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۸) اور یہ کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائینگے" اور وہ
[illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰

سے یعقوب کی ماں ربقہ نے یہ خبر پاکر اپنے بیٹے یعقوب کے ہاتھ اُن کو عیص ع کا بھیس بدلوا کر اسحٰق علیہ السّلام کے پاس کھانے لیکر
بھیجا چون کہ نابینا تھے پہچان نہ سکے اور عیص سمجھ کر یعقوب علیہ السلام کو ساری برکت بخشی جب عیص علیہ السلام آئے اور
انھون نے بھی برکت مانگی تو بجائے برکت دینے کے انہیں یعقوب علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا اور برکت نہین دی
جس کی وجہ سے وہ یعقوب کے دشمن ہوگئے اور آمادہ قتل ہوئے ربقہ نے یہ بات معلوم کرکے یعقوب کو اپنے بھائی لابن کے
پاس حاران جانے کا حکم کیا پس حضرت عیص ع تو اپنے حق کے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ بیچنے اور نیز یعقوب علیہ السّلام کے اسحٰق
علیہ السلام سے حق عیص لے لینے کے باعث اس عموم سے خارج ہوئے۔ رہی ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹون کی اولاد وہ
ابراہیم علیہ السلام کے خارج کردینے کی وجہ سے پہلے ہی سے خارج ہے سنداس کی کتاب پیدایش باب ۲۵ ورس (۵) اور ابراہام نے سب اپنا
کچھ اضحاق کو دیا (۶) لیکن حرمونکے بیٹونکو جو ابراہام کے تھے ابراہام نے کچھ انعام دیکر اپنے جیتے جی اُنکو اپنے بیٹے اضحاق کے پاس سے پورب کے رخ پورب کی سرزمین میں بھیجدیا (۷) اور ابراہام
کی حیات کے برسون کے دن جن میں وہ جیتا رہا ایک سو پچھتر برس تھے تب ابراہام جان بحق ہوا اور اچھی عمردرازی میں بوڑھا اور آسودہ
ہوکے مرا اور اپنے لوگوں میں جاملا اور اُس کے بیٹے اضحاق اور اسمٰعیل نے کفیلہ کے مغارہ میں حتی صخر اکو بیٹے عفرون کے کھیت میں جو
ممرے کے آگے ہے گاڑا ۱۲ براہین رحیمیہ مع اختصار

اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق اُمت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں
(۲۶) شعیا میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی" شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ
اس نماز کے مشابہ شرایع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اس نماز کو علے العموم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پڑھی وا جب
کرینگے حتے کہ جزائر اور بیابانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنےٰ نہوں گے" پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی
کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنےٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ بیابان یعنے وہ مقامات جنمیں قیدار سکونت پذیر تھے آپ کے ذکر سے گونج
اُٹھیگا" اور قیدار اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی یعنے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسمٰعیل
علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جنکی ہر ہر کوچہ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اور

بنی اسمٰعیل ہی ہیں (۵) اور یہ کہ آپ موسےٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنے شریعت اور مشروعیت احکام اور جہاد کے اعتبار سے اُنکی طرح ہیں (۶) اور یہ کہ خدا کا کلام اُنکے مُنہ میں رکھا گیا ہے" اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جسکو آپ لائے ہیں اسکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ پر صادق آتا ہے یعنے (۷) آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے تبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۸) اور یہ کہ آپ عیسےٰ علیہ السلام کی کہی ہوئی باتیں یاد دلائینگے" اور وہ باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۹) اور یہ کہ آپ عیسےٰ علیہ السلام کے لیے شہادت دینگے یعنے اُنکی نبوت و رسالت اور لوگوں کے افتراء سے اُنکی برائت کے شاہد بنینگے (۱۰) اور یہ کہ آپ جبتک کہ عیسےٰ تشریف نہ لیجائینگے تشریف فرما ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سرزنش کرینگے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ خطا کار اور گناہ کرنیوالے کو سرزنش کرتے ہیں اور جو کچھ مزامیر میں ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۱۲) اور یہ کہ آپ خوبرو ہوں گے چنانچہ آپ اعلےٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۱۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے ٹپکتی ہوگی (در زبور) اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۱۴) اور یہ کہ آپ تلوار لٹکائے ہوں گے" چنانچہ آپ اعداء دین کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۱۵) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے" پس ظاہر ہے کہ آپ قوت دلیل انتظام ملکی اور قوت جسمانی ہر اعتبار سے قوی تھے یہانتک کہ آپ نے اپنی جسمی قوت سے بڑے بڑے پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۱۶) حق کے پیرو (۱۷) طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۱۸) اور راستباز ہوں گے چنانچہ یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۱۹) اور یہ کہ تیراندازی آپ کا طریق ہوگا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیراندازی سے طیار رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی شریعت میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیراندازی سیکھیں اور اگر کوئی سیکھ کر بھولجائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۲۰) زمین کا بہت بڑا حصہ آپ کے تحت تصرف میں ہوگا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھے (۲۱) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۲۲) اور گناہ سے بیزار ہونیوالے ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کھلے طور پر ثابت ہیں جنکا آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۲۳) اور یہ کہ شہزادیاں آپ کی خدمت کرینگی پس یہ بھی ہو لیا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کرکے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم نہ تھیں علاوہ بریں صفیہ بنت اخطب جو ایک یہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ ہی تھیں (۲۴) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپ کے پاس ہدیے آئینگے" چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی او رمقوقس شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس ہدیے بھیجے (۲۵) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں (۲۶) شعیا میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی" شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ اس نماز کے مشابہ شرائع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اس نماز کو علی العموم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پڑھی جایا کرینگے حتےٰ کہ جزائر اور بیابانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنےٰ نہوں گے" پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز ہی کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنےٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ بیابان یعنے وہ مقامات جنمیں قیدار سکونت پذیر تھے آپ کے ذکر سے گونج اُٹھیے گا" اور قیدار اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کی یعنے محمد صلعم کی اجداد کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلۂ نسب اسمٰعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جنکی ہر ہر کوچہ میں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اور

یہ کہ سلع کے بسنے والے آپ کا گیت گائینگے پس یہ لوگ آپکے اُمتی ہیں جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور بلند مقامات میں ہر وقت باآواز بلند نماز یا اذان میں آپ کا ذکر کیا کرتے ہیں (۳۰) اور یہ کہ وہ سلع کے بسنے والے آپ کی ثنا خوانی کرینگے اور یہ رات و دن میں پانچ وقت کی اذان ہے جسمیں آپ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور آپ کی رسالت کی شہادت دیجاتی ہے (۳۱) اور یہ کہ رب بہادر کی طرح نکلے گا اور یہ جہاد سے کنایہ ہے جو آپ کی شریعت میں مشروع ہے اور چونکہ جہاد میں نیت کے خالص رکھنے کی بڑی سخت تاکید ہے یہانتک کہ جہاد کی تعریف میں بھی اسکا اعتبار کیا گیا ہے چنانچہ کہا ہے کہ جہاد محض اعزاز دین کے لیے دشمن سے لڑنے کا نام ہے تو اب اگر "رب کے بہادر کی طرح نکلنے" سے جہاد سے کنایہ کیا جائے تو کچھ مضایقہ نہیں ہے (۳۲) اور یہ کہ اندھوں کو آپ ایسی راہ میں لے چلیں گے جس سے وہ محض ناواقف ہوں گے اور یہ دین کے بارے میں زمانہ بھر سے جاہل تر عرب کی قوم تھی جسکو آپ دین کی ایسی راہ پر لیچلے ہیں جسکی اسے خبر بھی نہ تھی (۳۳) اور یہ کہ آپ بتوں اور تراشی ہوئی ہیکلوں کے پوجنے والوں کی بعزتی کرینگے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایسوں پر آپ خدا کی ساری مخلوق سے زیادہ تر سخت ہیں اور آپ کا سارا قرآن انکی عقلوں کی سفاہت کے اظہار اور انکے بتوں کی طعن و تشنیع سے بھرا ہوا ہے اور اس قسم کے بیشمار مضامین اسمیں موجود ہیں (۳۴) اور یہ کہ آپ بڑے لڑنیوالے ہوں گے جو مشرکوں کے ہلاک کرنیکے لیے پیدا کیے گئے اور آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو متی میں ہے (۳۵) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جسے معماروں نے رد کیا اور وہ کونے کا سرا ہو گیا یعنے آپ محافظ قصر نبوت ہیں

عہ سلع مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور اسی پہاڑ کی جانب غزوہ خندق میں جسکا ذکر بشارات میں سے بیان غزوات میں انشاء اللہ آئیگا خندق کھدی تھی اور یہ پہاڑ مدینہ میں مشہور ہے مگر تبکیت خصم کے لیے سند بھی ضرور ہے قاموس کے باب العین فصل السین میں ہے وسلع جبل فی المدینۃ یعنے سلع ایک پہاڑ ہے مدینہ منورہ میں اور بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں یہ حدیث منقول ہے عن انس بن مالک ان رجلا دخل المسجد یوم الجمعۃ من باب کان نحو دار القضاء ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم یخطب فاستقبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قائما ثم قال یا رسول اللہ ہلکت الاموال وانقطع السبل فادع اللہ یغیثنا فرفع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یدیہ ثم قال اللہم اغثنا اللہم اغثنا اللہم اغثنا قال انس لا واللہ ما نری فی السماء من سحاب ولا قزعۃ وما بیننا وبین سلع من بیت ولا دار الخ مجمع البحار میں اس جملہ ما بیننا وبین سلع پر لکھا ہے ہو بفتح السین وسکون اللام جبل بالمدینۃ ۱۲ براہین رحمیہ

عہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب شاگرد جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب براہین رحمیہ میں لکھا ہے کہ گیت سے مراد کلام الٰہی ہے اور یہ انکا محاورہ ہے کہ کلام الٰہی کو گیت کہتے ہیں چنانچہ اب بھی زبور کے ترجمہ کو بائبل میں گیت لکھتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی کلام الٰہی آپ پر نازل ہوگا اور وہاں آپ ہجرت کرکے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسکا تفصیلی بیان براہین رحمیہ میں دیکھیے

سہ براہین رحمیہ میں یہ بشارت اس طرح ہے "سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کرینگے" ۱۲ مترجم

للعہ اسکے تفصیلی بیان کا اگر شوق ہو تو براہین رحمیہ کو دیکھیے وہ بشارات کتب سابقہ کے باب میں نہایت عمدہ اور کافی کتاب ہے انصاف تو یہ ہے کہ شاید ایسی کتاب اس بحث خاص میں اس سے پیشتر اردو میں نہیں لکھی گئی مولوی صاحب موصوف نے خوب حق ادا کیا اور حجت ختم کردی ۱۲ مصحح

سلہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب ساکن قصبہ منگلور
ضلع سہارنپور (ابھی زندہ ہے)

اگرچہ انکو جنکی اولاد میں آپ ہیں بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اِسلیئے کہ آپ ہاجرہ کی نسل سے ہیں اور اُنکی اولاد بھی اسمٰعیل کو بنی اسرائیل حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ کنیزک زادے ہیں اور خدا نے انھیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور جو کچھ بشاہدات انجیل میں ہے وہ بھی آپ پر بخوبی صادق آتا ہے (۳۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرقوں پر ہوگی اور آپ لوہے کی چھڑی سے اُنکی نگہبانی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی ایسی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قومیں آپکے سامنے گردن جھکاتی تھیں اور لوہے کی چھڑی یہی آپ کی تلوار ہے جس سے آپ کجکی کرنے والوں کو ڈانٹتے ڈپٹتے تھے (۳۷) اور جب ہم آپ کے لائے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہیں بتلاتا ہے اِسلیئے اُسکو وہی صبح کا ستارہ سمجھنا چاہیئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور مزامیر میں یہ جو ہے کہ حبشہ آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑیگا وہ بھی آپ پر صادق ہے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین ہین قربانیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرتی تہیں (۴۱) اور یہ کہ آپ مظلوم بیچاروں کو قوی لوگوں سے چھڑا دینے والے ہونگے کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظلم کرنے سے ہر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی یار و یاور نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چھڑا دینگے چنانچہ سب جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہونگے جیسا کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو اُنسے نہایت محبت تھی یہانتک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنائے رکھ اور مرتے دم بھی مجھے مسکین ہی رکھیو اور قیامت میں بھی مجھے مسکینوں ہی کے زمرہ میں اُٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجتمندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جنکو قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور دولتمندونکو اس بات پر برانگیختہ کرنا مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو قرض دے دلاکر اُنکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے بعض خطبوں میں یہانتک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پامال ہیں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سبا کا سونا جو یمن کے اطراف میں کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اُسکا خراج آیا کرتا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے لیے روزمرہ برکت کی دعا کیجائے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نمازمیں بیس مرتبہ سے بھی کچھ زیادہ یہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنے اے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازش اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علے محمد وعلے آل محمد یعنے اے خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے کنبے والوں پہ برکت نازل کر (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر مشاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپنے نبوت کا دعوے کیا ہے اُس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سبزہ کی طرح روے زمین پر بڑہتے چلے جاتے ہیں جو مضمون اشعیا میں آپ کی نسبت واقع ہے وہ بھی بخوبی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ مؤید اور پسندیدہ ہونگے اور اسکا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُسکے اظہار میں نہ گھبرائینگے نہ اُکتائینگے اور اشعیا میں جو آپ کی نسبت جسمانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں بخوبی ظاہر تہیں (۵۰) یعنے کبوتر کے بیضہ کے برابر

آپ کے شانہ پر شاہی مہر ہوگی اور آپ اسکو مہر نبوت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نئے نام سے پکارے جائیں گے چنانچہ آپ کا
اسم مبارک محمد تھا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا بھی نہ ہوا تھا اسکے علاوہ آپ کا نام احمد بھی تھا اسکے ساتھ بھی آپ سے پہلے کوئی موسوم
نہیں ہوا تھا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اسلیے کہ آپ دعوے سے کہتے تھے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں
کہہ دیا کرتا ہوں جو کچھ میں تم لوگوں کو تعلیم کرتا ہوں وہ خدا کے پاس سے وحی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ باپ
ہوں گے اور یہ بات بھی کچھ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت
اور تربیت کے لحاظ سے گویا بالکل باپ ہی ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ امن قایم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیت کی
لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا بالکل مسدود کر دیا رہا آپ کا
دشمنوں سے لڑنا وہ محض اس غرض سے تھا کہ وہ دین جسکی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے محکم ہو جاوے
اور عالم میں امن قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنے
فسادیوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہیگا چنانچہ یہ کھلی آنکھوں
نظر آتا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچھ امن قایم ہو جائیگا چنانچہ جیوں جیوں آپ کے مطیعین بڑھتے گئے لوگوں کی حالتیں درست
ہوتی گئیں اور جاہلیت کے فتنے مٹتے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شتر سوار ہوں گے اسلیئے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ بڑے شتر سوار
مشہور ہیں جس طرح کہ عیسے علیہ السلام دراز گوش پر سوار ہونیوالے ہیں (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد بت ٹوٹ جائینگے اور زمین پر
پھینک دیئے جائینگے جیسا کہ آپ نے اسوقت کیا جبکہ مکہ فتح ہوا اور آپ کعبہ میں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گراتے جاتے تھے
اور بت شکست ہو رہے تھے اور جو کچھ یوحنا کے خواب کے بیان میں ہے وہی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور
ہوں گے چنانچہ آپ اس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تھے (۶۰) اور یہ کہ آپ کا
حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو ہمنے ایسا ہی پایا ہے کہ آپ نے اپنی امت پر یہ بات فرض کر دی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی
پر کیوں نہ حکم کرنا ہو لیکن کسی طرح اسکے ہاتھ سے عدل نہ جانے پاوے علی ہذا القیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تھا
کیونکہ عہد کرنے کے بعد بدعہدی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرتے تھے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے
جو لڑائی لڑنے اور تدبیر بتانے سے عاجز ہو اور نہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشہ عبادت میں بیٹھا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپ کے
لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تھا اور آپ کی امت نے
بھی اسے اختیار کیا ہے اور جمعہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب
خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے منہ سے ایک تیغ رواں نکلے گی تاکہ آپ لوگوں کو اس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن
پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اسکے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا بلکہ سچ مچ اس سے انھیں تو مار ہی
دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے ان بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑکر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپ نے
کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے بھر دیا اور انھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان روئے زمین مع اپنے
خدم و حشم کے اتفاق کر کے آپ سے جنگ کرینگے پس شاہان خیبر اور عرب کی دیگر قوموں کا متفق ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا اسکی کافی شہادت

ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو مزامیر میں ہے صادق آتا ہے (۶۵) کہ اُنکے پاس دودھاری تلوار ہوگی اور بڑے بڑے جابروں سے انتقام لیں گے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں کھینچینگے پس بلاشک یہ دونوں باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷) اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خوابگاہوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ اُنکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یاد خدا سے اپنا جی خوش کیا کرتے ہیں یہانتک کہ سو جاتے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کرینگے پس اِسکی مصداق اُنکی نماز ہے کہ اُس سے پہلے بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو اُنکی نماز شروع ہی نہیں ہوسکتی اِسکے علاوہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الضحٰے کی تکبیرات تو مشہور ہی ہیں بہرحال اُنکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اُن پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو تثنیہ میں ہے (۶۹) کہ خدا نبی اسرائیل کو اُنسے غیرت دلائیگا اور ایک جاہل فرقہ سے اُن کو غیرت دلاکر غضبناک کریگا اِسلیے کہ قوم عرب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سوائے بت پرستی کے اُسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اُسوقت کے یہود کا حسد مسلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے جنہیں بے مانگے مراد ملیگی اِسلیئے کہ اُنھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر مکہ پر وہ مضمون جو اشعیا میں ہے صادق آتا ہے (۷۱) کہ وہ بانجھ ہوگا کیونکہ بعد اسمٰعیل علیہ السلام کے اُسمیں کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وحشی (یعنی خانماں برباد) عورت کے بیٹے یہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ ہاجرہ علیہا السلام کی اولاد میں ہیں جو بمنزلہ مطلقہ کے ہو رہی تھیں اور دوسرا قرینہ اِسکا یہ ہے کہ اسمٰعیل عٰ کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی عٰ‌ہ آدمی ہوں گے جیسا کہ سفر تکوین میں مذکور ہے اور شوہر والی عورت کے بیٹوں سے سارہ علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس مکہ کو جو بانجھ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اِس خطاب کرنیکا راز ظاہر ہوگیا کہ "تو خدا کی پاکی اور وحدانیت بیان کریگا اور شکر کا اظہار کریگا" کیونکہ خانماں برباد ہاجرہ کی اولاد سے جو بمنزلہ مطلقہ کے ہو رہی تھیں بہتیرے سارہ کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر دار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مکہ کو جو وسعت حاصل ہوئی ہے وہ عبادت گاہوں میں سے کسی کو بھی حاصل نہوئی ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجانے کی وجہ سے جو مکہ کی توقیر بڑہی ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ نسل ماضیہ کی بتلائی ہوئی علامتوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کر چکا اور بلا استثنا تمام

عــہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آجکل جو اس موقع پر انجیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اِسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی رحمت الٰہی صاحب نے ایک دوسری بشارت کے ذیل میں براہین رحمیہ میں اِسکی تصریح کر دی ہے ہم اُنکی عبارت نقل کرتے ہیں اُس سے ایک اور بشارت بھی معلوم ہوجائیگی صحیفۂ یسعیاہ علیہ السلام باب ۲۸۔ ورس ۱۱۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان سے اِس گروہ کے ساتھ باتیں کریگا اور پیدایش کے سولہویں باب کے ورس ۱۲ میں نسبت اسمٰعیل علیہ السلام کے مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اُسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اُسکے برخلاف ہوں گے اور وہ وحشی نعوذ باللہ من التحریف یعنے اسمٰعیل علیہ السلام عربی اللسان تھے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عربی ہے نہ انجیل عیسٰی اور نہ زبان مسیح علیہ السلام انتہٰے مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ورس ۱۲ میں وحشی تحریف ہے لیکن خیر ہمارا اصل مطلب اب بھی ثابت ہوجائیگا۔ کیونکہ جب وحشی اسمٰعیل علیہ السلام کا وصف ٹھیرا تو ورس ۱۱ میں وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان الخ سے مراد اسمٰعیل عٰ کی زبان ہوگی اور اُنکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ شعیا علیہ السلام اور یہ زبان ہیں جو کتاب الٰہی نازل ہوئی وہ قرآن شریف ہے نہ کہ انجیل کیونکہ وہ عبری تھی ۱۲ منہ حسبہم

علامتیں آپ کے حالات پر منطبق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں ستر سے بھی کچھ زیادہ اور پھر شمار کا عدد بھی کثرت کے اظہار میں بہت کچھ بڑھا ہوا یہانتک کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے تب تو ان میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب سے کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اس زمانہ سے آج تک کوئی انبیاء رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا کہ جسمیں آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوئیں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ بعض علامتیں باقی بھی رہ گئی ہیں اور یہ نوبت نہیں آنے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہونیکا اطلاق ہو سکے ^{عـــہ} کیونکہ انکے حالات اور ان علامات میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نیکی کو پسند اور گناہ کو ناپسند کرتے تھے لیکن سلاطین انکے مطیع نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے لوہے کی چھڑی سے لوگوں کو راہ راست پر چلایا اور نہ وہ دشمنوں سے بڑے لڑنیوالے نکلے اسی طرح اور علامتوں کا حال سمجھیے اور پھر ان سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور گوناگوں ہونے کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہوجانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے اتفاقی طور پر مجتمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقعت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہدے تو بات ہی دوسری ہے پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہوجائیں اور اسبات کا کوئی عقلی یا عرفی مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جنکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں تو اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے نہیں آیندہ آئینگے تو یہ بات ناعاقبت اندیشی اور عداوت پر بھی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض لغو اور سراسر بے سود ہے اور یہ کہکر ایسے شخص کی اطاعت سے جسمیں کہ ساری علامتیں متحقق ہوچکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے بھلا غور تو کیجیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اس سے یہ کہدے کہ اس شخص کو دیدینا جو تھوڑے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے کہ تیرے مالک نے خط دلوایا ہے اور اسکو اس شخص کی چند علامتیں بھی بتلا دے جنکا دو آدمیوں میں بھی مجتمع ہوجانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس آکر اسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر اسمیں اپنے مالک کی بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اسے خط نہ دے اور اس نہ دینے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اسبات میں ذرا بھی شبہ ہو کہ اس نوکر نے اپنے مالک کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور سزا کا مستحق ٹھیرا اور محقق بات کو چھوڑکر ایک امر موہوم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوا اسکے وسوسہ یا ایسی ہی کوئی دوسرے شئے کے اور کیا ہو سکتی ہے پس ہا لوگ بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں منطبق ہونیکے بعد بھی اگر آپ کا اتباع نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گذر بھی گیا ہو اور کوئی دوسرا

عـــہ مترجم کہتا ہے کہ علاوہ علامات مذکورہ کے کتب سابقہ (بیبل) سے بعثت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ بھی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی رحم الٰہی صاحب نے اپنی کتاب براہین حنیفیہ کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۶۲ سے لیکر ۷۳ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد بشارات بیبل سے زمانہ بعثت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بخوبی ثابت کر دکھایا ہے بخوف طوالت میں اسکو یہاں نقل نہیں کر سکتا شائقین اسمیں دیکھ لیں ۱۲ مترجم

آیا ہو تو بیشک عقل سلیم ہمکو بھی اسی لوگر کی طرح راہ راست سے منحرف ہونیوالا ٹھہرانے میں تامل نہ کرے گی پس اگر بعد اسبات کے
بھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ٹھہر چکے اور ان میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں
اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو بتلائیے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک
ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہہ دینگے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر
نجات پا جائیں گے؟ یا ہم یہ کہہ سکیں گے؟ کہ ہمنے تو انکی تصدیق اسوجہ سے نہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار تھا کہ انکے بعد کوئی دوسرا
شخص آئیگا اور پھر اگر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تمنے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم انکی تصدیق چھوڑ کر کسی دوسرے کے منتظر
بن بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو ہمنے ایسا ہی کیا محقق امر کو چھوڑ دیا اور امر موہوم کا انتظار
کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھیر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں ٹھیک بات
یہی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو سچ جانیں اور اگر اسطور پر جیسے کہ حق پر استدلال کرنیکے لیے
کبھی محال بھی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں جنکی خدا اور اسکے رسولوں نے علامتیں
بتلائی تھیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم چوک بھی جائیں تو بیشک ہمکو عذر کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اسوقت اپنے رب
سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سچے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور
سارے آیندہ واقعات کی بھی تجھے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس سچے رسول سے پہلے جسکی علامتوں سے
تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا کہ جسمیں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائنگی
تو کیا تیری حکمت کاملہ اور مہربانی اور رحمت کا یہ مقتضے نہ تھا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے بھی آگاہ
کر دیتا اور زیادہ نہیں ایک ہی آدہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے اور جھوٹے
کا پتہ لگ جاتا اچھا اسے بھی جانے دیجیئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تہیں اتنا اور کہہ دیتے کہ ایک
جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوگا جسمیں یہ سب علامتیں موجود ہوں گی اس سے ذرا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان باتوں
سے ہمکو کچھ بھی نہیں بتلایا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی مقتضے ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہمکو معاف رکھیگا اور اپنے
مقصود کے خلاف اس دوسرے رسول کی اطاعت کرنے سے ہمکو عذاب نہ دیگا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہ بات
تو ہو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو دہوکے میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے اسلیے کہ دہوکے میں ڈالنا اسکی حکمت کے نقصان کا
باعث ہے اور اسکی حکمت میں سارے نقصانات محال ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا بھی محال ہے
اور کسی طرح نہیں ہو سکتا پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم ایسی حالت
میں ضرور دہوکے میں پڑتے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو دہوکے میں ڈالنا ممکن ہی نہیں پس یقینی طور پر معلوم
ہو گیا کہ سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جسمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں پس ہمنے ان دلیلوں
پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہماری
صحیح عقلوں نے صاف یہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

ف کتب سابقہ کی وہ علامتیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے بعد ظاہر ہوئیں ۱۲

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علامتیں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانہ کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوتی رہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے ہونے سے بڑی خوشی حاصل ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں انکی دلیل اور بھی قوی ہو جاتی۔

بیان اسکا یہ ہے کہ آپ پر وہ مضمون بھی صادق آتا ہے جو مزامیر (زبور) میں ہے (۷۵) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت تصرف میں آجائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ بربر اور انکے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے ممالک پر ان کا تسلط ہوگیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اسلیے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وعدہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دیگا اور پھر صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وادی تیہ میں ہی ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

(۷۶) اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آبا کے عوض میں زمین میں سردار بنیں گے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے بہتیرے یمن حجاز اور عراق وغیرہ میں سردار گذرے ہیں اور انکے بیٹے انکے قائم مقام بنے ہیں (۷۷) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دورہ میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ منقضی ہونے کی آپ کی امت کے درمیان اذان میں نماز میں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۷۸) اور یہ کہ مختلف فرقے آپ کی ثنا کرینگے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس ہند۔ داغستان افغان۔ قزاق اور بربر بیوڈان وغیرہ کے فرقے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف وثنا کرتے ہی ہیں (۷۹) اور یہ کہ آپ ہمیشہ بابرکت رہیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد معانی ہیں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر بابرکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ بخت نصر کی خواب کی تعبیر دانیال نے تبلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۸۰) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملیگی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصًا بلاد فارس پر جسکے بارہ میں یہ خواب تھا تھوڑے ہی زمانہ میں تسلط ہوگیا (۸۱) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہوگیا ہو اور پھر اسنے ٹھیکری لوہے۔ تانبے۔ چاندی اور سونے کو پیس ڈالا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور نیست ونابود ہوگئیں کسی کا نشان بھی باقی نہیں رہا (۸۲) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو پہاڑ بنگیا ہو اور اسنے بہت کچھ زمین گھیر لی ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم اسی قبیل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو متی میں ہے (۸۳) اور یہ کہ اللہ کا ملکوتی حکم اس رائی کے دانہ کے مشابہ ہوگا کہ جیسے کسی آدمی نے لیکر کھیت میں بویا ہو اور پھر وہ بڑھکر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہوا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اسلیے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تن تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا یہانتک کہ یہ نوبت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیوع نصیب ہوا۔ اور وسعت کچھ بڑھ گئی اور اسکے عروج کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصًا اس حالت کے بعد تو کچھ پوچھنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی اس سے احکام

مستنبط کیے اور اُسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی اُمت کو دیدی جائے گی جو اُسکے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام - عدل - اور آداب کے اعتبار سے کوئی شریعت اُسکے ہم پلہ نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اُسکا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون فراہم میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بحر سے لیکر دوسرے بحر تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی اُمت بحر ہند سے لیکر بحر طنجہ کے اُس سرے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ نہر سے لیکر زمین (یعنے خشکی) کے سرے تک مالک بن جائینگے پس آپ کی اُمت نہر اُردن سے لیکر جو داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی مشہور نہر تھی بلاد عرب کی انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سرا ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بحر اوقیانوس جنوبی شروع ہوتا ہے اور جو مضمون اشعیا میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی اُمت پر صادق آتا ہے (۸۷) کہ اُن لوگوں کی (یعنے مسلمانوں کی) تلوار تیر و کمان

عــه جناب مولوی رحم الٰہی صاحب کی تحقیق کے موافق چونکہ مصنف حمیدیہ سے اس مقام (بشارت ۸۷ و ۸۸) پر تسامح واقع ہوا ہے اسلیے ہم انہیں کی کتاب براہین رحمیہ سے نقل کرتے ہیں (صف براہین ۱۵) ترجمہ بیبل ہندی مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء صحیفہ یسعیاہ (اشعیا) باب ۲۱ ترجمہ عربی ۱۸۱۱ء - البحرة فی العرب و نبی قیدار پہلے باب کی دوسری فصل میں اُن درسوں کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنکا ذکر یا کہ اس بشارت کے پہلے درسوں میں ہے ان شتر سوار کے وطن کا بیان اُن درسوں میں ہے یعنے عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت بھی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے یعنے سیدنا ذبیح اللہ اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ تیرھویں درس کا بیان ہوا ترجمہ بیبل ہندی مطبوعہ مرزاپور ۱۸۷۰ء درس (۱۴) پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ درس (۱۵) کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں درس (۱۶) خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی ٹھیک ایک برس میں قیدار کی حشمت جاتی رہے گی - درس (۱۷) اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔ انتہٰے - چودھویں درس میں ذکر ہجرت سید الرسل صلعم طیبہ یعنے مدینہ منورہ کیجانب ہے اور آپ کو اس سفر میں شدت تشنگی پیش آئی تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دودھ جو واسطے پیاسے کا آب حیات بخش انس و جان کو پلائی ہے اور موافق ارشاد اسی درس کے "اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو اور پیاسے کا استقبال کرنے آؤ" جن دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ میں آمد آمد کی خبر گرم تھی تیما یعنے طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور مکہ معظمہ کے رستہ پر منتظر طلوع روشنی جمال احمدی کے بہر دن چڑھے تک بیٹھے رہتے الخ درس (۱۵) کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے الخ میں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہ یہی تھا جو بیان فرمایا یعنے کہ تمام قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا کہ ایک تلوار بن گئی تھیں اسی سبب سے جمع کو صیغۂ احد کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع (وے بھاگے ہیں) مشعر معیت صدیق رضی اللہ عنہ اور ہادی کا بھی ہے - درس (۱۶) خدا نے الخ میں اس ارادۂ بد کی سزا کا بیان ہے یعنے ہجرت سے برس روز کے بعد قریش (جو قیدار کی اولاد میں ہیں) اس ارادۂ بد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور مارے جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذن قتال ہوا اور انیسویں مہینے ہجرت رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ بدر ہوا اور اس میں مکے والے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوے اور قید ہوے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

ومن اصدق من الله قیلا ۱۲

اور سخت لڑائی کے سامنے دشمن بھاگ کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عرب کے مورث اعلےٰ ہیں نیست و نابود ہو جائے گی اور ان کمانوں کی تعداد گھٹ جائے گی اور یہ بات آپ کی اُمت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی جن کی باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقۂ قومیت اور آپ پر یہ بھی صادق ہے کہ (۸۹) آپ کی وجہ سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا ہدایت پانا مراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحراؤں میں چشمے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائینگی اور بجائے ریگستانوں کے باغ لہلہاتے ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مرا کرتے تھے وہاں پانی کے چشمے بہیں گے اور یہ اسطرح صادق ہے کہ خلفاءؓ نے راہ حجاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدسہ کہلائے گی یہ اسطرح کہ اُسکے مذہب کے موحد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں اُنہیں گذرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اُسمیں کوئی ناپاک نہ چلنے گا یعنی مشرکین کو اُسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور اُنہیں چلنے والا اسوجہ سے کبھی رستہ نہ بھولے گا کہ اُنہیں بہت سے نشانات ہونگے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج اُنہیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ اُنہیں اللہ کے مہمان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کرنیوالے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرنیوالے ہیں جنکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صیہون کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو داؤد علیہ السلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور اُنھیں میں سے صیہون بھی ہے اور اس طرح کی واپسی اُسوقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب اُن حاجیوں کو لیا جائے جو بلاد قدسیہ کی جانب واپس ہوتے وقت مزیریب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اُسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حبرون کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پائی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے اور اُن کا گانا بھی اپنے مولا کی اسبات پر یاد کرنا ہے کہ اُسنے اُنکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبیؐ کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہانتک کہ بہتیروں کے نزدیک تو اسکے مقابلہ میں شادی کی خوشی بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اُسکے ساتھ ہی اُنکے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہدیے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کھلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت دل کھول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی مشقتیں سفر حج میں اُٹھائی ہوتی ہیں اُتنا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حاصل کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمےٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی اُنہیں یہی تمنا ہوتی ہے بہرحال اُنکا کبھی جی نہیں بھرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے بس کافی ہے آپ کا

غرض تو ادا ہوچکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ واہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بھر جائے اور کیا یہ ایسا چشمہ ہے جس سے تشنہ کو سیرابی حاصل ہوجائے اور پھر جی تقاضا نہ کرے۔

اب آپ نے سن لیا کہ اپنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ باوجود اسکے کہ انہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرنطینہ کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور انکے مصارف بڑھ جاتے ہیں بکثرت آدمی تلف ہوجاتے ہیں باؤ کو گھاٹیوں سے نکلکر مار ڈالتے ہیں پھر بھی تمام اطراف عالم سے رجیسے کہ کاشغر بخارا خوارزم افغانستان طخستان ہند جاوی داغستان کرج قوقاز فارس روملی انضول بلاد روس عراق عرب یمن سوڈان اندرونی افریقہ مصر اور شام وغیرہ کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

دن کو گرمی کی شدت سہتے ہیں راتوں کو سونا حرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اپنے اہل وعیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالنا ہی ان کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور بہتیرے پیادہ پا بادیہ پیمائی اور دشت نوردی کرکے حج کو جاتے ہیں اور یہ ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور انکو اسبات کا فخر حاصل ہے کہ وہ سچے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صہیون کی جانب لوٹنے والوں کی نسبت اون کا یہ قول ہے کہ انکے سروں پہ ابدی بہجت وسرور پایا جائے گا جو حاجیوں کی اس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو انکو اپنے نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکرمہ کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اس عطا سے نہایت ہی ہشاش بشاش نظر آتے ہیں اور انکا یہ قول بھی کہ (۹۹) ان کا غم دور ہوجائے گا ظاہر ہے یعنے اس مبارک زیارت کے حاصل ہونے سے پہلے جو ان کے دل میں غم والم ہوگا دور ہوجائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ان کا یہ قول بھی صادق آتا ہے (۱۰۰) کہ انکی بے سروسامانی جاتی رہے گی یعنے وہ بے سروسامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج انہیں لاحق ہو رہی تھی پس یہ پوری سو علامتیں ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے احوال پر منطبق ہوگئیں اور اہل نظر کے لیے انکا انطباق سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر و باہر ہوگیا جسمیں تردد کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک بھی باقی رہتے تو ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کرنیکا موقع ملجاتا۔ بیان اسکا یہ ہے کہ ہم نہیں کتابوں میں یہ مضمون بھی واقع ہوا ہے جیسا کہ زبور میں موجود ہے کہ منافقوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوجائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہوگا کہ جو برے عمل کرنیوالوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنیوالوں کی کلائیاں ٹوٹ جائینگی وہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے اور رب کے دشمن جب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے۔ نابود ہوجائینگے اور دھوئیں کی طرح فنا ہوکر رہ جائیں گے" اب دیکھیے کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ تیرہ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن کس دن آپ کا ذکر مٹگیا آپ کی امت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر مغرب تک کیا خشکی اور کیا تری قریب قریب ہر قریہ اور ہر شہر میں نماز اور اسکے علاوہ بھی تبیری عباد... پانچوں دن بار بار آپکا ذکر کیا کرتے ہیں اور کوئی ممبر اور اذان گاہ ایسی نہ ملیگی جس پر آپکا نام پکارا جاتا ہو بلکہ ایسا اتفاق بہت ہی کم ہوتا ہے کہ خدا کے نام کے ساتھ آپکا نام لیا جاتا ہو

ف — وہی نشانہ کہ آپ کی امت اور امت کے حسن انتظام کے ساتھ رہنے سے آپ کے صدق پر ایک عمدہ اور بینا استدلال ہے

اور پھر ہی یونہیں نہیں اُسکے ساتھ ہی آپ کے اِسم مبارک کی بڑی تعظیم وتکریم کیجاتی ہے۔ آپ کے لیے بھلائی کی دعا مانگی جاتی ہے آپ کی تعریف زبان پر اور محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر فدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں بہرحال آپکے منصب ومقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور پھر ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین امراء ذوی عزت دولتمند اور فقراء خلاصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں آستانۂ عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرتے ہیں اور وہاں کی خاک پاک کو اپنے درد کی دوا سمجھتے ہیں شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحاء کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن وخوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں اُنکی نذر گزرانی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھئے کہ ہمیشہ ذی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اُسکے مدد کرنیوالے بکثرت پائے گئے ہیں تمام فرقے اُسی کے خوشہ چین رہے ہیں اُسی کے چمکتے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب وعجم کو راستہ سوجھا ہے آپ کے متبعین کی طرف نظر اُٹھائیے تو خدا کے فضل سے ساری زمین اُن سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کچھ آپ نے سنت وفرض انکے لیے مقرر کر دیا ہے سب اُسکی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کسیقدر اختلاف کی جھلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرتے وقت اِسطرح پیدا ہوگئی کہ آپ کی شریعت کی بعضے احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھے ورنہ خدا نخواستہ اصول میں اون میں اختلاف نہیں سب متفق ہیں خدا کی توحید کے قائل ہیں قرآن کی تصدیق کرتے ہیں حشر ونشر کو مانتے ہیں جنت ودوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اتنا زمانہ گذر گیا لیکن اُنکے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے ملو پائے جاتے ہیں پس جب یہ حال ہے تو فرمائیے کہ مسلمان کدھر سے ہلاک ہوئے کیونکر اُن کی کلائیاں ٹوٹیں اور وہ دھوئیں کی طرح کس طرح فنا ہوئے غایت سے غایت یہ ہوا کہ کبھی اُنکو اِس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سامنا کرنا پڑا جو خدا کی عادت کے اعتبار سے اِس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اُس سے مستثنیٰ ہو جاتے۔

اب رہی یہ بات کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اِس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اُسکی تقریر یوں سمجھیے کہ اگر وہ لوگ اِس زمانہ تک رہتے تو اِسطرح کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے متبعین اگر اُن خطاکار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جنکا کہ مزامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں اُنکو پیش آتیں خدا اُنکے ذکر کو نیست ونابود اور اُنکو ہلاک کر دیتا وہ دھوئیں کی طرح فنا ہو جاتے اور اُنکی کلائیاں ٹوٹ جاتیں ورنہ لازم آئیگا کہ داؤد علیہ السلام کی زبانی رب نے جو خبر دی تھی اُسکے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے اِن باتوں میں سے اُنکے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا پس اب بیشک یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ یعنے مسلمان اُن خطاکاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اُسکے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع سچے اور خدا کے دوست ہونگے اب اِسوقت اگر ہم اُنکی تکذیب کرینگے اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُسکو توڑینگے تو بلاشک خدا سے لڑائی کرنیوالے ٹھہرینگے جس طرح کہ یہود کے معلم غمالائیل نے حواریین کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال رسل میں مذکور ہے کہ اگر وہ یعنے حواریین کی رائے اور انکا عمل خدا کی جانب سے ہوگا تو اُسکے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہوگے تاکہ تم خدا سے لڑائی کرنیوالے نہ ٹھیرو۔

اور جب اِس فرقہ کا استدلال اِس طرح مرتب ہوگیا تو تم اُنکو ضرور خیال کروگے کہ وہ بڑے کامل ایمان والے ہیں جنہوں نے اپنے دل کے شبہے مٹالیے اور یہ کہنے لگے کہ خدا بھلا کرے شیطان اور خواہش نفسانی کا بُرا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے ورنہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی پابندی کے پیچھے لکیر کے فقیر ہی بنے رہتے۔ بھلا حق بھی کوئی شرمانے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کیونکر اختیار کرسکتی تھی
جو شے اگرچہ سردست ہی ملجائے لیکن بالکل بقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کردینا کیسے مستحسن سمجھ سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں
بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح زیبا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے
غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کریگا۔ اور ہمارا تو ملجا وماویٰ خدا ہی
کے پاس ہے پھر ہم کیونکر اسکی طرف متوجہ نہوتے اور یہ بھی ایک کہنے کی بات ہے ورنہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھلاتا ہے
کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوے کرسکے۔

ف
جنا فرقہ جو اخلاق اور آداب کا فلاسفر تھا ۱۲

اور انہیں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق وآداب کے فلاسفر تھے شرایع سابقہ سے بخوبی واقف تھے اُنکے اسرار وفوائد کی خصوصیات
میں اُن کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بھلے کاموں
میں اچھی طرح تمیز کرسکتے تھے انتظام ملکی اور دیگر مختلف اوصاف وامور کے حسن وقبح کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر

ف
رسالت کی دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں عقلی اور حسی ۱۲

بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں بہت
کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت
دانشمند اور فہیم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسندیدہ طریقے عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو
رسولوں کے لیے ثابت ہوا کرتی ہیں دوسری قسم معجزہ یا خارق عادت امور ہیں جنکا حواس سے ادراک ہوتا ہے اسکے طلب کرنیوالے
دو ہی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں
اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حواس سے دریافت کرلیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو باوجود اس نقص کے عناد
پر بھی کمر باندھ لیتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمایش کیا کرتے
ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لاینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کردیجیے یا آپ ایسے باغ کے مالک
بنجائیں جسمیں کھجوروں اور انگور کے درخت لگے ہوں جابجا نہریں بہ رہی ہوں ورنہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجیے یا
خدا اور فرشتوں کو بلا لایئے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بنجائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جایئے اور آپکے
چڑھنے کو بھی ہم جب مانینگے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آیئے تاکہ ہم اسے پڑھ بھی لیں اور اُن معاندوں کا جواب
رسول کے پاس یہ ہوتا ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھسے یہ مہمل سوال کیسے؟
مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں یہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس
قبیل کی چیزوں کو ایجاد کرکے میری تائید کردیتا ہے اور جب اُسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرتا یہ ضرور ہے کہ اُسنے مجھے
منصب رسالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اُسنے مجھے حکم دیا ہے تمہیں پہنچا دوں سو وہ میں کرچکا اب تمہیں اختیار
ہے جو چاہو کرو۔
پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل وکرم سے رسولوں کی اُن علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں جو عقلی دلائل
کے قبیل سے شمار کیجاتی ہیں بلکہ ہم تو دانشمندوں اور سمجھداروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو اُن رسولوں میں ہوا کرتے ہیں

عہ یہ فلاسفہ اخلاق کا مقولہ ہے ۱۲

جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھہ ہی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف النسب ہونا خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور زود فہم ہونا۔ آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا۔ اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں یہہ سب باتیں پائی جائینگی کہ وہ ہمکو ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنیکا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور اُنسے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اُسکی یہہ تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنیکے انتظام میں خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جنسے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو

(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جنکا نفع آخر کو ہمیں لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھلائی ہوئی عبادتوں میں اِس راز کی ضرور رعایت کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو اُنکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بے پروا ہے) اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی بھی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ ایسی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشاہدہ اور یقینی دلائل کے بالکل خلاف ہیں۔ اور بُری عادتوں سے منع کرتی ہوگی اور اِس بات کو جائز نہ رکھتی ہوگی کہ آدمی بجائے آداب کے ساتھہ موصوف ہونے کے ایسے رذیل اوصاف میں آلودہ ہوجائے جو نہایت معیوب اور مذموم خیال کیئے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑے اور انتظام درہم وبرہم ہوجائے اور ہمکو ایسی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب ٹھیریں اگر یہہ سب کچھہ ہوگا تو بیشک آپ یقینی اللہ کے بھیجے ہوے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور اُنکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اُسصورت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات بھی نہ ہوجسمیں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور رعایا کی مصلحت کے خلاف ہو پس اسوقت ہم آپ پر ایمان لے آئینگے اور آپ کی تصدیق کرلینگے اور اگر کہیں اِسکے خلاف ثابت ہوا تو آپکے دعوے کو الگ کرینگے اور پھر نہایت سختی سے مقابلہ پر آمادہ ہوجائینگے یہہ کہکر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمایش کی بعد اُنھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت اُنہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں اور اُنکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت بھی نہیں لازم آتی اور اُسکا یہہ بھی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ اخلاق پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھہ موصوف ہو۔ اعلےٰ درجہ کی تدبیروں کو اختیار کرے جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑنے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور اُسکے نقصانات سے اُنکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُسنے حکم کیا ہے وہ بھی ایسی ہیں جنسے خدا کی نعمتوں کا نہایت خوبی سے شکر ادا ہوتا ہے۔ اُنمیں اور بھی بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے لوگوں کو قرار واقعی نفع حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہوکر بُری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کاموں کو جائز رکھتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور ایسی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھہ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا ثمرہ ٹھیرے اِسکی تفصیل یہہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہہ حکم ہے کہ خدا کو ذات وصفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

اس فرقہ کے استدلال کا اجمالی بیان ۱۲

شریعت کے عقائد حقہ پر مشتمل ہونیسے انکا استدلال ۱۲

اور یکتا سمجھو اور اسبات کا یقین اور اعتقاد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے
چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یہ یقین کرنا ضروری تبلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اُسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اُسکا ارادہ
نہایت ہی تام ہے۔ اُسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اُسکے سوا تمام چیزیں اُسی کی محتاج ہیں اُسکو ان ساری چیزوں میں سے کسی
کی بھی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اُسکے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ
رہیگا۔ نہ اُسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اُسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و
اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اُسکے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی
وسعت سے باہر ہو۔ اُسکے سوا نہ کوئی پیدا کرنیوالا ہے اور نہ تدبیر کرنے والا اُسنے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے
اُنکے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اُسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف دوسرے کی
ملک میں بغیر اُسکی مرضی کے بیجا تصرف کرنیکا نام ہے اور اللہ سبحانہ تمام کائنات کا علے الاطلاق حقیقی مالک ہے اِس دنیا کے
علاوہ اُسنے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جنمیں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسایش میں رکھیگا اور دوسرے میں
نافرمانوں کو سزا دیگا یعنی اُسنے جسطرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اِسی طرح بعد فنا ہو جانے کے اُن سب کو پھر زندہ کریگا
تاکہ مطیع کو جزا دے اور نافرمان کو سزا دے ورنہ لازم آئیگا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو دولتمند خوش حال۔ دوسروں پر ظلم و جبر کرنیوالا خدا کے
ساتھ کفر کرنیوالا ہو اُس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بیچارہ مظلوم ایماندار ہو اور اُن دونوں میں کوئی فرق باقی
نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جسطرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا
اِس سے پاک ہے کہ اُسکے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اُسکا جو فعل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اُس سے
صادر ہوگا اِس اعتبار سے کہ خدا سے صادر ہوا ہے ضرور مستحسن ہوگا اُسنے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ
خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدوں کی تعلیم کریں کیونکہ اُنکی عقلیں اگرچہ اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام
صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ اُسکی اُلوہیت کا مقتضا ہے[ف] لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفتیں ہیں کہ جبتک
وہ رسولوں کے ذریعہ سے اُسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اُسکو سمجھ نہیں سکتی اِسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے
کہ لوگوں کو اُنکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور اُنکے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ بمقتضائے حکمت خداوند تعالے نے آدمیوں
کے دو قسم کے اخلاق (یعنے قوتیں یا خواہشیں) پیدا کیے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جنسے اُنکے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے
اخلاق اُنکے خلاف ہیں جو محض اِس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ اُنکے ذریعہ سے اِس عالم کے آباد کرنے میں ترقی کریں[ع]
جہاں کہ اُنھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا
جاتا تو ہر خواہش کرنیوالے کو اُسی حد تک پہنچکر رک جانا پڑتا اور آگے قدم بڑھانے سے مایوسی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار
میں فرق آتا اِسی لحاظ سے اخلاق (یعنے قوتوں یا خواہشوں) کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ اُنکو اِس قابل بنایا کہ
اپنے قصد و اختیار کے موافق اِن قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جاسکے اِسلیے اِن اخلاق سئیہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا

ف رسولوں کے بھیجنے میں کیا حکمت ہے ۱۲

ع جیسا کہ ابھی معلوم ہوجاتا ہے ۱۲

ہوگیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھکر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس
اب مصلحت اِسی کی مقتضے ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کردیجائے اور اُنسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا
اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہوجائے اِسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اُنسے باقاعدہ کام لینا
اور اُن سکے بیموقع جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہانتک کہ وہ ایسی حد پر آگیں جسنے اُنکا ضرر دفع ہوجائے اور نفع ہی حاصل
ہوتا رہے اور اِس طرح سے اخلاق سیئہ ہی اخلاق حسنہ بنجائیں اس کام کے لیے رسول دو مؤثر ذریعوں سے کام لیتے
ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور اُنکو ڈرانا اور اُسکے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کرنیکے لیے
دلائل بھی قایم کرتے ہیں جس سے اِن دو نو طریقوں کی اور بھی تقویت ہوجاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اسطرح سمجھیے
کہ لالچ ایک بُرا وصف ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف
ہرگز نہ اُٹھاتے اور اِسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے تو طرح طرح کے جھگڑے
اور بُرائیاں پیدا ہوجاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اِس قوت سے باقاعدہ کام لینا لوگوں کو تعلیم کری اور یہ
سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کی اِس قوت کو زندگی کی ضروریات
کے حاصل کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں استعمال کریں اسطرح سے اِسکی ترقی کی رفتار میں فرق بھی نہ آنے پائیگا اور بلا کسی
ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس قول سے کہ "میں عہ مکارم اخلاق کی تکمیل کے
لیے بھیجا گیا ہوں" اِسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھدی ہے کہ وہ نہایت
کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی امانت داری اُنکا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور اُنکے — رسولوں کی کیا شان ہوتی ہے ۱۲
ساتھ نیکی اور سلوک سے پیش آنیوالی ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں اُس سے مبرا اور پاک رہیں اِسی بنا پر
وہی نباہی باتیں اُنمیں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ اُن میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو اُن سے نفرت ہو
اور اُنکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں اُنسے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہوگئی ہے اور خدا نے اُسپر معصیت کا اطلاق
کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جنسے نہ اُنکا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ اُنکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسے امور پر
معصیت کا اطلاق کرنا اور اُسکے جانب اُنسے بازپرس ہونا محض اُنکے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ رہی
یہ بات کہ اُنسے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اِسبات سے متنبہ ہوجائیں کہ خدا اکیلا ہے
اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہوسکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم پلہ
نہیں ہوسکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو ادنے ادنے متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو
مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہوا کرتے ہیں پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نہ ہوں
پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبرو ریزی کرنا بیجا عورتوں سے خلاط کرنا جھوٹ بولنا دغابازی کرنا کفر کرنا بت پرستی کرنا
یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اِسبات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں

عہ الفاظ حدیث یہ ہیں بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ ۱۲

کی تعریف کریں اُنکے نام تعظیم و تکریم سے لیں اُنکے ساتھ توقیر سے پیش آئیں اُنکا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اُسپر عمل کریں
ہاں وہ احکام اِس سے مستثنےٰ ہیں جو اُنہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اِس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے
لحاظ سے خدا تعالےٰ خبیر و حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جسنے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر لیے تھے۔

ف — شریعت کن چیزوں کا حکم کرتی ہے اور کن اخلاق سے منع کرتی ہے زبان کی کیا آفتیں ہیں اور کونسے اعمال قبیح ہیں ان سب کا بیان ۱۲

اور شریعت محمدیہ ہر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سیکھنے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات۔ اخلاق۔ اور آداب
میں نافع ہو اُسکا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتم بالشان حکم ایمان و اسلام قبول کرنا ہے یعنے جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے اُنکی تصدیق جازم کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں اُنکی بجا آوری بلا چون و چرا
کرنا۔ اسی طرح اُسکا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقویٰ کرے یعنے
تمام اُن چیزوں سے احتراز کرے جو اُسکے دین میں مضر ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے
عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اِس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گویا کہ وہ اُسکی آنکھوں کے
سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئے صبر کیا کرے یعنے دہشت اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز
خدا کی پسندیدہ ہو اُسپر راضی رہے حیا کیا کرے اور حیا ارتکاب افعال شنیعہ کے خوف سے جی رُک جانے کا نام ہے حلم سے
پیش آئے یعنے جوش غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنے خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا
ہے مگر حدود[عہ] بوجہ مضر عام ہونے کے اِس سے مستثنےٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت و کرم میں کوتاہی
نہ کرے شجاعت کرنے میں پیشقدمی کے ساتھ موصوف ہو غیرت کیا کرے یعنے دین و آبرو کو تہمت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم
رہے یعنے خوف کے وقت نہ گھبرائے دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے مروت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو
نفع پہنچانے کی سچی رغبت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنے خواہش نفسانی کے ہیجان کے وقت اپنا جی
قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنے مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے
پیش آئے یعنے لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفق کا برتاؤ کرے اور وہ امر جمیل تک پہنچانیوالی چیز کی عمدہ طریقہ
سے پیروی کرنے کا نام ہے حسن سیرت کو اختیار کرے یعنے جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اُس سے محبت کرے حکمت
کے ساتھ موصوف ہو۔ شکر کرتا رہے۔ خدا سے ڈرتا رہے اُسکی ذات سے اُمید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور
اُسکے حوالہ کر دے اُلفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کرنیکا نام ہے وفادار بنے صلۂ
رحم یعنے اپنے اہل قرابت سے سلوک کرتا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اُسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ امانتدار
بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرتا رہے دوستی اور دشمنی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت
روی اختیار کرے۔ کوشش پر آمادہ رہے بھاری بھرکم بنا رہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو۔ خدا کے
ساتھ اُنس حاصل کرے دل میں اُسکی محبت اور شوق پیدا کرے پارسائی اپنا شعار رکھے ورع کو ضروری سمجھے یعنے اعمال جمیلہ
کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ استقامت اور راستی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنے ایسی چیزیں اختیار کرے جس سے نیک نام ہو
دل کا نرم رہے یعنے دوسرے کی تکلیف پر علے العموم اُسکا جی دکھے۔ پاک کمائی حاصل کرے یعنے بغیر کسی قسم کی ذلت اُٹھائے

عہ یعنے تعزیرات شرعی ۱۲

اور بدون کسی ظالمانہ کارروائی کے مال حاصل کرے۔ مال اچھے موقعو نپر خرچ کیا کرے غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ پستی اور بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور ناز یبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمیدہ ہیں شریعت نے سبھی کا حکم دیا ہے دہیں آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کرکے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے اور یہانتک کوشش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے بہی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت نہیں دیتی عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے اوامر و نواہی کی مخالفت نہ کی جائے۔ خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ ریا کو چھوڑ دے یعنے لوگوں کے دکھلانے کی غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لیئے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کینہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے کہ آدمی عمل کرکے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسنے اُسے عمل کرنیکی توفیق عنایت کی حسد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت زائل ہوجانے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہوا کرے کسیکی عداوت پر اقدام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لیے ہو اُسکا مضایقہ نہیں تہور سے باز رہے اور وہ ایسی شئے پر جو اس کے قابو کی نہ ہو بیجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے۔ بدشگونی اور بدفالی جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اُڑانے پر آمادہ ہوجائے۔ ناز یبا امور کے لیے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے بچے سنگدلی اور درشتی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بیحیائی کے پاس نہ پہٹکے بے استقلالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابلہ میں دلیری نہ کرے اُسکے غصہ اور عذاب سے بیخوف نہ ہو۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز فوت ہوجائے تو اسپر افسوس نہ کرے دین کے معاملہ میں ڈھیلا نہ ہو سبکی اور اوچھے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے ناحق کسی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے جان بوجھ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اُسکے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور حرص نہ کرے پژمردہ دلی سے علحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے بےموقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جوش میں نہ آجائے۔ خدا کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل سخت نہ کرلے کہ کسی مضطر کی مدد نہ کرسکے۔ زبان کی بہتیری آفتیں ہیں جنسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چغلخوری نہ کرے یعنے کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کردے جسکا ظاہر ہونا اُسے ناگوار ہو کسی کا راز فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی نہ کرے لوگونکی سبکی اور تذلیل کے درپے نہ ہو لعن طعن اور گالی گلوج کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے بیہودہ چیزوں کو کھلے کھلے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ ناحق نہ جھگڑے یعنے دوسرے کی بات میں بلا اس قصد کے کہ حق ظاہر ہوجائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لیے گفتگو نہ کرے بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ ندیدہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ معذور ہے مُنہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصلی باتیں نہ کہے بیموقع سفارش نہ کرے نیکی سے منع اور برائی کا حکم نہ کرے سخت کلامی اور درشتی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کہائے زیادہ قسم کہانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قایم رکہنے کے لیے احتراز کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے رد نہ کرے قرآن شریف کی من گھڑت تفسیر نہ کرے بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کاٹے ہر شخص جسکے ماتحت ہو اسکے کلام کے قبول کرنے سے جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت سے بچے کسی تیسرے کے سامنے دو شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اسے رنج ہو پرائی جوان عورت سے باتیں نہ کرے جو گناہ کرنیکا ارادہ کرتا ہو اسکو گناہ کا راستہ نہ بتلاے ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت دی ہو یا جس سے شرع شدہ کہڑا ہو لایعنی باتوں کے تکلم سے علیحدہ رہے غلام کو اسکے مالک اور عورت کو اسکے شوہر سے بہکا کر برگشتہ خاطر نہ کرے جہوٹی شہادت نہ دے سچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے بھولی بہالی پارسا عورتوں کو تہمت نہ لگائے مردوں کو گالیاں نہ دے بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے علم نہ چہپائے۔ جان بوجھکر خدا اور رسول پر جہوٹ نہ باندہے مفسدہ پردازی کی باتوں سے اجتناب کرے تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں بیحیائی کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشناک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو ایذا پہنچے خیرات کرکے احسان نہ جتائے مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹہیرے مریض پر جو کچھ قرض ہو اُسے نہ چہپائے بلکہ صاف اقرار کردے کسی کے نسب کا نہ جہوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اُس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبرو ریزی میں زبان درازی نہ کرے اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک نہ کرے غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اُسکی غیبوبت میں ایسی بات کہنا ہے جو اُسے بُری معلوم ہو اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اسمیں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے اسکے علاوہ اور بہتیرے قبیح اعمال و افعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرنے سے ممانعت کرتی ہے دغا بازی اور مکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی فتنہ پردازی کی سخت مخالف ہے اور وہ لوگوں میں گڑبڑ مچا دینے کا نام ہے خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکہتی خونریزی خودکشی حرام کاری اور لواطت کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتہ کیوں نہ ہو ناجائز بتلاتی ہے کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گہٹتی ہے خصوصاً زنا سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی نسب کے بارے میں لوگ دہوکا کہاتے ہیں مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جنکا ذرا بھی استحقاق نہیں بچہ اسوجہ سے کہ اسکا پورے طور سے کوئی پرورش کرنیوالا نہیں ہوتا جلد اضایع ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اسمیں طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہانتک کوئی بیان کرے شریعت میں اسکی اجازت نہیں ہے کہ پرائی عورت کو کوئی چہوئے یا تنہائی میں اُسکے پاس ٹہیرے کیونکہ اس میں ناجائز تعلق کا اندیشہ ہے علی ہذا القیاس بے ریش لڑکے کے بارہ میں بہی یہی کہا جاسکتا ہے اسی طرح اُسکا حکم یہ بہی ہے کہ عورتوں کے معمولی ایام میں اُنسے مقاربت نہ کیجائے اسلیے کہ اسمیں سراسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنیکی

اجازت ہے جہاں اُسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنیسے
روکتی ہے اور اسبات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا بھی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اُسکے حکم کے موافق جو نکاح
پر قدرت رکھتا ہو اور اُسکو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اسمیں نسل کی افزایش کے اعتبار سے خدا کی
حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنے وہ اُسکا ولی ہو تو نکاح کر دینے اُسے ہرگز نہ روکے
مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز فاش نہ کرے بن سنور کر کوئی عورت نہ نکلے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بیغیرتی
نہ اختیار کرے۔ اسی طرح کوئی پرائی مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پیئے کیونکہ اسمیں عقل ایسی افضل نعمت جو خدا نے
انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تھوڑا ہے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ پھر اُسکے
نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اُس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی قمار بازی نہ کرے کیونکہ اِس سے
مال ناحق خطرہ میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاسی کے لیے کوئی جھوٹی قسمیں نہ کھایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے صاحب
وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالا کرے بیجا موقعوں پر مال نہ اُڑائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو کسی قسم
کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ زنی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے وائن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا تھا
اور حاجتمند کا اِس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اُسکا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا
ملکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکار رہا ہو تو اُسپر بھاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکا ایک دوسرے سے خیانت
نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کرا کر اُسکی مزدوری نہ مارے بلکہ اُسکے
ادا کرنے میں دیر بھی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اُس سے لوگوں کو نہ روکے
کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ اسیطرح عام رستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگونکو
تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جانداروں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ اُنکی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانات
اور اُنکی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے کھانا اتنا زیادہ بھی نہ کھائے کہ جس سے صحت میں فرق
آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان
سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چھوڑے۔ آپس میں بگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو
ضایع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اُسکے
عمل پر کچھ لینے سے باز رہے۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اسکے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے
بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اُس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز حکومت
نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھسے ضرور خیانت ہوگی۔ اسیطرح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لایق شخص
کو معزول کر کے اُس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے
جہاں مستغیثوں کو رسائی مشکل ہو نہ اپنے مذہب والے پر اور نہ کسی غیر مذہب والے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و ستم سے نہ پیش آئیں
کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا نذرانہ قبول نہ کرے جس سے اِس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ اسیطرح اُس دعوت میں شریک

نہ ہو جس میں اسکی خصوصیت مدنظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر رشوت نہ لے ایسے ہی وہ شخص جو دغابازی کے دریئے ہو رشوت نہ دے ہاں جو شخص حق پر ہو اور وہ اپنی پریشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو کچھ گناہ نہیں رشوت کی لینے دینے میں دلالی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے فضیحت کرنیکے لیے کسیکی عیوب کی جستجو اور پردہ دری کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھہ بھال نہ کرے۔ یہانتک کہ دراز سے بھی جھانکے ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو اسکو سنانا پسند نہیں کرتے جب دشمن اگر سر ہی پر آ پڑے تو اسوقت کم ہمتی نہ کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کرکے مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کرکے نہ انہیں قتل کرے اور نہ کسی قسم کا غیر ظلم روا رکھے۔ فنون حرب سیکھہ کر نہ بھلا وے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا ظلم کی وجہ سے کار منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا۔ ناحق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ نہ بولے براہِ عناد اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بانٹنے میں تقسیم کرنیوالا بے انصافی نہ کرے۔ اسیطرح اشیاء مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ بد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے کسی بارہ درخت کے نیچے یا دریا یا نہر کے کنارہ قضائے حاجت نہ کرے گناہوں سے توبہ کرتا رہے توبہ سے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم جان و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچانیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہانتک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو مع انکے دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بھر جائیں اور پھر بھی ختم نہ ہوں۔

اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ اسمیں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سراسر عظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بیشمار نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انمیں اسرار حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت کے بڑے سے بڑے مرتبے تک رسائی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق ذمیمہ کو ترک کرکے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی یاد میں لگا رہتا ہے تاکہ شواغل دنیوی جو اسکے دلکو گھیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور شیطانی امیدوں کو الگ کرتا ہے وہ اسبات کا دھیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اسکے قریب ہی رہتا ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادات میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپسمیں محبت بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو انکے دردناک حالات معلوم ہو سکیں تاکہ از راہ شفقت و احسان انکے کام نکال دیے جایا کریں نسل سابقہ اور انکے کنبہ والوں کے حالات یاد آیا کریں جنھوں نے کہ اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے منہیات سے احتراز کیا ہے تاکہ اسی طرح سے لوگوں کو انکی اقتدار کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہی انہیں کی سی روش اختیار کریں۔ پھر انکی اور انکے مطیعین کی تعریف کرتے رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔ اسیطرح پر ان عبادات میں جا بجا طرح طرح کے فوائد مفیدہ اور تدابیر نافعہ موجود ہیں جنھیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا انکا سمجھنا کچھ اہل علم

شریعت محمدیہ کی عبادتوں کی جو غایت ہے اور جو انکی حکمتیں ہیں ان پر ظاہر ہو کر انکا اجمالی بیان

ہی کا حصہ ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور اُنکے حکم۔ اسرار اور فوائد سے غافل رہے تو اُسکی ایسی ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری ہوئی سیپ کو پتھر کا ٹکڑا خیال کر کے بے توجہی سے پھینک دے اور اُسکی کچھ قدر نکرے اُسکی نظروں کو اُسکے ساتھہ کچھ بھی دلچسپی نہو۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حاصل کرنے میں سیکڑوں روپے صرف ہوتے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھہ سے ضایع کرتا ہے بہتیرے نادان ایسے ہی ملیں گے جنہیں تمیز تو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لیے آمادہ ہیں اُنہیں خوبیاں بھی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگونکی ٹھیک مثال اُس مریض کی سی ہے جسکو پانی بھی بدمزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بتلاتا ہو کاش یہ لوگ بھی جب انہیں عبادتوں کی خوبیاں نظر نہ آئیں تو اسی مریض کی طرح کریں جو کڑوی دوا کو مفید سمجھکر زبردستی گلے سے اُتار ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑے خدا اِس جہالت کا بُرا کرے سارے گل اسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اُس نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے اُنکو طرح طرح کے نقصانات اُٹھانا پڑتے ہیں۔

اب آئیے آپ کو اس خوش قسمت لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اُس کی تھوڑی سی تفصیل کہہ سنائیں پہلے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ ہر عاقل بالغ کو منجملہ اور عبادات کے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنے تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھنے والا اسکو اس طرح پر ادا کرتا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اُسنے مقرر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک منادی۔ یعنے مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو دنیوی اور اخروی مرغوبات میں پھنسے ہوے ہو یہ بھی خبر ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور اسبات کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مرغوبات کو چھوڑکر اُسکی جناب کی طرف راغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالےٰ معبود یکتا ہے اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو وہی پورا کر سکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے ماسوا سے بے نیاز ہونے میں یکتائی اُسکے خاص اوصاف میں شمار ہو اور ساری خلق اُسی کی محتاج ہو اور ایسا معبود اللہ ہی ہے جسکی ذات واقعی معبودیت کے شایان اور اِس امر میں کتائی کے ساتھہ موصوف ہے پس تمہیں چاہیئے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا اخروی سب اُسی کی جناب میں لیجاؤ اور اُسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر دو بار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ ہیں انہیں کے ذریعہ سے تمہیں اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھہ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اسبات کا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خیر خواہ اور تمہیں بھلائی کے طریق سکھانیوالے ہیں پس اب تمہیں چاہیئے کہ تم اُس عبادت کے ادا کرنے میں بدل وجان کوشش کرو جو انہوں نے تمہارے لیے مقرر کی ہے اور جسمیں تمہارا سراسر نفع متصور ہے۔ اِسکے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اُسکو اِس مضمون کی تفریع سمجھنا چاہیئے جسکی طرف وہ تکبیر و تشہد میں اِس سے پہلے اشارہ کر چکا ہے

نماز اُسکے توابع اذان۔ اقامت میں کیا حکمتیں ہیں اذان اقامت میں جو الفاظ ہیں اُنسے کیا اشارہ مقصود ہے پھر مسلمین اُنکا کیا جواب دیتے ہیں ۱۲

کہ اِس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں تمہیں ضرور التجا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جب یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے یکتا ٹھہرا اور اِس خیرخواہ رسول نے تمہیں اُسکی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اُسکی بدولت اپنی اُمیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگے تو تمکو چاہیے کہ نماز کی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدائے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہو اور نماز ادا کرکے اِسکے وسیلہ سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو۔ پھر وہ نماز کے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر "حیّ علی الفلاح" یعنے کامیابی اور رستگاری کی طرف دوڑ کہکر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھکر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا اُخروی اسی عبادت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اِس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلّاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اُسکی جزا کے ملنے کی اُمید ہو جاتی ہے پس اِس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اُسکی طرف متوجہ ہو جاؤ اِسکے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اُسکی طرف نمازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اسبات پر اُنکو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ جب اِس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھہرالیں بلکہ اُنکی مشتاق نظریں اُسی کی جناب کیطرف رہیں اُسی کا تقرب مدّ نظر ہو اور اُنکا مقصد اصلی اور مدعائے دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو اِسی وجہ سے وہ آخر موقعہ پر دو مرتبہ تکبیر کہتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے یکتائی ظاہر کرتا ہے یہ تو موذن کی کیفیت تھی اب لیجیے سننے والے کیا کہتے ہیں وہ لوگ بھی موذن کے اقوال کو دُہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اُسکی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور اسبات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ بھی اُسکے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ اُنکو نماز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اُسکے الفاظ کو نہیں دُہراتے کیونکہ بلانیوالے کے الفاظ جواب میں بھی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اسلیے وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نماز میں داخل ہوکر اِس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوائے خداوندی مدد اور قوت کے کسی اور طور پر ممکن نہیں ہم تو اُسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور اُن کا یہ قول بطور استکراہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض ناواقف یہ سمجھکر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اُس موقع پر جو کہ اِسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو نماز کرنیوالا مزید تاکید کے لیے اُنہیں الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ سب باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص بھی سن لے جسنے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سنے ہی آگیا تھا یہانتک کہ اِس بارگاہ عالی کی حضوری کے وقت یہ سارے مضامین پورے طور سے پیش نظر ہوں اِسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ "قد قامت الصلوٰۃ" اور بڑھا دیتا ہے یعنے اب نماز قائم ہو گئی۔

نماز کے پہلے طہارت کے شروط ہونیکی حکمت ۱۲

شریعت نے اِس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقرر کیے ہیں وہ بھی سن لیجیے چنانچہ سب سے پہلے یہ مقرر کیا ہے کہ نماز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اُسکا لباس ظاہر ہو اُس مکان میں جہاں وہ نماز ادا کریگا کسی قسم کی نجاست نہ پڑی ہو اُسکا بدن حکمی ناپاکی سے بھی پاک ہو اور اِس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدث کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا اُسوقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اِس طہارت سے نمازی کو اسبات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اُسکا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے مولا کے سامنے اور اُسکی بارگاہ عالی میں اُسکے احسان کا اُمیدوار بنکر شکر کے

لیے حاضر ہوتا ہے پس جسطرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اسبات کا بڑا اہتمام کیا کرتی ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ جا پڑے جو اُسے ناگوار خاطر ہو اسی طرح یہاں بھی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپسندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جنکا منشا خواہ اُنکی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے اُنکا مرتکب ہوا ہو اور جملہ اخلاق ذمیمہ سے اسکا دل بھی پاک ہو یہانتک کہ سارے میل کچیل کو توبہ اور پشیمانی کے پانی سے دہو دہلا کر صاف و ستھرا بنگیا ہو علاوہ بریں بدن کو پانی سے دہونے کی وجہ سے جس خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اُسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اُسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دہونے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اُسکی ساری کسلمندی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اُسکے سارے بندہن کھولدیے جنمیں وہ جکڑی ہوی تھی خصوصًا اُس حالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جاوے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پر چنداں مخفی نہیں۔

غسل وضو اور اعضاء وضو کو خاص ترتیب سے دہونے اور مسح کرنے کی حکمتیں اور تیمم کا بیان ۱۲

شریعت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت کبرے ہے جس سے سارے بدن کا دہونا یعنے غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغرے یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دہو یا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

اب اُسنے سارے بدن کا دہونا اُسوقت واجب کیا ہے جب منی نکلے چاہے حکمًا ہی کیوں نہ ہو (اور حکمًا منی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جماع کرنے سے منی نکلنے کا پتہ نہ لگے) یا جب عورت کے رحم سے حیض یا نفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اسلیے شریعت نے بھی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اسیوجہ سے اُنکا نام حدث اکبر رکھا گیا پس گویا سارے بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے گناہوں سے توبہ کر کے پاک ہونا چاہیے جنکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصًا اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو اور بھی ضروری ہے۔ دوسری حکمت اسمیں یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جنسے بچہ بنتا ہے چنانچہ منی حمل ٹھیرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اُسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک بخت ہوتا ہے اور کبھی بدبخت۔ بچہ کے نیک بخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعًا قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ اُمید ہوسکتی ہے کہ ان دونوں میاں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزا ملے خصوصًا اُسوقت جبکہ اُن دونوں کی نیت بھی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ اسطرح نسل میں خدا کے مطیع موحدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیکبخت نہونیکے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت مکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جسمیں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اُسکے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دہونے سے اسبات پر آگاہی حاصل کرنا چاہیئے کہ ایسے امر سے

بھی توبہ کرنا مناسب ہے جسمیں گناہ کی سببیت کا احتمال بھی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے جنمیں میرا سارا بدن شریک ہے مجھے اسبات کی تشخیص ہوگئی کہ اگر ایسا بچہ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اسکا سبب ٹھیروں گا اسلیے میں اپنا سارا بدن دہوئے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اُس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سببیت سے تیرے سامنے کرنا چاہیئے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علیحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اہتمام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ حقیقۃً یہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب رہیں ایسی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقۃً خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون بہے یا قضائے حاجت کے دونوں مقاموں میں سے کسی سے سوائے منی خون حیض بانفاس کے کوئی اور شئے خارج ہو اور خواہ حکماً اُنکا خروج پایا جائے جیسے کہ اسطرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہوجائیں اعتبار کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اُس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص خاص اعضا کو ملوث قرار دیا ہے گویا اس طہارت صغریٰ کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں (اور وہ بعض اعضاء کے دہونے اور بعض کے مسح کرنے کا نام ہے) اُسکا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور اُن اعضاء کی تخصیص اور اُس ترتیب میں جو اُنکی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب نکتہ کی رعایت مدنظر ہے بیان اُسکا یہ ہے کہ سارے بدن میں بھی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کرنیکے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اسلئے اُنکے دہونے سے اُنکی طہارت باطنی کے اہتمام پر تنبیہ ہوجائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ اُنکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ کیجائے۔ اعضاء کے دہونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے اسمیں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا ہو اُسی کو سب سے مقدم کیا جائے پھر اُسکے بعد اُس سے کم اسیطرح آخر تک سمجھنا چاہیے پس سب سے پہلے چہرہ کے دہونیکا حکم ہے جسمیں منہ ناک اور آنکھیں پائی جاتی ہیں اور چہرہ میں سب سے پہلے منہ سے دہونا شروع کیا جاتا ہے اسلیے کہ تمام اعضا میں سے زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اُسی سے کلمہ کفر کا کہا جاتا ہے اُسی سے غیبت چغلخوری کیجاتی ہے فحش بکا جاتا ہے اسکے علاوہ بھی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جنمیں سے کچھ پہلے بھی بیان ہوچکی ہیں پس منہ کے دہونے سے جب یاد آجاتا ہے کہ طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُسنے بیجا کہا تہا اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اسیطرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کرکے اُن چیزوں سے جنکو اُسنے بلا اجازت شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جنکا دیکھنا حرام تھا اور اُسنے اُنہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد کہنی تک دونو ہاتھوں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست درازی کرنیکے لیے ہاتھ بڑہتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر جا ہی لگتا ہے پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ اُنکی طہارت باطنی کا بھی خیال پیدا ہوگا اور اپنی دست درازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کرنیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا اسلیے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے ملی ہوئی ہیں اسوجہ سے سر کے لیئے متوسط درجہ کا حکم یعنے مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اسیطرح چونکہ کان میں بسا اوقات

عـہ یعنے کلی کیجاتی ہے اور کلی سے پہلے جو ہاتھ گٹے تک دہوئے جاتے ہیں وہ اصل میں کلی ہی کرنے کے لیے صاف کر لیے جاتے ہیں ۱۲ مترجم

بلا قصد کوئی بات آپڑتی ہے اُسکے لیے بھی مسح ہی پر اکتفا ہوا اور غسل کی طرح اب مسح کرتے وقت بھی توبہ کی یاد آجائے گی کانوں
نے جو کچھ بیجا سنا ہوگا اور سر سے بباعث مجاورت ان اعضا کے جو کچھ سرزد ہوا ہوگا اُس سے بھی اپنے کو پاک کرے گا گردن
کے مسح کی نسبت بھی اسی طرح کہا جا سکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دہونے کا حکم ہے اسلیے کہ جب آنکھیں دیکھ چکتی ہیں اور زبان سے
کچھ باتیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکتے ہیں کانوں میں آواز آلیتی ہے اُسوقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُٹھتے چلتا ہے پس
مخالفت میں سب سے پیچھے پیرہی ٹھہرے اسلیے سب سے پیچھے اُنکے دہونیکا حکم ہوا اور اُنکے دہونے سے بھی پیروں کے
لحاظ سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے بیجا قدم اُٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین
تین مرتبہ دہونے میں ایک عجیب وقیق نکتہ پایا جاتا ہے گویا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں رکن
یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو اُسپر نادم ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اسبات کا پختہ قصد کرے کہ آیندہ اُسکا مرتکب
نہ ہوگا پس ہر مرتبہ دہونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تنبیہ ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکتا ہے
اور توبہ کرکے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اُسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے "اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین"
یعنے اے خدا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک وصاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے اسمیں اُسکے لیے گویا یہ اشارہ پایا جاتا ہے
کہ خدا سے وہ یہ التدعا کرے کہ اُسنے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر اُسپر احسان کیا ہے اُسے قبول بھی کر لے۔ اور جب نمازی
کو پانی کا میسر آنا مشکل ہو یا بوجہ مرض کے اُسکے استعمال پر قدرت نہو تو اُسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا
ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبیل سے ہو بنیت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسح کرنے کا
نام ہے اور یہی ایسے اعضاء ہیں کہ انسان کو جنکے پاک کرنے کی اور اعضاء سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اسمیں گویا بندہ
کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُسپر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حاصل کرنے کی اُسے
توفیق نہ ہو تو اس سے تو گیا گذرا نہ ہو کہ اپنے گناہ دیکھکر عجز و انکسار کرنے لگے کیا عجب کہ اسی بہانہ خدا اُسکے گناہ بخشدے
چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انکسار پیدا کرے وہ ایسی اطاعت سے تو اچھا ہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و تکبر کرنے لگے علاوہ
بریں جب اس مسح کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا کہ اُسپر اب توبہ کے تمام ارکان
کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور وہ حقیقۃً توبہ بھی کر لے پھر چونکہ اعضائے وضو میں سے پیروں کے دہونے میں زیادہ پانی
صرف ہوتا تھا اور کچھ مشقت کا بھی اندیشہ تھا اسوجہ سے اگر چرمی موزے پہن لیے جائیں تو بغرض آسانی خاص شرطوں کے
ساتھ اُنپر پانی سے مسح کرنا بھی جائز رکہا گیا اور اسطرح پر اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ بھی فوت نہیں ہونے پاتا
شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نماز ننگے ہو کر نہ پڑہی جائے بلکہ نمازی بدن ڈہانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت
پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمیمہ سے اگر پورے
طور پر توبہ کرکے پاک وصاف بننا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑھنے لگے یا یوں کہیے کہ اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے
تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبائے رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹا رہے اور اُنکی یہ حالت
ہو جائے کہ گویا اُنہیں پردہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چھپانا بھی نماز میں شرط ہونا اور عورت کو بہ نسبت مرد کے زیادہ بدن چھپانیکا حکم ہونا

بدن چھپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اُسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو ادھر اُدھر جی نہ بھٹکنے پائیگا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اُسپر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی اسیلیے اُسے حکم ہے کہ سارا بدن چھپائے ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کھولنے کی اجازت ہے جسکے کھولنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی تک دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چھپانا ضروری نہیں اور وہ عورت لونڈی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضاء کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھلجاتے ہیں اور اُنکے چھپانے کے واجب کرنے میں حرج متصور تھا اسیلیے اُسکو اُنکے علاوہ بھی کسی قدر اور بدن کھلا رکھنے کی اجازت دیگئی۔

ف نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنیکی حکمت اور نیز استقبال کعبہ سے مقصود خدا ہی کی عبادت ہوتی ہے نہ کعبہ کی

شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازی کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھے اسیلیے کہ انسان کے لیے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور اُن جہتوں کے نام یہ ہیں آگے پیچھے دہنے بائیں۔ اوپر نیچے پس اگر اُسے اختیار دیدیا جاتا کہ جدھر چاہے مُنہ کرکے نماز پڑھ لے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف یکسو ہوجائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کرکے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اُسکا جی پریشان ہوجاتا اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتا اور اسی حیرت میں رہجاتا کہ کدھر مُنہ کروں کدھر نہ کروں معلوم نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لایق تر کونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہوجائے۔ پس خدا نے بنظر تلطف انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کرکے کعبۂ مکرمہ کو مقرر کردیا کہ اُسکی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھی جائے کیونکہ خدا نے اس قطعۂ زمین کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر معظم و مکرم بنا دے اسیلیے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علے الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنے خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اس تعیین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اُسکے جی کو اسبات کا اطمینان ہوجائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اُسنے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے اُمید ہے کہ اُسکی دعا ضرور مقبول ہوجائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں مثل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اُسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اُس سے مقصود جناب باریتعالے ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں اسیلیے کہ جو شخص خدا پناہ میں رکھے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اُسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی ہے پس اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا انتہا درجہ کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

ف نماز کے تکبیر سے شروع ہونیکا اور شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھانیکی حکمت

پہلے بھی معلوم ہوچکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور اُس سے مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اسوقت نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھاتی ہے اللہ اکبر کہنے میں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اسطرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اُسکا مولے جسکے سامنے وہ حاضر ہونے کو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مولے کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اُخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کرکے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونو ہاتھو

کے اُٹھانےسے یہی وہی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کرکے اُس چیز سے جو اُسکے سامنے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اسکی آنکھوں کے روبرو حاضر ہیں اور یہ کہکر کہ خدا جملہ اشیاء سے بڑا ہے وہ اُن سب سے ہاتھ اُٹھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اُسی کو اختیار کرتا ہوں اور میں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑے دیتا ہوں میں تو اُسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا پختہ قصد کرچکا مرد کے خلاف بجائے کانوں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اُٹھانے میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبانِ حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورتوں کے لیے محض شانوں ہی تک ہاتھ اُٹھانا کافی سمجھے جانے میں اُنکے پردہ کی بھی رعایت ہوجاتی ہے۔ پھر بندہ تکبیر کہکر غلاموں کی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوجاتا ہے اُسکی نظر ہے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے دونو قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہلنے پاتا ہے نہ اِدھر اُدھر جھکتا ہے۔

اِسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دعا[ع۱] پڑھتا ہے جسمیں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برات بیان کرتا ہے۔ پھر اُسکی تعریف کرتا ہے اُسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اُسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اُسکی وحدانیت کا مقر ہوتا ہے اسکو یوں سمجھیے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے کے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جنسے اُنکی عظمت ظاہر ہو اسیطرح خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اِسکی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گذارش کرنیسے پہلے بمنزلہ القاب ذکر کرنے کے ہے پھر چونکہ انسان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اُسے یہی فکر رہتی ہے کہ کسیطرح اسکے دلمیں وسوسہ ڈالکر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگنے دے اور اُسے پریشان کردے اسلیے شیطان کی عداوت سے بچنے کے لیئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنے میں اِس مردود شیطان کے شر سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اِس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لیے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اُسکے دل کو سہارا ہوجاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت آپہنچتا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ[ع۲] پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیتا ہے اسکے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ پہلے[ع۳] تو وہ خدا سے توسل حاصل کرنیکے لیے نہایت ہی شریف وسیلہ کو ذکر کرکے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اُسکا نہایت ہی باعظمت اسم مبارک ہے کہ اُسکے سوا کوئی اُسکے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جسکے اعتبار سے اُسکو اسبات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اُسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی اُمید کیجاتی ہے۔ ایسلیے وہ اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم یعنے بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اُسکی دعا مقبول ہونے کے لیے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق سبحانہ تعالےٰ کی عظمت اور اُسکی نعمتوں کی وسعت خصوصًا اُسکے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتدائے پیدایش سے برابر

ف سبحانک اللهم الخ اور اعوذ باللہ الخ کے شروع نماز میں پڑھنے کی حکمت ۱۲

ف بسم اللہ اور آیات سورۂ فاتحہ کے اشارات کی تفصیل اور آمین کے معنی ۱۲

ع۱ اور وہ دعا یہ ہے سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالے جدک ولا الہ غیرک ۱۲ مترجم ع۲ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کی حکمت ہے مترجم ع۳ یہ الحمد للہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

اُسپر ہونا رہا خیال کرکے اُسکی ذات عالی کی جوکہ تمام اعلےٰ سے اعلےٰ محامد کی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسانات کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جنمیں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُسکو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ[عہ] دیکھ کر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُس نعمت کی بیقدری کرتے ہیں اور اُسکا کماحقہٗ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اُسکا بھی اُنہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ موصوف کرکے اسبات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ[عہ] خیال کرکے کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب اُنپر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترانے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کیجائے اُنکی اصلاح نہیں ہوسکتی اسلیئے اُسکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف وجزا کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے پس جسطرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی اُمید کرنا چاہیئے اسیطرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرتا بھی زیادہ رہے اب[عہ] وہ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جوکہ اُسکی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکریہ ہوا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری امروں کا لحاظ کرتا ہے اوّل تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلیئے اپنے اُن موحد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملاکر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جنمیں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کرکے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ اُنہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اسکی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہوجائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی ٹھیرائے ہیں اسلیئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اُس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُسوقت وہ کچھ کرسکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کردے اُسکے دل میں اُسکی رغبت پیدا کردے اور سارے موانع دور کردے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اسلیئے وہ اُس سے اسطور پر مدد کا طلبگار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوجائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُسے مطلوب نہیں۔

پھر[عہ] اسبات کا خیال کرکے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کیے جائیں اور اُنمیں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلےٰ درجہ حاصل ہوجائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض[عہ] تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہ راست کو پالیا اور اسطرح سے وہ فائز المرام ہوگئے اور بعض[عہ] عمل میں کجروی کو دخل دیکر خدا کے مورد غضب بن گئے اور بعض[عہ] نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اسطرح سے حق سے بھٹک گئے پس نمازی کو راہ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ یہ بھی

عہ یہ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۱۲ مترجم عہ یہ اہدنا الصراط المستقیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم عہ یہ صراط الذین انعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم عہ یہ غیر المغضوب علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم عہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں ۱۲ مترجم

اُنہیں لوگوں میں سے ہوجاتے ہیں جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالامال ہوگئے تاکہ اس ذریعے سے یہ بھی اُنکے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو اسمیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیے کہ جو اُسکو راہ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گویا نمازی یوں کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحد بھائیوں سمیت تجھسے اُسی فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جنپر تو نے عقیدے اور عمل دونو کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انہیں کے زمرہ میں داخل ہوکر اُنکی نیک صحبت کی برکت سے کامیاب ہوجائیں اور اُن لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جنپر اسوجہ سے کہ اُنھوں نے بُرے عمل کیے تو غضبناک ہوا یا جو غلط عقیدوں کی وجہ سے راہ راست سے بہک گئے اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا کہیں ہم بھی اسی آفت میں مبتلا ہوجائیں اور پھر اُنہیں کی طرح ہمکو بھی نقصان اُٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دعا کو ختم کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اس موقع پر بلفظ آمین کہتا ہے یعنے اے رب اب ہماری دعا کو قبول کرلے کیونکہ تو نے تو اپنے رسول کی زبانی ہمسے وعدہ کر کے ہمیں اُمیدوار بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دعا کرنیوالے کی بہت جلد سن لیا کرتا ہے پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اُسکے لیے وہ جو دوا تجویز کردیتا ہے اُسکو استعمال کرتا ہے اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اسیطرح پر یہاں بھی سمجھیے کہ بندہ کا خدا سے راہ راست کی رہنمائی کا طالب ہونا گویا کہ اپنے بیجا اعمال اور بُرے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اُسکے جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا علاج یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور اسمیں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھو اس سے تمکو شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام ایسی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق، شرک، ریا، کبر، حسد، کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت حاصل ہوتی ہے اسلیئے کہ اُسمیں کافی طور پر دلائل بیان ہوے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اُسے پڑھوگے تو تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہوجائے گی اور تمہارا مرض زائل ہوجائیگا۔ اسوجہ سے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو بمنزلہ مرض بیان کرنے کے تھی اپنے طبیب کی تبلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے اب اس دوا کو استعمال کر کے یعنے کلام اللہ سے کچھ پڑھکر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل کرنے کے لیے اپنے آپکو اپنے مولےٰ کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضۂ قدرت میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے بھی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولےٰ کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا ہے اور اسی کو رکوع کہتے ہیں پھر وہ اسی حالت میں اپنے باعظمت مولےٰ کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جسکے کہ سب محتاج ہیں پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اُسنے اپنی ہیئت سے بھی اپنی عاجزی ظاہر کردی اُسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار بھی کرلیا اُسکی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کرچکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنیکے لیئے سیدھا کھڑا ہوجاتا ہے۔ جسنے کہ دوائے شافی عنایت کر کے اُسپر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اسطرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور اُسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی سُنتا بھی ہے اور اُنکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو اُسکی تعریف کرتا ہے وہ اُسے بھی سُن لیتا ہے پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانے کے لیے "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا کرتا ہے

ف — فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ کی حکمت ۱۲

ف — رکوع و قومہ اور جو کلمات اُنمیں پڑھے جاتے ہیں اُنکی حکمت ۱۲

یعنے جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا اُسکی سُن لیتا ہے۔ اور پہر وہ اپنی تعریف وحمد اللہم ربنا لک الحمد کہکر پیش کر دیتا ہے۔
اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ابد تک بہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے جب
بہی سو حصوں میں سے ایک حصہ بہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے
رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پہر میں کونسا کام
کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بہلا مجھ
بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑہکر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت
ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت وجلال کی تعظیم کرنیکے لیے زمین پر تیرے سامنے رکہدوں اگرچہ
میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی وعظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے
مولے کی تعظیم کرنے کے لیئے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اُسکے سامنے زمین پر رکہدیتا ہے اور سجدہ
میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اُسنے یہ حالت اپنے ایسے مولے کی تعظیم کی غرض سے اختیار
کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اسلیئے وہ سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعْلٰی کہنے لگتا ہے یعنے میرا رب جو تمام چیزوں سے عالی ہے تمام
عیبوں سے پاک ہے اور پہر یہ خیال کرکے کہ اگر وہ تمام عمر بہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب بہی اُسکی تعظیم کا پورا پورا
حق ادا کرکے سبکدوش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اُٹھا لیتا ہے گویا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ
اُسکی عظمت وکبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم وتکریم ہیچ ہے اُسکا کما حقہٗ کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا پہر سجدہ سے
سر اُٹہانے کے بعد وہ دیکہتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف وبزرگی کی حالت تہی اور ابہی تو اس مقصد عالی سے
میرا مدعا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہ بہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ بہی نہیں کیا تہا خدا کا شکر
ہے کہ مجہے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ سمجہکر شیطان کے خلاف پہر اُس بارگاہ عالی میں اپنے مولے کی عظمت ظاہر کرنے کے
لیے سر کو سجدہ میں رکہدیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے سر اُٹہا کر نماز کے بقیہ اعمال وافعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے
اور اُسی طرز سابق سے جسمیں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر اُن سب کا بیان
کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پہر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کے لیے
اس بارگاہِ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہوکر غلاموں کی طرح باادب دوزانو بیٹہ جاتا ہے اور اپنے مولے کے حضور میں جو کہ زمین
وآسمان کا مالک ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات کہکر تحیت وسلام عرض کرنے لگتا ہے ٹہیک اسیطرح سے جیسے کہ شاہی
دربار سے باہر آتے وقت آداب بجا لایا کرتے ہیں اب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جنکے ذریعہ سے اُسکو
اس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بہیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت ورحمت کی دعا کرتا ہے
اسی لیے اس موقع پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہتا ہے پہر اُسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے
اُسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اُسکو اور اُسکے موحد بہائیوں کو امن وامان میں بہی رکہے پس وہ السلام علینا
کہکر اس رغبت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پہر اُسے اپنے اُن بہائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتھ ملاکر اسنے اپنی

ف سجدہ اور اسکے تسبیح کی حکمت ۱۲

ف قعدۂ اخیرہ اور جن چیزوں پر وہ مشتمل ہے سب کی حکمت ۱۲

عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اسوجہ سے اُنکا حق اُسکے اوپر کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ
خدا نے جو کچھ نعمتیں اُنہیں دی تھیں اُنکے لیے بھی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وعلی عباد اللہ الصالحین کو اور بڑہا دیتا ہے پھر
گویا کہ یہ بات اُسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ منعم حقیقی خداوند تعالےٰ ہی ہے اور اس بھلائی تک جنکے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے
وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالےٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونیکی
شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اُٹھا کر اسی یکتائی کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد۔ قول و فعل جملہ اعتبار سے موحد بنجائے
اور اسمیں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جا سکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار
سے بھی فرد ہو۔ اسکے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت
کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ" کہتا ہے۔
اب ہم اسکا اسبات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے
بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جسطرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گھر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے
عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کرکے کہ اُسکو خواہ دنیوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کیطرف
احتیاج ہے اسلیے اپنی حاجتوں کے لیے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسبات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے
باہر آکر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش وغیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری
کر دیا ہے کیونکہ اُسنے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ
اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں۔ اسلیے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اُسی طرف رہنے
دیتا ہے اور فقط چہرہ اِدہر اُدہر پھیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھکو ضرورت نہ درپیش
ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبھی جدا نہوتا اور اسکی جدائی کا صدمہ نہ اُٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا کہو
اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا۔ اُس سے دعا مانگنا۔ اُسکی تعظیم کرنا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی سے پیش
آنا ہیں۔ اب وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جنکی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا۔ "السلام علیکم و رحمۃ اللہ"
کہکر متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔
پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مر کر زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا بھی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرنے
معطل رہتے ہیں مرنے ہی کی مثل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اُس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اُٹھا کھڑا کیا اور
اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر ہلانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اُسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اِس نیند سے
اُسکی تلافی کر دی کہاں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سویا تھا اور اُٹھنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور بشاش ہوگئی
علاوہ اسکے خدا نے اسکو سونے کی حالت میں تمام موذی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کھانا بخوبی ہضم کرکے اُسکو ایسی
عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل چکر میں آجاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا پتہ بھی نہ لگا کہ فعل انہضام
نے کیونکر انجام پایا اور اُس سے اُسکو کیا کیا فائدے پہونچے اور کون کون سی مضر چیزیں دفع ہوئیں اُسکی غایت درجہ کی کوشش تھی

ف نمازِ پنجگانہ کو اُنکے خاص خاص اوقات میں ادا کیے جانے کی حکمت ۱۲

کہ اُسنے کہانا نگلکر معدہ میں پہنچالیا تہا اور اسطرح سے اُسنے کہانے کی لذت حاصل کرلی تہی اسکے بعد ہضم وغیرہ کا خیال بہی اُسکے
دل میں نہ گذرا تہا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے نیند سے اور بہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار
نعمتیں پائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آہی نہیں سکتیں اسلیے اُسکے ذمہ یہ بات ضروری ہوگئی کہ بیدار ہونے کے ساتہ
ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑہے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب آدہا دن گذر جاتا ہے اور
خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آنے لگیں روشن
کردیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کرلیتا ہے اُسپر کسب معاش کے
ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل جکتی ہے کوئی کہانتک بیان کرے اسکے علاوہ بہی بے انتہا احسانات خدا کی جانب
سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُسوقت بہی اُسکے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پہر جب دیکہتا ہے
کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُسنے اپنے
کاموں سے فارغ ہوکر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت بہی اُسپر اِس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے
اور پہر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکہتا ہے کہ دن ختم ہوگیا اور رات آپہنچی جسمیں کہ اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ
بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جسمیں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ بخیر و خوبی ختم ہوگیا تو اُسپر اسوقت
بہی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف پہر متوجہ ہو جائے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس وہ
نماز مغرب ادا کرتا ہے پہر جب چاروں طرف تاریکی چہا جاتی ہے اور سونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح
سے لیکر اب تک اسپر ہوتی رہیں اُنکا شکر ادا نکرسکا اور جو کچہ عبادت اسنے کی ہی اُس سے سو حصوں میں سے ایک حصہ
بہی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکہتا ہے کہ خدا کا اسوقت کو پیدا کرنا بہی کہ جسمیں بہت اچہی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی
بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اور وہ بہی اُس حالت میں جبکہ اُسے کسی کا خوف نہ ہو اور اپنے مکان میں نہایت
ہی نرم بچہونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچہ شکر ادا ہوسکے اُتنا ہی ادا کرے
پورے طور سے شکر ادا کرکے سبکدوش ہو جانا تو ساری عمر صرف کرنے پر بہی ممکن نہیں ہے چاہیے وہ ہزار عبادت کرے رات
و دن بلکہ ہر لحظہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجہا جائیگا
پہر دیکہیے کہ خدا نے ادائے شکر کے لیے جو نمازیں ضروری ٹہرائی ہیں تو اُس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہو تیس رکعتیں ہیں دس
دن کو اور دس رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کرکے چودہ رکعتیں کردی گئی ہیں چہہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا
وقت ہے اور آٹہہ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جسمیں مسافر ٹہیرا کرتا ہے ان پنجوقتی نمازوں کے ساتہ کچہ اور نمازیں بہی
مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ السلام نے اُنکے ادا کرنے کا اِس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر
کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچہ نقصان رہگیا ہو تو اُنکے ذریعہ سے وہ پورا کردیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت
کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کرکے اُسمیں بیس رکعتیں سنت علاوہ اُنکے اور مقرر کی ہیں تاکہ اُسکی نمازوں کی
اور زیادہ تکمیل کردی جائے۔ یہ تو ہو چکا اگر ابہی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور حکمتیں نظر آئیں گی مثلاً

ف
سنن اور تراویح
کی حکمت ۱۱

اُسنے لوگوں کے نفوس مہذب ہوتے ہیں خصوصًا جابروں اور متکبروں کے نفوس جوکہ ویں سے اپنے دامنوں کے چہو جانیسے
بہی ناک چڑہاتے تہے اور اس سے بہی اُنہیں عار آتا تہا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکہیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی
عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور اُن لوگوں کو جوکہ دنیاوی تفکرات میں اپنے کو کہپائے ڈالتے ہیں اسی بہانہ سے اپنے پیدا
کرنیوالے اور اپنے نگہبان کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اِس خدمت گذاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کہڑے ہوتے
اور اِس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کردیجاتی تو دن تو دن سالہا سال تک بہی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ گذرتی
کہ اُنکا کوئی خدا بہی ہے جسے اُنہیں حساب دینا ہوگا اور وہ اُنکی حرکات وسکنات سے بخوبی واقف ہے اور اِس امر کی شہادت
کے لیے یہ کیا کم ہے کہ یہ لوگ اب بہی اِس غفلت میں پڑکر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بنجاتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث
ہوتے ہیں علاوہ بریں نماز کے وقت از سرنو توبہ کرنی بہی نصیب ہوتی ہے اِسی موقع سے اِس راز کا بہی پتہ لگتا ہے کہ نماز
بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکہتی ہے جیساکہ قرآن شریف
میں نماز کی نسبت واقع ہوا ہے۔

ف اب لیجیے جماعت سے نماز پڑہنے اور تمام اعمال نماز میں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا نکتہ سنیے اور وہ یہ ہے
کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہوجائیں جیساکہ ہم سرداران لشکر کو دیکہتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں
سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُنکی بخوبی رعایت نہ
کرسکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنے رہیں
اور اِس نکتہ کو فارسیوں کے سپہ سالار رستم نے خوب ہی سمجھا تہا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکہا کہ اپنے پیشوا کے پیچہے نماز پڑہ رہے
ہیں اور ساری حرکات وسکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اِس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچہ اُسنے کہا تہا
وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑہنے میں ایک یہ بہی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہوجاتی ہے اور اسطرح سے
آپسمیں محبت وہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اِسی سبب سے اِس امر کی اور عبادتوں میں بہی رعایت مدنظر رکہی
گئی ہے اور یہ کام اِس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کی مسجد
میں پانچوں وقت نماز پڑہنے جایا کریں اِسی طرح اہل شہر کو بہی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑہنے کے لیے جامع مسجد
میں جمع ہوجایا کریں۔ رہی عید الفطر وعید اضحے کی نماز اُسکے لیے شہر تو شہر اُس کے قرب وجوار تک کے لوگ بہی سال میں
دوبار جمع ہوا کرتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کردی گئی ہے کہ اُنمیں سے خدا جن جنکو مقدرت
دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہوجایا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے

ف اِس شریعت محمدیہ نے اپنی پیروی کرنیوالوں کے لیے اِن دینی مجمعوں سے بعض بعض میں یہ بہی مقرر کیا ہے کہ اُنکا پیشوا
لوگوں کو مخاطب کرکے خطبہ پڑہے یعنے اُنکے سامنے کچہ تقریر بیان کرے جسمیں اُنکو نصیحت کے مضامین سُنائے نا زیبا
اُمور سے زجر و توبیخ کرے اور جو کچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیے لائے ہیں اُسکی اُنہیں یاد دلائے

ف جماعت سے نماز پڑہنے اور جمعہ عیدین اور حج وغیرہ عبادتوں میں مجتمع ہونیکی حکمت ۱۷

ف خطبہ کی حکمت ۱۸

اور اُن لوگوں پر یہ ضروری ہے کہ خاموش ہو کر بگوش دل اُسکو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اُسوقت کیسے چپ چاپ گھٹنوں کے بل سر جھکائے بیٹھے سنا کرتے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ اُنمیں سے کسی بات کی تحسین کیلیے کوئی تالیاں بجاتا ہے اور نہ کسی امر کے قبح ثابت کرنیکے لیے شور کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ اُنہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرتا جو کچھ کہتا ہے اُنکی شریعت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود سے قدم باہر نکالنے لگے (اگرچہ ایسا کبھی واقع ہوا نہیں کرتا) تو سب کو چاہیے کہ اُسکی بات تسلیم نہ کریں اور پھر اسلئے وادنے کو اسبات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اُسکے قول کی تردید کردے۔

فصل [illegible] ۱۲

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسی لیئے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اُسکے ترک کرنیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کیگئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے یہانتک کہ نماز کا ترک کرنا بھی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دیگئی ہے اسموقع سے اُن لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پروائی کرتے ہیں چونکہ کاہلی نے اُنہیں گھیر رکھا ہے یا شیطان کا اُن کے دلوں پر پورا تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے اُنہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغز کو چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھتے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اُسکے ترک کرنے کی واہی تباہی وجہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول عذر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کاہلی کی کیا پروا کرتا ہے اُسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔ ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہوگئے یا تمہیں اُن فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں رہی تمہیں خبر بھی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیئے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اُسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہوگئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اُس کے سامنے از سر نو توبہ کرنی اور اُسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو۔ اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی بھی پروا نہیں ہی جو بجماعت نماز باہم اپنے بھائیوں سے مخالطت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے آپسمیں ہمدردی قائم ہوتی ہے اِس کے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کسیطرح خیال نہیں کرسکتا کہ تم اِن سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہوجاؤگے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا اپنی نادانی سے اس کے بھی قائل ہوجاؤ تو بات ہی دوسری ہے اُسوقت میں تمکو اِس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہوسکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل اُن بیماروں کی سی ہے جنکو کہ کوئی خیرخواہ طبیب کوئی نافع دوا بتا کر اُسکے استعمال کا حکم کرتا ہو اور وہ طبیب سے یہ کہکر اُسکے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا آپ کو تو اُسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اُسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کرسکتا ہے کہ اِن بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اِس سے بے نیاز ہوگئے ہیں ہرگز نہیں بس صاف ہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کیوجہ

سے اُنکی عقل جاتی رہی ہے اور ہذیان بک رہے ہیں۔

نماز ترک کرکے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تمسے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تمنے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی بھی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں چوبیس ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں ان میں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تمسے ادا نہیں کیجاتی حالانکہ اسمیں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹے تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کرکے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اُتنی دیر بھی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنے میں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون امید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بنجاؤ تو تمہارے انصاف کی کسطرح توقع ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حالت پر کیسے اطمینان ہو سکتا ہے اور جسوقت کہ تمنے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنیکا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا کہ یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم اُن لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اُنکی جان نکلتی ہے اور طرّہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بچوں کی سی باتیں کرنے لگے اُسوقت اُنکی ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے اُنکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری سمجھ میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ اُنکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اسمیں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتیری قسمیں ہیں ایک قسم یہ بھی سہی۔

اُن لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب اُنکے ساتھ کے نمازی نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی

فرومائگی کی باتیں. شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا بھی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اسحالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا
اگر اُسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اُسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا
ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کیجائے یا اسکو عادل
سمجھا جائے بالکل ادنے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اُسے اطلاع نہیں اُسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کمبختی نے گھیر
رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی پڑھاتا ہے اس بے نمازی شخص کو سمجھ لینا چاہیئے
کہ اُسکے مسلمان بھائی اگر کسی وجہ سے اسکی اس ناشایستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ
نہایت ہی بُرا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اُسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور
کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیئے

پھر اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اُس شخص پر جو مالدار ہو زکوٰۃ دینا
واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایکمرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دیدیا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں ہاتھ
سے نہ جانے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہوتا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ
رہیں۔ پھر خوبی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کرکے امیدوار بھی بنادیا ہے اور زکوٰۃ کی جو مقدار
مقرر کی ہے اسمیں یہ بات مدنظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اُس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے
اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کیجائے تو لوگوں کی حاجت برآری بخوبی ہوجایا کرے اور حاجتمند
ڈھونڈے سے نہ ملیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے میں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجتمند کی کاربرآری ہوتی ہے اور دولتمند کا نفس پاک ہوتا ہے اور اُسمیں
داد ودہش کے ساتھ جسکا کہ اعلے درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے اُلفت پیدا ہوتی ہے وہاں اسبات کا بھی امتحان ہوجاتا ہے
کہ دیکھیں زکوٰۃ دینے والے کو خدا کی کہانتک محبت ہے کہ محض اُسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے
کو وہ اپنے پاس سے جدا کیے دیتا ہے اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہوگا کہ زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ بازی بھی
کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہوسکتا کیونکہ اسصورت میں زکوٰۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو
جاتے ہیں بھلا بتلایئے کہ جب صاحب مقدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی بیچارے کی کاربرآری ہوسکتی
ہے یا خود وہ دولتمند مرض بخل سے کیونکر پاک ہوسکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اُس نے اپنے پاس سے جدا
نہیں ہونے دیا۔

ف زکوٰۃ کے فرض ہونیکی حکمت اور یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنیکے لیے حیلہ بازی کرنا خدا کے پاس مقبول نہیں ۱۲

ف اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال بھر میں ایک ماہ کے روزے بھی فرض کیے ہیں
اور روزہ کے معنے یہ ہیں کہ دن بھر کھانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل احتراز کیا جائے اور اسمیں بیشمار فائدے
پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی
وجہ سے نہایت ہی مہذب بنجائیگا اور اُسپر عقل کو پورا تسلط ہوجائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اُسے

ف روزے کے فرض ہونیکی حکمت اور اسکے فوائد اور یہ کہ خدا نے مسلمانوں کو اسکے متحمل ہونیکی کیسی کچھ قوت دی ہے ۱۲

معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا تو اُسے اُن چیزوں کے ارتکاب کرنے میں
جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے مایوسی ہو جائے گی اور گویا کہ
نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کھانے و پینے کے بارے میں جو کہ روزہ دار ہی کی ملک تھیں
اور اپنی عورت سے صحبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ بھی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اُسوقت
میرا قابو کیونکر چلے گا کہ جب میں بلا اُس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت
ہی قبیح امر ہے اسی طرح مجھے نشہ کے استعمال کرانے پر کیونکر قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور آدمی
کی شرافت میں خلل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے ساتھ صحبت کرانے کے لیے مجھے بہکانا کیونکر ممکن ہوگا جبکہ اُس میں
طرح طرح کے ضرر پائے جاتے ہیں مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں بیجہ
جد اضایع ہوتا ہے۔ اور جنکو کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ مستحق ٹھیرائے جاتے ہیں۔
پھر اگر ہم مسلمانوں کی اُسوقت کی حالت کو غور کریں جبکہ ماہ رمضان میں وہ آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے ہی جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور
اُنکے سامنے خورد و نوش کی چیزیں چنی ہوتی ہیں اُنکا دل اُن کی طرف کھچا جاتا ہے اُنکی مشتاق نظریں اُن نفیس چیزوں پر پڑتی
ہیں اور پھر اُنہیں سے کسی کا ہزار جی للچائے کہ کھانے کا ایک ذرہ کھا لے یا پانی کا ایک قطرہ پی لے لیکن آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے کسی کی خصوصاً بہ پیش کار
کی ہرگز جرأت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اُسوقت ہمکو ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمانوں
کو اپنے مولیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

روزہ کے نہ رکھنے والوں کی تنبیہ اور روزہ کے فوائد ۱۲

اِس تمام تقریر سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بدبختی یا خواہش نفسانی کے پھندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز
اِس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحب ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت شکم پرور۔ کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا
بندہ رکھنا چاہیے اُس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جسقدر ذکاوت اِس عورت کو
حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اُسکا کہیں پتہ بھی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو جب بھوک
کی تکلیف اُٹھانا پڑے گی اُسوقت بیچارے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکیگا اور اسکا دل اسپر کڑھے گا اور خیر خیرات
کرنے پر مائل ہو جائے گا۔ کیونکہ دولتمند خوشحال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گذر جاتی اور کبھی
اُسے بھوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بھوکا فقیر اُسکے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور گرسنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے
کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرسنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بھلا اُسپر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسنہ
رہنے کی قدر و عافیت اُسے معلوم ہو جائے گی تو یتیموں اور محتاجوں کی دل کھولکر مدد کریگا۔

حج کے فرض ہونے کی حکمت اور اُسکے فائدے

اِس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنیوالوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُنپر عبادت حج کو بھی فرض کیا ہے
اور وہ کعبہ شریف اور اُن مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کرنیکا
نام ہے اور اسمیں جو جو راز اور حکمتیں پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلاء بھی اُسپر حاوی ہونیسے بالکل عاجز ہیں مثلاً یہی دیکھئے
کہ ہر سال اُن مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے حیلہ سے مجمع ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُنہیں باہم تعارف ہو جاتا ہے

الفت بڑہتی ہے۔ تبادلۂ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پہر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس ہند۔ داغستان افغانستان ملک مغرب۔ بربر۔ سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ممالک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک ہی مقصد یعنے اپنے بڑے رحیم وکریم مولے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال اُنکو وہاں کرنا پڑتے ہیں اُنکی بہتیری حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان متبرک مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک بندوں اور باعظمت رسولوں پر زمانۂ سابق میں گذرا ہے ان افعال کی وجہ سے یاد آجائے جیسے کہ ابو البشر آدم اور اُنکی زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنت سے اُنکو زمین پر اُتار دینے کے بعد اُنکے دل میں خدا نے یہ بات ڈالدی کہ اُس سے التجا کریں یہانتک کہ خدا نے اُنکی توبہ قبول کرلی اسی طرح ابرٰہیم خلیل اللہ اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آنیسے اسبات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ ٹہکانا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں کیسے سرگرم تہے اور جب اُنکی آزمایش کی گئی تو کیسے ثابت قدم نکلے خدا کی خوشنودی سے سر مو تجاوز نہیں ہونے پایا اور سب کو جانے دیجیے سیدنا ابرٰہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تہا جبکہ خدا نے اُنکو لخت جگر اور پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنیکا حکم دیا اور اُس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچہ پروا نکی اور اسپر آمادہ ہوگیا۔ اور اسیطرح اُس ہونہار لڑکے نے بہی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو رہنے کے لیے مستعد ہوگیا اور جب شیطان نے وادی منیٰ میں وسوسہ ڈالنا چاہا تو اُسے دفع کردیا اور اپنا سا مُنہ لیکر ناکام رہگیا۔ پہر خدا نے فدیہ بہیجکر باپ بیٹے دونوں پر احسان کیا اور اُنکے غم کو دور کرکے اُنکو خوشخبری سنادی۔ اسیطرح ان کاملین کے اور بہتیرے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو اُنپر ہوے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے کام یاد کرکے اُنکی پیروی کیجاتی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکہیں ان کے بقیہ افعال۔ عبادتیں۔ عمدہ خصلتیں کیسی تہیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تہے اس سے اُنکی اقتدا کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُنکے پسندیدہ خصائل اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہوجاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اُنکی اسبات پر تعریف کیجائے اُنکے لیئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے کیسے عمدہ افعال جاری کرگئے ہیں کیسی کیسی نیک باتیں سکہا گئے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اُسکی طرف رجوع ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتہ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے تسلیم ورضا سے کام لے خدا کے سامنے ادب کی رعایت رکہے وغیرہ وغیرہ۔

ف — اسباب کا بیان کہ اعمال حج کے مقرر کرنے میں انسانی خیالات اور عادات کی رعایت کہ وہ اپنے دنیاوی بادشاہوں کے ساتہ برتا کرتے ہیں، بہت کچھ رعایت مد نظر رکہی گئی ہے۔ اور احرام طواف، سعی وغیرہ کی حکمتیں ۱۲

علاوہ ان فوائد مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بہی نہایت ہی عجیب وغریب ہے اسمیں خداوندی عظمت وتقدس سے تنزل کرکے انسانی عقول وخیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور اُن امور کی رعایت کیگئی ہے جنکے ساتہ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اُسوقت برتا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے حاکموں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی ظالم یا ایذا پہونچانیوالے کے فریادی بنکر حاضر ہوتے ہیں یا جب اُن کی درگاہ میں اُن کے احسان واکرام حاصل کرنے کی غرض سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

چونکہ اعمال حج جنپر کہ خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات وعادات کے موافق ہیں اسلیے حاجیوں کے جی کو

اُنکے ادا کرنے کے وقت اسبات کا پورا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا اُنکی ضرور مدد کریگا اُنکی فریاد سنی جائیگی اور وہ اُنکی مراد پوری کرکے اُنسے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکا بیان یہ ہے کہ لوگ اِسبات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب کبھی کوئی دشمن اُنپر چڑھ آتا ہے اور وہ اُسکے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے اُنہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اُسوقت بادشاہ کے حضور میں اُنکے محلونپر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پراگندہ بال اپنے خاک آلودہ چہرے لیے ہوئے ننگے بدن برہنہ پا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اُسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور رستہ میں جو جو چیزیں ملتی جاتی ہیں کہ جنکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ بھی علاقہ ہو خدم و حشم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی بھی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچکر اُنکے گرد چکر لگایا کرتے ہیں اور اُنکے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہانتک کہ اُنکو اسبات کی اجازت ملجاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اُسکے سامنے مؤدب کھڑے ہوکر استغاثہ دائر کریں اُسکی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور اُنکے اور اُنکے بزرگوں کے اعلے و ادنے پر جو جو بادشاہ کے احسانات رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں اُنکی یاد دلائیں اِسکے بعد جب بادشاہ اُنہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کرکے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ اُنکی درخواست قبول کرنے اور اُنکی مصیبت دور کرنیکا اُنسے وعدہ کرتا ہے اور اِس غرض سے کہ وہ خیرخواہ سلطنت کے بنے رہیں اور اُنکو اسبات کا یقین ہو جائے کہ وہ اُسکے ہمیشہ کے نمک خوار ہیں اور اِس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کرکے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے اُنکے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی اُن قدیمی احسانات و رعایتوں کو اُنہیں یاد دلاتا ہے جو کہ اُن کے آباؤ اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اُسکی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور اُنہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر اُن کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اسوقت اُن لوگوں کو بھی اُنہیں خدمتوں کے بجا لانے کا وہ حکم کرتا ہے جنکی بجا آوری اُنکے آباؤ اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے لیئے اُنکی خیرخواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور اُنہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کرکے اُنہیں اپنا مہماں بناتا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے اُنکی پراگندگی دور کر دیتا ہے اُن کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اُسکے باب عالی پر اِس اُمید سے ایستادہ ہو جاتے ہیں کہ اُس نے اُنکی فریاد رسی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرے۔ چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ اُنکو مدد دیتا ہے اُن کی تکلیف دفع کرتا ہے جب اُنکا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو لیتے ہیں تو اُنہیں اُنکے وطن واپس جانے کی اجازت ملجاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے جا ملیں اب رخصت ہونیکا وقت آپہنچتا ہے اور وہ قصر شاہی پر حاضر

ہو کر اپنے منصب کے موافق اُسکی ثنا و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں نہایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اُسکے کریم ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہیں غمِ فراق کی وجہ سے اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخرکار با دلِ دردناک مفارقت اختیار کرتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے بھی انسانی عقلوں کی رعایت کرکے ایک قطعۂ زمین کو خاص کردیا اور جس امر کے کہ وہ دنیاوی بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے اُسکا لحاظ کرکے اُسی قطعہ کو فضیلت عنایت کردی اور اُسکا نام بیت اللہ یعنے اپنا گھر رکھدیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اُسے گھر وغیرہ کی مطلق حاجت نہیں۔ اِسی طرح حجرِ اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دستِ راست نام رکھدیا اگرچہ اُسکے دونوں ہاتھ ہمارے اجسام ہاتھوں کی طرح نہیں ہوسکتے خدا ہی جانے وہ کیسے ہوں گے اور نہ اُن میں راست وچپ کا امتیاز قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر اُنکی نسبت دست کا اطلاق کیا جائے تو تعظیماً دستِ راست ہی کا ہونا چاہیے۔ پھر چونکہ پیروانِ اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور ہوا کرتی ہے کہ گناہوں کا لشکر اُنپر چڑھائی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا اُنھیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے اُنھیں خدا کے احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اِسلیئے جو لوگ اُن میں سے صاحبِ مقدور ہیں اُنپر یہ امر ضروری کردیا گیا ہے کہ اُسی مکان پر فریادیوں کی سی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں اُنکے بال پراگندہ نظر آتے ہوں سر کھلا ہو جسم خاک آلودہ ہو نہ بدن پر کوئی سلا ہوا کپڑا ہو نہ خوشبو مہکتی ہو سارے عیش و آرام کے سامان برطرف کردیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاؤں کے فریادی بنے ہوئے اپنی مرادوں کے بر آنے کی اُمید میں اپنے رب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اِس خانۂ خدا کی سرحد میں پہنچکر کسی چیز کی بےحرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گھاس کاٹیں نہ کوئی درخت قطع کریں اور نہ کسی چرند و پرند کے شکار کی جرأت کریں آخر کو جب اِس معظم و مکرم مکان پر پہنچ جائیں تو جسطرح کہ فریادی بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ بھی اِسکے گرد پھریں اور اُسکے پردے پکڑ کر پناہ طلب کریں پھر اِس بابرکت پتھر کو جسکا کہ نام بمصلحت خدا کا دستِ راست رکھدیا گیا ہے بوسہ دیں اور یہی سمجھیں کہ وہ ایک پتھر ہے نہ اُسمیں کسی قسم کے نفع رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دیسکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات خراب کرنے سے محفوظ رہیں اور اُنہیں یہ معلوم ہوجائے کہ شریعت محمدیہ کی اِسکی نسبت واقعی تعلیم کیا ہے اور لوگوں کو اِسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ اِسکے بعد وہ مختلف اعمال کی بجا آوری کیطرف متوجہ ہوتے ہیں جنکے اِس موقع پر ادا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں جیسے کہ آدم اور اُنکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور اُنکے بیٹے اسمٰعیل اور اُنکی والدہ ہاجرہ علیہم السلام کے ماجرے۔

چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا عرفے میں ٹھیرنا اُسکے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا پھر منٰے میں اُترنا شیطان کی ناکامی یاد کرنے کی غرض سے اُس مقام کی طرف کنکریاں پھینکنا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کو اُسنے دھوکا دینا چاہا تھا اور پھر ناکام رہا۔ اِسیطرح اور اعمال کو سمجھ لیجیے پس جو شخص کہ اِن اعمال کے اس راز سے کہ اُنسے مقصود اُن نیک بندوں کی یادِ وہانی

ف کعبہ کا نام بیت اللہ اور حجر اسود کا نام یمین اللہ [illegible]

اور اُن کی پیروی سے ہے ناواقف رہا تو اُسے ضرور خلجان ہوگا کہ ان سب کی حکمت کیا ہے اور اُنکے فائدوں کے تجسس میں وہ سرگرداں
رہیگا اور جسکی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ بے کھٹکے دل کھولکر ان سب کو بجالائیگا اور اُنکے ثمرات کا نہایت شایق رہیگا اُسکی غایت یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کرکے کسی طرح سے کامیاب ہوجاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف پہنچکر ان اعمال کا ادا کرنا ضروری ٹھیرایا ہے اُسکو یوں سمجھیے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اسبات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی رعایا کو اُنکے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجاآوری کا حکم دیتا ہے اور اُسکے سامنے وہ بجالاتے ہیں تاکہ اُنکی اطاعت و خیرخواہی ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ اُنکی خصلتیں بھی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ بھی اُنہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔
پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں اُن اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کرنیوالے کی بندگی کا مضمون اُنکے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔
اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال تعبدی ہیں یعنے بلاچون وچرا مان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں حکمتیں اور فائدے نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی افعال ہیں کہ جو انکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک کا محض حکم سمجھکر بجالاتا ہے اور اُنکی بجاآوری کو اطاعت و فرمانبرداری خیال کرتا ہے اُسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ ان میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں وہ اسکی تفتیش کے درپے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد انکے فوائد مخفی نہیں رہتے۔ علاوہ بریں اگر یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ اِنمیں کوئی حکمت نہیں تو اسوقت انکی بجاآوری سے بندوں کی جانب سے اور بھی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبانِ حال سے ان کے بجالاتے وقت یہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں اُسکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب بھی تیری شان عالی اور سلطنت عظیم کی تعظیم کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا بھی یہی چاہیے کہ جو کچھ اُسکا مالک حکم دے بلاچون وچرا اُسے مان لے اُسے کیا منصب ہے کہ حکمت اور راز پوچھنے بیٹھے اور شریعتِ محمدیہ کا مقصد اصلی بھی یہی ہے کہ اُسکی پیروی کرنیوالوں کی خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے اعلےٰ درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندہ ہی کی طرح بیٹھتا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنیسے بھی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھے حد سے نہ بڑھایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اُسکا پیغامبر ہے۔ خدا نے بھی آپ کی اعلےٰ درجہ کی تعریف کے موقع میں اسی وصف عبودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ یعنے جو اپنے بندہ کو راتوں رات لیگیا وہ پاک ہے پس عبودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور بڑی خوبی کی بات ٹھیری۔
پھر حاجی ان خدمات کی بجاآوری کے بعد اپنے مولےٰ کے مہمان بنکر مقام منےٰ میں جا اُترتے ہیں اپنی پراگندہ حالی کو دور کرتے ہیں کپڑے بدلتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے عیش و آرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تہیں اور جنسے کہ پرہیز کرتے تھے پھر اُن سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو خور و نوش میں گذارتے ہیں خوب قربانیاں

کرتے ہیں یہانتک کہ گوشت بہا بہا پھرتا ہے لوگوں کے کہائے نہیں چکتا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحوش وطیور بھی خوب سیر ہو جاتے ہیں۔ اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اصل پوچھیے تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس جو کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے اُنہیں دے رکھا ہے اسیوجہ سے عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اعراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کر کے او خدا کی مہمانی سے فارغ ہوکر وہ اسی باعظمت مکان کا طواف کرتے ہیں گویا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا اُنکے گناہوں اور نفسانی کے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اُنکی مدد کرے اُنکو مغفرت عنایت کرے اور اپنی نعمتوں سے اُنہیں مالامال کر دے علاوہ اسکے اپنے وطنوں کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام بھی یہی طواف ہوتا ہے گویا اسکے بعد اُنہیں واپسی کی اجازت ملجاتی ہے اور اس اجازت کو اسبات کی علامت سمجھنا چاہیے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہوگیا اور اب وہ ضرور اُنکے ساتھ انعام و اکرام سے پیش آئیگا نافرمانیوں کے لشکر کے مقابلہ میں اُنہیں ضرور مدد دیگا چنانچہ اُنکے رسول علیہ السلام نے اُنکی خوشخبری اُنہیں سنا بھی دی ہے پھر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں اور اُن کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملگئی ہماری ساری کلفتیں دور ہوگیں۔ اب وہ اس بیت معظم سے رخصت ہونیکی طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں اُن نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں اُن کو نصیب ہوئیں اور جب اُس سے جدا ہوتے ہیں تو اُنکا یہ حال ہوتا ہے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل ہے کہ صدمۂ فراق سے بیچین ہوا جاتا ہے وہ ہیں کہ اپنے مولے کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اُسکی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اُس سے کامیابی کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں اوٹتے چلے آتے ہیں اور اس جدائی کا اُنہیں یہانتک غم ہوتا ہے کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پہولے نہیں سماتے اُنکے دل ابدی مسرت وشادمانی سے پُر ہوتے ہیں (چنانچہ اس امر کا مزامیر د زبور میں ذکر آیا ہے) اسلیے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمیں بخشدیا ہم اُسکی نعمتوں سے مالامال ہوگئے ہمیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی

اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم حکمت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جا سکتی ہیں کہ پڑھنے والے بھی اُکتا جائیں اور اُن کے مطالعہ کے لیے وقت بھی مشکل سے ملسکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اُسے یوں سمجھیے کہ بطور مشتے نمونہ از خروارے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔ خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہ راست دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب اُنہیں مقدرت ہو تو وہ اُن لوگوں سے مقابلہ کریں جو دین میں اُن سے مخالفت کرتے ہیں اور اُنکی ایذا رسانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کرلیں یا اُنکے مقابلہ میں سر اُٹھانا چھوڑ دیں اور اس مقابلے کا نام اُس نے جہاد رکھا ہے اور اسمیں سراسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دیگئی ہے کہ وہ لوگوں سے انصاف کے ساتھ لڑینگے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی لڑکے۔ عورت۔ پیر فرتوت کو قتل نہ کرے اور نہ اُس شخص کو مارے کہ جو بقصد عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی انہیں سے لڑائی میں شریک

ہوکر مقابلہ کرے یا کسیکی جانب سے تدبیریں بتلانے کا اندیشہ ہو وہ بیشک واجب القتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ کہ اسکے مخالف ہوں انکی رہنمائی کردی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں اُن کے حقوق و حالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کیجاتی ہے اسبارہ میں عربی عجمی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بھائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے جاتے ہیں ہر ہر مسلمان اپنے اور محمدی بھائیوں کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضاء میں باہم علاقہ ہوتا ہے جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن بےچین ہوگیا سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اُسی یکتا خدا کا سزاوار عبادت ماننا ہے تمام مسلمان اُسی کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشی سے اور نہ کچھ خوف کرکے مخالفین اسلام ہدایت قبول ہی نہیں کرتے تو اُسوقت اُنسے مقابلہ کرنیسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر اٹھانا چھوڑدیں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں اُنکی ایذا رسانی سے باز رہیں مسلمان اُنکی ضرر رسانی سے محفوظ رہکر نفع حاصل کرسکیں یہانتک کہ آخرکار مسلمان اُنکو ذمی بنا لیتے ہیں یعنے اُنسے صلح کرکے اُنکے ذمہ دار ہوجاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان و مال اور آبرو کی پوری پوری محافظت کرینگے جو قانون کہ مسلمانوں کے لیے تمام معاملات میں جاری ہے تمہارے لیے بھی وہی قانون رہیگا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہنے کے مختار ہو اور یہ کہکر اُنکا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالہ کرتے ہیں اور اُنہیں مجبور نہیں کرتے۔

پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہوجائیگا کہ اسمیں طرح طرح کی آسانیاں پائی جاتی ہیں کہ جو پہلے نہ تہیں چنانچہ شریعت محمدیہ یہ ہرگز حکم نہیں دیتی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع قمع کردیا جائے یہانتک کہ ننھے ننھے بچے بھی مار ڈالے جائیں جیساکہ پہلی شریعتوں میں حکم تہا جو شخص کہ اس دین کے ساتھ پہلے شریعتوں کے جہاد کے احکام سے بھی واقف ہوگا اُسے صاف معلوم ہوجائیگا کہ اُن میں اور اسمیں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اُسے اسبات کا قائل ہونا پڑیگا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل و انصاف مدنظر رکھا گیا ہے۔

ف حقداروں کے حقوق تلفی نکرنے کے لیے جو قوانین شریعت میں ہیں انہیں اس فرقہ کا مطلع ہوکر انکو اعلے درجہ کا پانا ۱۲

اسیطرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اُسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہیے پورے طور پر اسبات کی رعایت کی گئی ہے کہ اُنہیں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا اسلیے کہ اُسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے۔

پھر اس گروہ نے شریعت کے اُن قوانین میں غور کیا جو اُسنے اس غرض سے مقرر کیے ہیں کہ حقداروں کا حق نہ مارا جائے اُنکی پوری حفاظت ہو۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بدمعاش ظلم نہ کرنے پائے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو بھی اُنہوں نے اعلے درجہ کا پایا۔

ف قوانین ازدواج اور انکا نہایت باقاعدہ ہونا [illegible]

اسیطرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے ازدواج کے احکام بھی نہایت ہی باقاعدہ مقرر کیے ہیں چنانچہ اُسنے زوجہ و شوہر دونوں کے لیے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں اور کچھ اُسوقت جبکہ وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیں۔

اور اُسنے اسبات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر اُنکو اسکی اجازت نہ دیجاتی اور پھر اُن میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہوجاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہوجایا کرتی ہے تو اُسوقت یہ بات کچھ بعید نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلتے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کیجاتی بیغیرت بنتا یا علاوہ اسکے جب عورت بانجھ ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرانے کی قابلیت پائی جاتی یا بالعکس قصہ ہوتا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اسلیے اُنکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھیرا پھر اُسنے طلاق دینا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دے سکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی زود رنج ہوا کرتی ہیں اور اسکا پتہ اُسوقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی خصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوا اسکے چونکہ عورت کا خرچ وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے تو وہ جب تک مجبور نہ ہو جائیگا اُسوقت تک اُسکو چھوڑ کر کبھی اپنا نقصان گوارا نہ کریگا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف نکل ہی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے اسلیے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر بہ نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل معاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ مشقتیں اسمیں درپیش ہونگی وہ بخوبی برداشت کر سکتا ہے ہاں عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی دیکھ بھال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اسطرح پر عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر بھی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہیگی اسی لیے فتنہ اور اسباب حرامکاری کے انسداد کی غرض سے جو کہ شرعًا اور عقلًا دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور اُنکے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جسقدر کہ اس وصف میں وہ کامل ہونگی اُتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں پس جسطرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچایا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھلاتے اور سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کیجائے اُنہیں ہر کس و ناکس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچایا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بیجا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا اُنہیں قید کرنے کی مثل ہے اُنپر بڑی تنگی کیجاتی ہے جس سے کہ اُن کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہوئی جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالوف ہوجاتی ہے گویا کہ وہ اُسکی فطرت میں داخل ہوجاتا ہے اُسکو یہاں تک پردے کی عادت ہوجاتی ہے کہ وہ اُس سے انس اور محبت کرنے لگتی ہے اُسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادات کو حتّٰے کہ جو عورتیں اسمیں ذرا کوتاہی کرتی ہیں اُنہیں شرم دلانے پر آمادہ ہوجاتی ہے اُنکو بے شرم بیباک قرار دیتی ہے اسکو اُنکا

عورتوں کو پردہ میں
رہنے کی حکمت اور
یہ کہ پردہ انکی حق
میں ظلم نہیں بلکہ
... معاشروں سے
انکی حفاظت کا
ذریعہ ہے ۱۲

ہلکاپن خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اُسے خوشی سے قبول کرکے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی اُمیدوار بنجاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و قیدی بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہوتا کہ اُسنے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔

ف۔ عورتوں کی بے پردگی اور اُنکے اجنبی مردوں سے میل جول کرنے کی خرابیاں"

حق تو یہ ہے کہ اِس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کیجاتی ہے بدکاروں اور بدمعاشوں کی نظروں سے خوب بچایا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جنمیں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی اُنکی عادتیں اچھی نہیں ہوا کرتیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا مشکل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اُسکے خاوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کرنیکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اُسکے بطن سے پیدا ہوگی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کریگا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اسوقت شیطان کو اُسکے دل میں عورت کی نسبت وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہیگی بخلاف اُسصورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔

باوجود اِن سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اُسے دینی احکام سیکھنا ہیں اور اُسکا خاوند یا اور عزیز و قریب اُسکو نہیں بتلا سکتا یا اپنے بھائی بندوں سے اُسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تا کہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے ہیجان کا باعث نہ ہو جس میں کہ اُسکی پارسائی اور آبرو پر حرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہ یہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کے لیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا اسمیں فائدہ ہے بلکہ یوں کہیئے کہ اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اِسکی وجہ سے شہروں سے فساد دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیانِ پولس کو حرامکاری کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کرنیکے لیے جمع ہوا کریں کیونکہ وہاں کے بے باک لوگونکی خواہش نفسانی میں بھی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باآبرو لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہونیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف اُن شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب پھرتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی میونسپلٹی کو حرامکاری کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروںکو اُسنے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اِس فعل شنیع کی یہانتک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی تعداد پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونیوالے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اِس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر اُن بدکاروں سے جنکی شہوتیں کہ عورتوں کو ننگا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں اُنہیں خوف نہ ہوتا اور آبرو والے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ اُنکو نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ میں ہماری کچھ چلنے نہ دینگے تو وہ کبھی ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفریں اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

مدعی ہوں اور حیوانی حرکات اختیار کر کے اپنی عورتوں کی حفاظت کریں۔ کاش اگر وہ عورتوں کے پردہ کا انتظام کرتے تو پھر اُنہیں ایسے قابل ملامت فعل کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اب یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ عورتوں کا بےپردہ ہوکر نکلنا نہایت ہی ضرر کی بات ہے اور بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ عورتوں کے پردہ میں رہنے سے نقصان ہے تو بےپردگی میں اُس سے بڑھکر نقصان متصور ہے اور ظاہر ہے کہ جسمیں کم ضرر ہو اُسی کا اختیار کرنا عقلاً و نقلاً بہتر ہوا کرتا ہے چہ جائیکہ بےپردگی میں بکثرت نقصانات ہوں اور پردہ کرنے میں سراسر فائدے ہی فائدے ہوں جسکو ہر عاقل مان لے گا۔

ف
قوانین معاملات
بیع اجارہ وغیرہ کا
شریعت محمدیہ میں
نہایت عدل کے
موافق ہونا جسمیں
تنازعات کا بہت
کچھ انسداد ہو سکتا ہے ۱۲

پھر اس فرقہ نے جبکہ شریعت محمدیہ کے قوانین معاملات کی طرف توجہ کی اور خرید و فروخت کرایہ شرکت قرض وغیرہ کے احکام میں غور کیا اور دیکھا کہ جائداد کی تقسیم اسمیں بالکل حکمت کے موافق ہے اُسی شخص کو اسمیں ترجیح دیگئی ہے جسکو کہ حاجت زیادہ ہوا کرتی ہے جسکے ساتھ کہ بہت ہی نزدیک کی قرابت پائی جاتی ہے اور امداد کے موقع پر جس سے کہ مدد پہنچنے کی زیادہ اُمید ہو سکتی ہے پس اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ سارے احکام نہایت ہی کامل انتظام اور بندوبست کی رعایت کر کے مقرر کیے گئے ہیں جسمیں کہ تمام معاملات انصاف کے موافق ہوں اور منازعت نہ ہونے پاوے۔

ف
حدود و قصاص
وغیرہ کی حکمت ۱۲

پھر اس فرقہ نے حدود اور قصاص اور اُن تعزیرات میں غور کیا جو کہ اس شریعت نے لوگوں کے جان و مال آبرو اور عقل کی حفاظت کے لیے مقرر کیے ہیں پس اُن سب کو اُنھوں نے بالکل حکمت کے موافق اور امن و امان کا ذمہ دار پایا بیان اُسکا یہ ہے کہ جو شخص یہ جان لیگا کہ اگر وہ کسی دوسرے کو قتل کریگا تو وہ بھی قتل کیا جائیگا تو پھر وہ قتل سے ضرور باز رہیگا اس طرح سے کم سے کم دو آدمیوں کی جان بچے گی اسی نکتہ کی وجہ سے قرآن شریف میں وارد ہوا ہے عسه کہ قصاص لینے میں زندگی حاصل ہوتی ہے۔

ف
حد سرقہ اور
اسکی حکمت ۱۲

علیٰ ہذا القیاس جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ چوری کرنے سے اُسکا خیانت کرنیوالا ہاتھ قطع کر دیا جائیگا تو پھر اُسے چوری کرنے کی جرأت نہ ہوگی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دولتمندوں کو اپنے مال کے چوری ہونے کا کھٹکا نہ رہیگا ایک شخص نے کسی کج فہم کے اعتراض کا کیا اچھا جواب دیا ہے جبکہ اُسنے یہ اعتراض کیا کہ عجب تماشے کی بات ہے کہ ہاتھ کی دیت تو پانچسو اشرفیاں دینا پڑیں اور جب کوئی چوتہائی دینار ہی چرا لے تو اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے اور وہ جواب یہ ہے کہ امانت داری ہاتھ سے کہیں بیش قیمت ہے اور خیانت کی ذلت بالکل ارزاں ہے۔ اور اُسکی بیقدری کی کچھ پروا نہیں ہو سکتی پس اب خداوندی حکمت کو سمجھ جاؤ

ف
رجم محصن کی
حکمت ۱۲

چونکہ حرامکاری باوجود بہتیری خرابیوں کے اُس بچہ کے قتل کا سبب ہوا کرتی ہے جو کہ حرام سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نسب بےپتہ ہوتا ہے اُسے کوئی اپنے کنبہ میں نہیں شمار کرتا تاکہ اُسکی مدد کرے اور نہ کوئی اُسکا پرورش کرنے والا ہوتا ہے جسکی وجہ سے اکثر مر جایا کرتا ہے اسلیئے شریعت نے حرامکاری کرنیوالے کی جبکہ وہ اپنی منکوحہ سے متمتع ہو چکا ہے یہ سزا قرار دی ہے کہ پتھروں سے اُسے مار ڈالیں تاکہ جیسے کہ شہوت رانی سے سارے بدن کو لذت ملی تھی اُسی طرح اُسکا ہر ہر عضو اُسکی سزا کا مزہ بھی چکھ لے۔ اور اگر وہ حرام کار ایسا نہ ہو تو اُسوقت کسی قدر اُسکو معذور رکھکر صرف سو کوڑوں ہی پر اکتفا کیا گیا ہے جو کہ اُسکے سارے اعضا پر لگائے جائیں گے جنہوں نے کہ بیجا شہوت رانی کی لذت اُٹھائی تھی ہاں وہ مقامات مستثنیٰ

ف
جلد غیر محصن
اور اُسکے سبب
ہونیکی حکمت ۱۲

عسه فی القصاص حیٰوۃ - الآیہ ۱۲

ہیں جنپر ضرب لگنے سے موت کا اندیشہ ہو۔ یا اُسنے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو بچہ کہ اُس سے پیدا ہو سکتا تھا اور اُسنے حرامکاری سے اُسے ضایع کر دیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور یہ وہ عمر ہے جسکی انسان میں جسمانی ساخت اور آہستہ آہستہ نشو و نما پانے کے لحاظ سے فطرتًا قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض اطبا کا یہ قول ہے لیکن چونکہ زندگی بسر کرنیمیں مختلف حوادث پیش آتے ہیں اُنکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتے ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کبھی انسان کی اجل آپہنچتی ہے جو اُسکے لیے مقرر تھی اور وہ مر جاتا ہے اور کبھی یہی مدت اُسکی اجل ہوا کرتی ہے تو وہ اِس عمر کو پہنچکر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اِس بچہ میں جسکو کہ اسنے حرامکاری کی وجہ سے ضایع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تھی اُنہیں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

ف حد شرب خمر اور اسکے اسّی ہونیکی حکمت ۱۲

ف پھر چونکہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتدا عمر میں پندرہ برس سے پہلے پہلے اُسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اُسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قریب پانچ برس کے اُسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جایا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اُسکی عقل کے قوی قابلِ اعتبار اور کامل رہنے کا ہے صرف اسّی برس رہجاتا ہے پس جو شخص کہ عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے شراب پیکر خلل اندازی کرے جس سے کہ عقل یا تو بالکل ہی جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے شریعت نے اُسکی سزا اسّی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمتِ عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اُسکے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اِس عدد سے شرابی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اے شراب پینے والے اِس مدت تک جو نعمتِ عقل تیرے پاس بخوبی پائی جاتی تو نے شراب پیکر اُسمیں رخنہ اندازی کی اِسی لیے تجکو اتنے کوڑوں کی سزا دیگئی۔

ف حد قذف اور اُسکے اسّی ہونے کی حکمت ۱۲

ف پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنے اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں اُسکی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اِسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنے سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اُسکے شہوت و قوے میں انتہا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت مشکل سے اُسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ متہم ہونیکا گمان ہو سکتا ہے اس لیئے غالبًا اِس مدت میں بھی اُسکی بیعزتی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جسمیں کہ اُسکی آبرو کی کامل طور پر محافظت کی اکثر ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف اسّی برس ٹھیرتے ہیں پس اِسیوجہ سے شریعت نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اُسکی آبروریزی کرے اسّی کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اِس عدد سے اُس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جسمیں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانیوالے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبروریزی کی ہے اُسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اِس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تھی اِسی لیے تجھے یہ سزا دیگئی۔

ف شریعت محمدیہ شرائع سابقہ کے احکام کی جامع ہے اور اُسمیں انسان کی ہر حالت کے مناسب احکام دفع اُسکے مقرر کیے ہیں ۱۲

ف پھر یہ دیکھیے کہ شرائع سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت محمدیہ نے اِن دونوں حکموں کو جمع کر لیا اسلیئے اُسنے مقتول کے ولی کو اِس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تقوے کے قریب ٹھیرا کر اُسنے اُسکی ترغیب دی ہے اِسیطرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ

جو شرایع سابقہ میں جدا جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہونا بھی یہی چاہیئے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے پس اللہ تعالےٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو اسمیں مجتمع کر لیا

پھر اس فرقہ نے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شروع کیا تو اُنکو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل کمل نظر آئے چنانچہ اُنھوں نے دیکھا کہ اُسنے کھانے۔ پینے سونے قضائے حاجت کرنے یہانتک کہ صحبت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے۔ باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیئے زن و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح پر تمام امور کے آداب و قاعدے اُسنے مقرر کر دیئے ہیں جنکا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ شروع کی اور اسباب کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اُسکا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہا درجہ کی باریک بینی اور اعلےٰ درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جسکا کہ فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اُسکی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم بھی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اُسکا نفع بھی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور اسمیں عام مصلحت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صفی کہتے ہیں اگرچہ اسکے ساتھ ابتداءً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ علی العموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اسکے مطیعین کے دل میں خوب مستحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلےٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا داب ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اسلیے کہ دولتمند اُسکے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خوبصورتی سے کام انجام پائے کہ مالدار اُنکو حاجتمندوں سے کینہ رکھنے کا بھی موقع نہ ملے اور اُن کی کار برآری بھی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دولتمند اُنکو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر اُنکے دشمن ہو جاتے اسلیے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ آپ کا تو علی العموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اسمیں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھکر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ ایسی بات ہے کہ جسمیں شبہ کی گنجایش نہیں متواتر طور پر ثابت ہے یہانتک کہ آپ دنیا سے بھی اسی حال میں رخصت ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دینار کا وارث بھی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائداد منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے حقوق میں آپ نے ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کبھی آپ نے اپنی اولاد کو

ف — انسانی کی جملہ حالتوں کے موافق شریعت میں قواعد و آداب مقرر کیے گئے ہیں ۱۲

ف — شریعت کے احکام سے ثابت ہے کہ ان کے احکام کا نفع آپ کی ذات پر منحصر نہیں ہوتا اور نہ آپ کی اولاد یا آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود ہے بلکہ انکا نفع عام ہے ۱۲

ف — اس فرقہ کے لیے جو مال غنیمت میں سے قبل قسمت صفی کے لیے لینے اور اسکے فقرا کو دیدینے کی حکمت ظاہر ہوئی اسکا بیان اور نیز یہ امر کہ آپ نے اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں رکھا اور نہ کسی کو وارث بنایا اور اسی لیے خلافت کی وصیت نہ کی بلکہ یہ مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا ۱۲

ف — رسول اللہ صلعم نے اپنی اولاد اور تمام مسلمانوں کی اولاد اور عیال کے بارہ میں ہمیشہ مساوات مدنظر رکھی ۱۲

اپنا سمجھ کر ترجیح نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت یعنے جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ امر محض مسلمانوں کی رائے پر چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحًا ارشاد فرما دیتے پھر کسی کو قیامت تک بھی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور اس بارہ میں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ آپ اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ یہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہاں تک بچ سکیں بچیں اور دنیاوی منصب اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

ف پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی کتنی ہی بی بیاں کیوں نہ ہوں آپ اُنکے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں اسلیے شریعت نے آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جتنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا اُنکے علاوہ اور انبیا علیہم السلام لیکن ف جب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آنے سے عاجز پایا جاتا ہے اسلیے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ ف تعداد ازواج اور انکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلعم کے لیے چار سے زیادہ کا جائز ہونا اور ہر شخص کے لیے چار سے زیادہ بھی لونڈیاں رکھنے کی اجازت کی حکمت ۱۲

ف اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گویا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں کی تعداد کا بہ نسبت عورتوں کے اس وجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دیجاتی تو فاضل عورتیں بالکل معطل اور بیکار رہتیں اور بلا وجہ اُن کو نسل کی افزایش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے لیکر آخر عمر تک خواہ وہ سو ہی برس تک کیوں نہ زندہ رہے توالد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ پچاس یا پچپن برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اِس سن میں اُسکا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم یعنے وہ مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اُسمیں باقی نہیں رہتا۔ ف عام امت کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ۱۲ ف تعداد ازواج کی حکمت ۱۲

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں اسلیے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اُس کی قوتوں میں ضعف آجاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اُسکے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایاس تک باعتبار اکثر کے کل پینتیس ۳۵ برس کی مدت رہ جاتی ہے جسمیں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہکر اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اُسے ناحق اپنی نسل پھیلانے سے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے نجات ملگئی اِس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا نکتہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو درصورت اُسکی زوجہ کے بانجھ ہونے یا کبر سنی کی وجہ سے اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود توالد و تناسل کی استعداد کے اُسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا اسلیے کہ وہ طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تاکہ بجائے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا اسطرح اگر مرد میں توالد و تناسل کی قابلیت نا

نہوتی تو عورت کو اولاد سے معطل رہنا پڑتا اب یہ دونو خرابیاں دفع ہوگئیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہوچکا ہے وہاں دیکھنا چاہیئے)

ف
چار شادیوں کی اجازت کی حکمت ۱۲

اب صرف چار ہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چار ہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں اسلیئے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دیگئی گو کبھی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قایم مقام ہوجائے اور وہ چار قسمیں یہ ہیں۔ تجارت۔ صنعت۔ زراعت۔ حکومت۔ پھر شریعت نے چار شادیوں کی اُسوقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہانتک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ بھی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اُسے دو کی بھی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ بھی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز پائے یا نان و نفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اُسے ایک سے بھی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت ممانعت ہے۔

ف
جو انصاف نہ کر سکے اُسے متعدد شادیوں کی اجازت نہیں ۱۲

ف
حکمت ۱۲

پھر چونکہ لونڈیاں یعنے وہ عورتیں جو کہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آتی ہیں افزایش نسل سے محروم رہی جاتی نہیں کیونکہ غلاموں کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے اُنکی خبر گیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیئے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں اسلیئے اُنکے (لونڈیوں کے) مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متمتع ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضا ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اُسکے قبضہ میں رہے اُسپر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اُسکا شوہر بن سکتا تو چاہیے تھا کہ اُس کی مالکہ بحیثیت اُسکی زوجہ ہونے کے اُسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اُسپر قبضہ حاصل ہو پس اس مناقضت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہوسکتی اور اس بد انتظامی سے سارا عیش و آرام خاک میں ملجاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

ف
رسول اللہ صلعم کی ازواج سے آپ کے بعد نکاح حرام ہونا اور اُسکی حکمت ۱۲

پھر اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب اُنہوں نے اسبارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو اُنپر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان حکمتوں پر مبنی ہے۔ اوّل تو یہ کہ آپ کی تعظیم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا اُنکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شرائع سابقہ میں ایک مانی ہوئی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ بھی مستحسن معلوم ہوتا ہے کیونکہ علے العموم انسانی طبیعت پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ اُنکے بعد کوئی دوسرا اُن کی عورتوں سے شادی کرلے اور اس امر کی رعایت سوا مے آپ کے کسی دوسرے کیلیے اگرچہ وہ اس اُمت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہو اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو اسلیئے نہیں کی گئی تاکہ افزایش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا استحقاق دخل دہی کا انسداد کردیا جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے آپکے بعد کوئی

بعد نکاح کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص اُنہیں سے کسی سے بھی نکاح کر لیتا تو وہ اگرچہ جانشینی کے قابل بھی نہ ہوتا لیکن عام
لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہکر لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو تمہارے رسول کی زوجہ موجود ہے
اسوجہ سے مجھے اوروں پر ترجیح حاصل ہے اور بیشک میں خلافت وجانشینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجۂ مطہرہ کو اپنے
دلی ارادوں میں عام لوگوں پر جو نادان ہوا کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے آڑ بنا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ
برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی ملکی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اُسکے مرنیکے بعد شادی کر لی تو وہ اس
حیلہ سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہو جاتا کیونکہ ہر شخص یہی چاہتا کہ
اپنے رسول کی زوجۂ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اُسکو اُن کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو اُنکی اولاد سے برکت
حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلےٰ درجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے ہمچشموں پر فخر کرنے کا موقع ملجائے اُنکے ذریعہ سے
اُن باتوں پر واقفیت ہو جائے۔ جو بڑے بڑے سمجھداروں کو بھی معلوم نہیں اسطرح باہم اُن میں بڑی مخالفت پیدا ہو جاتی
جسکی وجہ سے فتنہ وفساد کا بازار گرم ہو جاتا پس اس امر کے انسداد کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت نے
آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا قطعی حرام کر دیا۔

چوتھے یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپکے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرتیں تو بیشک اُنکے منصب عالی اور مرتبۂ عظیمہ
کی بیقدری ہوتی اور تمام اُمت کے دلوں میں اُنکی وہ قدر ومنزلت نہ باقی رہتی جو اُنکو اب حاصل تھی کیونکہ اُس عورت کی حالت
جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہ چکی ہو اور پھر وہ کسی دوسرے کے پاس رہے گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ شمار
کیا جاتا ہو بالکل اُس شئے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے بلندی سے پستی میں ڈالدیا ہو یا اُس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے
بعد گدائی نصیب ہوئی ہو۔ اور پھر لوگوں کے دلوں میں اُنکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے
ایسے شخص کے قبضہ میں ہوتیں کہ جسکے لیے تمام معاصی اور قبائح سے محفوظ اور معصوم ہونا ضروری نہیں اُنکی شرعی باتوں کی
نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور ممکن تھا کہ اُنکو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال اعمال
میں عملدرآمد کرتی ہیں اور اُسی کے خیالات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر رواج دیتی ہیں یہ نہ سمجھیے کہ اُنکی نسبت
ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا وکلا وہ باعصمت بی بیاں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ اُنکی شان میں ایسا گمان کرنا
نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات
پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا اُنکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا۔ اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو اُمت کو اُنکے اُن علوم کے ثمرات کثیرہ سے جن پر
کہ دین کے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ اُنہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل
محروم رہنا پڑتا اور یہ وہ احکام ہمیں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے اُن اقوال وافعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کرنیوالی
یہی عصمت مآب عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کھانے پینے سونے بیٹھنے جلوت وخلوت سب میں شریک رہتی تھیں اور ساتھ ہی
اُنہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کرنیکا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسوجہ سے اکثر احکام ہمکو اُنہیں کے وسیلہ سے معلوم

ہوئے ہیں پس اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتیں تو اُنکی یہ عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ وثوق جو کہ اُنکی خبروں پر اب حاصل ہے اُسکا کہاں پتہ لگتا ۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہمسے فوت ہوجاتے ۔ علاوہ بریں اس نکاح کے حرام کرنے میں خدا جانے اور کتنی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرنیکے بعد منصف کے نزدیک مخفی نہیں رہ سکتے پس اگر آپ کے بعد ہم کرنے کی اُنہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُنکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا مصلحت عام شخصی مصلحت پر ہمیشہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی نفسانی غرض یا لغو خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں آپکی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کرکے خدا کا مقرر کیا ہوا حکم تھا

پس جبکہ یہ فرقہ شریعت محمدیہ اور اُسکے انتظامات کی جانچ کر چکا اور اُسکو اُسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں جنکا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپس میں یوں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اُسکو تو ماننا ہی چاہیئے لیکن بیشک جو کچھ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ بھلا دیکھیئے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک بے پڑھے آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ بھی چند ماہ کے لیے کہ جو مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں اپنے شہر میں کسی واقف کار اور دانشمند کی صحبت میں رہنے کا کبھی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کبھی ملکی قوانین یا شرائع میں سے قدرے قلیل بھی سیکھنے کا اہتمام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملگئی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام و ترتیب کو منضبط کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جنمیں کہ تمام عمدہ خصائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام ہوتا ہو اُنکے حالات کی اصلاح ہوتی ہو اُنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں اُنکے شہر آباد ہوتے ہوں اُنہیں ضرروں سے پناہ ملتی ہو اسیطرح اُسمیں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جنسے کہ بنی آدم کو نفع پہنچتا ہو اور جملہ ضرر رساں اشیاء سے وہ محفوظ رہتے ہوں باوجود اس کے اُسمیں تمام عالم کی پرورش کرنیوالے کے بارہ میں صحیح عقیدے بھی پائے جاتے ہوں جنمیں کہ پست اور بے بنیاد خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو ۔ اسیطرح جس میں خلقت کے رہنما اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو ۔

یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے فلسفی ۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر بھی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تن تنہا ان تمام چیزوں پر حاوی ہو سکتے اور آپ کے لیے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اُسوقت بیشک یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلا دیا ہو ان سب کے بھید سمجھا دیے ہوں اور پھر لوگوں کی تعلیم کا اُنہیں حکم دیا ہو ۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو اُنکی کیسی ہی اعلے درجہ کی واقفیت کیوں نہو اور جملہ فنون پر بھی اُنکی نظر کیوں نہ رہتی ہوں بہت ہوا تو ایک دو فن میں اُنکو کمال حاصل ہو گیا جالینوس ہی کو دیکھیے کہ ملکی انتظام میں کمال رکھتا تھا ۔ ارسطو حکمت نظری اور الٰہیات کا ماہر تھا ۔ بقراط کا پایہ طب میں بلند تھا ۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تامہ حاصل تھی اسیطرح کوئی کسی فن میں ماہر

ف

بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں انکے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ شریعت کے قوانین ہر زمانہ کے موافق نہیں رہتا اصل یہ ہے کہ ان کی قوموں کی ... ناقص ...

کوئی کسی فن میں کامل ہوگیا اب رہا یہ امر کہ حکما اور عقلا میں سے کسی کو تمام فنون میں بھی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اُسے معرفت نصیب ہوگئی ہو یہ بات تو کبھی ہوئی نہیں اور نہ سمجھ میں آسکتی ہے۔ ہاں اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جاوے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اُسنے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اُسنے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت پڑتی تھی اور وہ بہت ضروری تھی اُسے تو خوب شرح وبسط سے ذکر کردیا اور کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش یا نفس کے مہذب کرنے میں اُنکی ضرورت نہ پڑتی تھی اُنکی طرف محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گویا کہ اسطرح یہ بات بتلادی کہ اُنکے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اُنکے جاننے والوں سے سیکھ لو یہ ہمنے بتلا دیا ہے اِس بنا پر فنون ہندسہ حساب۔ اور صناعات وغیرہ کے بارہ میں اُسنے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اُنکے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اُسکو محض اُنکی خوشی اور مصلحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اُس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو اُنپر مطلع ہونے کی غرض سے اُسکی بخوبی جانچ کرے اور اپنی عقل سے کام لے۔ ورنہ بھلا اُس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ بنظر تعصب اُسکو دیکھے یا اُسکے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جاوے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کرکے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہوگئی چاہے حضرت کو سو حصوں میں سے ایک حصہ کی بھی خبر نہو اور جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ بھی پورے طور سے نہ سمجھتے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اِس فرقہ نے بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے نہایت ہی مطیع اور اعلےٰ درجہ کے خیرخواہ بن گئے۔

فنسخ میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کرنیکا ایسا دروازہ کھولدیا کہ جو قیامت تک بھی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گذرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کرسکتا ہے اور اُسکے نزدیک بھی حق واضح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمدیہ کے عمیق دریا میں غوطہ لگائیگا اور قیود وتعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھیگا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو رعایت کام لیگا ممکن نہیں ہے کہ اُسکی حقانیت کا اُسے یقین نہ ہوجاوے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانۂ دراز گذرنے پر خصوصًا تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آوے اُسکے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اُس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائیگا علاوہ بریں اِس استدلال کا دروازہ اُسے اور بھی وسیع نظر آئیگا کیونکہ وہ دیکھیگا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت گذرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اسکے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہانتک کہ عقل یہ حکم کرتی کہ فلاں قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اُسکے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اُنکے فوائد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلا جنکی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ امتحان کرکے دیکھ لے کیونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اِس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

بعد نکار لوگوں نے اسوجہ سے دلی ارادہ ایسا برابر دیکھا گیا حیلے سے تغییر ـ

ف — اِس فرقہ نے تو اپنے بعد آنیوالوں کے لیے استدلال کا بہت اچھا دروازہ کھولدیا خصوصًا جو زمانہ بعثت نبوی کے مدتوں کے بعد ہوئے ہیں اُنکے لیے یا سبب استدلال اور بھی وسیع ہوگیا کیونکہ اتنی مدت گذرنے کے بعد بھی اُنکی شریعت کے احکام با فوائد رہے اور تحمل نہیں ہوا ۱۲ منہ

قوانین ضرور خلل پڑتا اور اُنکا نظام فاسد ہو جاتا چنانچہ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کہیں آپ بعض نادانوں کی یاوہ گوئیوں سے گھبرا نہ جائیں کیونکہ اِس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہانتک کہ بعض وہ لوگ بھی اِسی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں اُنکو اسکی ہوا بھی نہیں لگی اُنکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ انہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف اُنہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سُن لیا ہے اِسی بنا پر اُنکا بیقدر نفس طرح طرح کی باتیں بہکارنے لگا ہے اور اُنکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قوانین کافی نہیں اِس زمانہ کے لیے نیا قانون بنانا چاہیئے اور یہ سمجھکر غیر قوموں کے بعض بعض قوانین اختیار کر لینا اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور سچ پوچھئے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہیں کہ جنسے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور اُنکے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہانتک کہ اگر اُنمیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو اُسکے ساتھ ہی بہت سی خرابیاں بھی نظر آئیں گی یا وہ فی الحقیقت اِسی شریعت کے کامل قواعد سے ماخوذ نکلیں گے جنہیں کہ اُن لوگوں نے اسلامی لباس اُتار کر دوسرا لباس پہنا رکھا ہے جسکی وجہ سے اُنکی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسی وجہ سے کم فہم لوگ اُسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے اُنکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی حکمتوں کی اُنمیں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اُس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اُسپر یہ بات روشن ہو جاتی کہ اِس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلےٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیا معنے بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں اُسکے قواعد کے سامنے ان ناقص قاعدوں کا ذکر کرنا ہی بیجا ہے جو کہ ہرگز اِس قابل نہیں ہو سکتے کہ اُسکے قواعد کے مقابلہ میں اُنکی طرف ذرا بھی التفات کیا جاسے اور اگر یہ ہوتا تو اِسی امر کا پتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد و ضوابط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت اُنسے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہوگا کہ اُنہوں نے اُنکی اصلی اسلامی صورت کو بدلا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر اُنہوں نے شریعت محمدیہ سے اُن قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور اُنکی عقل اُن قواعد تک اسوجہ سے پہنچگئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک مستحسن ہیں تو شریعت میں بھی وہ موجود ہیں اور اسوقت وہ ضرور یہ حکم کرتا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اُسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن ہاں اِس بات کے دریافت کر سکنے کے لیے عقل رسا اور احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حاصل نہ ہو اسوقت تک اِس امر کا پتہ لگنا ہے ذرا مشکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ کام نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہو جاسے اور اُنکی اصلاح ہو تو اُسکو چاہیئے کہ شریعت محمدیہ کے تبحر عالموں پر اِس امر کو پیش کر کے اُنسے درخواست کرے کہ وہ کوشش کر کے اُن قواعد میں سے ایسی چیزیں یکجا کر دیں جن سے کہ اُنکی حاجت روائی ہو جاسے اور مقصد بر آسکے تاکہ وہ لوگ

ف — بعض لوگ جو شریعت کی حقیقت سے ناواقف ہیں اُنکے اِس خیال کی غلطی کہ شریعت کے قوانین اِس زمانہ کے موافق نہیں رہے اور اصل یہ ہے کہ دوسری قوموں کے قواعد یا تو ناقص ہیں یا اِسی شریعت سے ماخوذ ہیں اور کم سے کم اتنا تو ضرور ہے کہ کوئی مفید قاعدہ ایسا نہیں کہ وہ کہیں ہو اور شریعت اُس سے خالی ہو ۱۲-

ف — [illegible]

درخواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جنسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ سلطان اعظم نے رضدا انکی سلطنت کا ہمیشہ حامی اور مددگار رہے جب علماء سے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جسمیں کہ ان تمام معاملات کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ انکو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے ایسی ہی کتاب لکھدی جس سے کہ اسبارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد برآری ہو سکے اور اس کتاب کا نام مجلۃ الاحکام العدلیہ رکھا

ف۔ جو مسلمان قواعد شریعت کی پابندی نہیں کرتے انکی حالت سے شریعت پر اعتراض کرنا بڑی غلطی ہے ۱۲

ان لوگوں کے حالات دیکھکر بھی آپ خلجان میں نہ پڑیں جو کہنے کو تو اسلام کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ انکے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے انکے تمام کاروبار میں بدتدبیری اور بدنظمی پھیلی ہوئی ہے انکو دیکھکر جو شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہانتک مخالفت کی ہے اسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ انکی شریعت اپنے پیروی کرنیوالوں کی اصلاح کرتی ہے انکو انتہا درجہ کی تہذیب سکھلاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن پھر بھی طرح طرح کی برائیوں میں پھنسے ہوئے ہیں انکو انواع انواع کی بدبختی گھیرے ہوئے ہے انکے لیے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوٰی کیا تھا کہ شریعت محمدیہ اس شخص کی بھی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے لیکن عمل کے اعتبار سے اسکی پوری مخالفت کرتا ہے اسکے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اسکے بتائے ہوئے آداب و اخلاق اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیجیے کہ شریعت نے انکی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے جو ہیں انکی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کردی گئی ہے بلکہ شریعت نے تو یہانتک کہدیا ہے کہ جو شخص ان امور میں اسکے ساتھ مخالفت سے پیش آئیگا اسپر طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوں گی یہانتک کہ اسکو ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جنسے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ رہیں گے اسلیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھہ لے تاکہ کسی طرح پر کہیں وہ مخالفت سے باز آجاوے اور اسے توبہ کرنا نصیب ہو. خدا کی یہی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اسکی بعض نیکیوں کو پسند کرکے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اسکو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ اخروی عذاب سے بچ جاوے

ف۔ قیاس کی مثال ۱۲

آئیے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن بباعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں پس فرض کیجیے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے جسمیں کہ عمدہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں رکھی ہوئی ہیں انکے مضامین تمام پسندیدہ کاموں کی ہدایت و ترغیب سے مملو ہیں لیکن انمیں سے کسی کتاب کو کبھی کھولکر نہیں دیکھتا اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہے تو کیا آپ کی عقل اسبات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطلا و مذہب کرکے انہیں اپنے کتب خانہ میں

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے مہذب بنجائیگا تو وہ اسطرح پر فضیلت حاصل کرلیگا اور علمی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا جائیگا حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر کے ؎ نہ محقق بود نہ دانشمند ❊ چارپائے برو کتابے چند ❊ کے مصداق بننے کے وہ اور کس لایق ہوسکتا ہے اور اُسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنیوالوں میں ایسوں کو بھی پاتے ہیں کہ جنکا شمار اسلام کے علما میں ہوتا ہے پھر بھی اُن لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ اُنکی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں اُنکا نمبر تو جاہلوں سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے اوندھے سید ہے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کھولکر لوگونکو ستاتے ہیں اُنہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پھر بتلائیے کہ اس شریعت سے اُن شریروں کو کونسی تہذیب حاصل ہوئی اُنہیں اُسکا کیا ثمرہ ملا بلکہ اگر اُن کا عالموں میں شمار نہ ہوتا تو بھی بہتر تھا بہتیری خرابیوں سے اُنکا ہاتھ تو رُکا رہتا۔ اس اعتراض کا جواب جیسے سنئے حقیقت امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض اُسکے پوست کو اُنہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر تحقیق کیجئے تو معلوم ہوجائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو صرف۔ بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کرلیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے۔ اور کتب شریعت پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ اُنہیں اپنے مقاصد بیجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو اُنہیں نیت کے درست رکہنے سے کیا کام بڑا مقصود اُنکا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہوجائیں تاکہ حکام کو خوش کرسکیں اور عام لوگوں سے جنہیں کہ برے بہلے کی تمیز نہیں ہوتی خوب مال حرام سے لیکر کہائیں۔

شریعت محمدیہ کے آداب اور نصائح صرف اس غرض سے اُنہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیٹھکر خوب باتیں بناسکیں اور اُنکو اپنے دام میں پہنسائیں اُنکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور اُنکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو اسی لیے تو وہ شریعت کے رفیع الشان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اُسکے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں اُنہیں یہ بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اُسکی نصیحتیں مانکر اپنے قابل نفرت اقوال و افعال سے باز آئیں۔

اُنکا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کرکے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں اُن لوگوں کی مثال اُس طبیب کی سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کرسکتا ہے۔ اُسکو اُنکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی ملتفت بھی ہوتا ہے تو دوا استعمال نہیں کرتا اور نہ ٹہیک کر علاج کرتا ہے بلکہ اُسکا سارا خیال اسی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اُسے اپنے مرض کی کچھ بھی پروا نہیں۔ تو پھر تمہیں خدا کی قسم بہلا بتاؤ تو سہی کہ جب اُس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو اُسکا مرض کیونکر صحت یاب ہوسکتا ہے۔ کیا محض علم طب سے واقف ہونا اُسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہوجائے گا اور اُسکو اسطرح شفا حاصل ہوجائیگی ؟ ہرگز نہیں۔ پس کیا یہ کہنا اُسوقت بیجا ہوسکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اُس سے بیماریوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچتا دیکھو نا یہ طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ پس تو کسیطرح

ف اُن لوگوں کے حالات سے جنکو لوگ علما و دین شمار کرتے ہیں اور اُنکی حالت خراب ہے شریعت پر اعتراض کرنا غلطی ہے اور علماء آخرت و علما سوء میں فرق ۱۲

خیال نہیں کرسکتا کہ اس بیہودہ بات کے کہنے کی کوئی جرأت کرے گا ہاں جسکے حواس ہی ٹھیک نہ ہوں وہ جو چاہے سو بک دے

ف علماء سوء ۱۲

اب اسکو سمجھ لیجیئے کہ علماء اسلام میں سے جنکی یہ حالت ہو اور وہ شریعت کی مخالفت کے ساتھ لوگوں میں بدنام ہوں ایسوں کو شریعت علماء السوء یعنی بُرے علماء کے نام سے پکارتی ہے کوئی جاہل سے جاہل کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کا ضرر مسلمانوں کے حق میں انسے بدرجہا بڑھا ہوا ہے یہ مسلمانوں کے پکے دشمن ہیں مسلمانوں میں سے خدا ایسوں کو غارت کرے دنیا سے ناپید ہو جائیں اور اُنکی عوض میں خدا ایسے علماء و فضلاء کو پیدا کرے جو کہ پرہیزگار ہوں لوگوں کو حق بات بتائیں راستی کی رہنمائی کریں پسندیدہ صفات سے موصوف ہوں خوش اخلاق ہوں۔ آداب شریعت کو نگاہ رکھتے ہوں سنت یعنی اپنے رسول ؐ کے طریق کے پورے پورے متبع ہوں خدا ایسے عالموں کی تعداد کو زیادہ کرے اور اُنکے عمدہ اعمال اور نیک کوششوں کا انہیں ثمرہ عنایت کرے تمام اُمت کی جانب سے اُنہیں بہتر جزا سے مالامال کردے ایسے ہی لوگ علمائے آخرت کہلانے کے مستحق ہیں جنہیں کہ خدا نے اپنے خوف و خشیت کیساتھ مخصوص کر دیا ہے اپنی بابرکت کتاب میں اُنکی تعریف کی ہے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اُنکی توصیف و ثناء کا اظہار کرایا ہے یہی لوگ ہیں جنکے کہ جملہ اقوال و اعمال میں شریعت محمدیہ کے پیروی کے آثار پائے جاتے ہیں انہیں کی راست کرداری کا صدقہ ہے کہ مخالفین اسلام کے لیے اعتراض کا کوئی موقع نہیں رہا ہے انہیں کی استقامت کا طفیل ہے کہ کسی دشمن کو گفتگو کرنے کی مجال نہیں ہے چنانچہ بہ بات عقلاء

ف

پھر اس شخص سے میں کچھ کہا چاہتا ہوں جسے کہ ان علماء سوء کو دیکھکر دھوکا ہو گیا ہے اور وہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی وہ علماء شریعت ہیں جو خود صلاح کار نہیں اور جنسے کہ مسلمانوں کی اصلاح کی اُمید کیجاتی ہے خیر صاحب میں آپکو معذور سمجھ سکتا ہوں اگر آپ کو ان شیطانوں کو دیکھکر دھوکا ہو گیا ہے جو کہ رسمی علوم اور احکام شرعیہ کے الفاظ یاد کرکے اپنے کو عالم ثابت کرتے ہیں اور اپنے ظاہر کو اصطلاح سے آراستہ کرتے ہیں لیکن اگر آپ سمجھدار ہیں تو میں آپ کو ایسا نہیں خیال کرسکتا کہ اسکے علاوہ ایک دوسرے فرقہ کو بھی دیکھکر آپ دھوکے میں پڑ جائیں گے جو کہ بالکل کورے ہیں اُنہیں کچھ بھی واقفیت نہیں راستی کا انہیں نام و نشان نہیں محض جاہل و ناداں ہیں عالموں کا لباس پہن رکھا ہے دنیا کمانے کے لیے پرہیزگاروں کی سی صورت بنا رکھی ہے لوگوں کے پھنسانے کیلیے جبہ و دستار سے آراستہ ہو کر جال پھیلایا ہے فقط کھانے کمانے کے لیے اپنی شکل بدل لی ہے انہیں سے بعض لوگ علم کے منصبوں پر بھی جرأت کر بیٹھتے ہیں درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں مفتی و قاضی بننے میں بھی انہیں باک نہیں ہوتا اور عام لوگ ہیں کہ اپنی نادانی سے نہیں جانتے ہیں وہ کیا جانیں زمین و آسمان میں کیا فرق ہے خدا ہدایت کرے ایسوں پر تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا چاہیئے میرا کہنے سے مقصود یہ ہے کہ بحث و مناقضہ میں کہیں ان دھوکے بازوں کو نہ لے بیٹھیئے گا ان کی مکاری کی بنیاد نہایت کمزور ہے ذرا سی بات میں تو انکی قلعی کھلتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ حیوانات سے بھی گئے گذرے ہیں

ف عالموں کی صورت بنا کر کھانے کمانے والوں سے فریب نہ کھانا ۱۲

ف

اب ایک مکار فرقہ اور رہگیا ہے جس سے کہ اسلام کو نہایت ضرر پہنچا ہے عام لوگوں میں وہ اپنی چالاکیوں کو رواج دے دیکر اُنکے عقائد سے بگاڑتے ہیں اور انہیں خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ اُلٹے ان دھوکے بازوں کی من گھڑت باتوں کو جانکر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اُنپر حقائق اشیاء منکشف ہوگئیں اور معرفت میں بڑے بڑے عالموں سے بھی وہ سبقت لیگئے اور پیچ تو یہ ہے

ف جاہل صوفیوں کی مذمت ۱۲

تو وہ اپنی اُسی گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں ان دغابازوں کی حقیقت مجھ سے سنیے کہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ اُنہیں شریعت محمدیہ کے ایسے ایسے بھید اور علوم کی معرفت حاصل ہو گئی ہے جو کہ بڑے بڑے عالموں کو بھی نہیں معلوم ہوتی اور خدا نے فلاں فلاں ذریعوں سے اُنکو اپنا برگزیدہ بنا کر تمام بھید اُنکو بتلا دیے اور وہ اُن رموز اور بھیدوں کو ایسے کلمات سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ شرعی قواعد کے موافق سراسر کفر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ اُنکی باتیں علماء شریعت میں سے بعض عارفین کے اقوال کے بظاہر مشابہ معلوم ہوتی ہیں جنکے عقیدوں کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوتا اور دین کے بارے میں جنکی راست کرداری کی بہتیری شہادتیں موجود ہوتی ہیں اور درحقیقت خدا اُنکی پرہیزگاری اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں شریعت کے بہتیرے رموز اور بھیدوں پر اُنہیں مطلع بھی کر دیتا ہے جنسے کہ وہ لوگ بالکل بے بہرہ رہتے ہیں جو اُنکے ایسے نیک اعمال نہیں کرتے اور جن میں کہ اُنکی ایسی راستی اور استقامت نہیں پائی جاتی اور واقع میں وہ امور شریعت کے ذرا بھی مخالف نہیں ہوتے بلکہ وہ اسی شریعت کے مختلف رموز و اشارات سے ماخوذ ہوتے ہیں صرف بات کیا ہے کہ اُنکے بیان کرنے میں بعض مرتبہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ شریعت کے مخالف ہیں اور یہ خرابی زبان میں اُنکے ظاہر کرنیکے لیے کافی الفاظ نہ موجود ہونے کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے پس اُنکے ظاہری الفاظ سے شریعت کی مخالفت کا وہم ہونے لگتا ہے اگرچہ واقع میں ایسا ہوا نہیں کرتا پھر چونکہ ان عارفین کی پابندی شریعت اور راست کرداری میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوا کرتا اسلیے علما اُنکے کلام کی تاویل کر دیا کرتے ہیں یعنے اُنکے اقوال کے ظاہری معنے چھوڑ کر صحیح معنے لیتے ہیں جو کہ شریعت کے موافق ہوں تاکہ لوگ اُن بزرگوں سے بدگمانی نہ کریں اور اُنکے عقائد کی نسبت مشکوک ہونیسے محفوظ رہیں باقی رہے یہ دغاباز جو کہ شریعت کی راہ راست کو چھوڑ کر کجروی اختیار کرتے ہیں۔ اور لذات فانی اور خواہشات نفسانی کے پورا کرنے میں سرگرم ہوتے ہیں یہ لوگ محض مدعی ہوا کرتے ہیں اُنہیں ان عارفین کے منصب کا صرف دعوے کرنا آتا ہے اور کچھ واہی تباہی کلمات بک دیا کرتے ہیں جو کہ بظاہر اُنکے کلام کے مشابہ ہوتے ہیں لیکن اُنکی ایسی پرہیزگاری سے کوسوں دور رہتے ہیں اور نہ اُنکے علوم و معارف کا اُنکے پاس نشان تک ہے ہوشیار رہو دیکھو خبردار کبھی ان دغاباز گمراہوں کی باتوں میں نہ آنا اُنکی طرف ذرا بھی التفات نہ کرنا یہ لوگ دین کے تباہ کر دینے والے ہیں۔ اِس زمانہ میں اُنکی بڑی کثرت ہے خدا جانے انہوں نے کتنوں کے عقیدے خراب کر ڈالے اور کتنی حرام چیزوں کو حلال کر دیا پس ہر مسلمان کو جو کہ شریعت محمدیہ کی پیروی کا ارادہ رکھتا ہے یہ چاہیے کہ وہی عقیدے رکھے جو قرآن اور صحیح حدیثوں سے صراحتاً معلوم ہوتے ہوں اور اسبارہ میں اُنہیں بڑے بڑے علماء کے کلام کا اعتبار کرے جنکا علم اور جنکی راست کرداری کیا عام اور کیا خاص تمام لوگوں کے نزدیک مسلم الثبوت ہو اور اسکے سوا تمام خیالات اور اوہام کو الگ کرے خدا بطفیل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم سب کی رہنمائی کرے آمین

اُنہیں سے ایک فرقہ اور تھا جنکی نظر ان استدلالات مذکورہ تک تو پہنچی نہیں لیکن اُنہوں نے اِس امر میں غور کرنا شروع کیا کہ دیکھیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کیا ہیں اور یہ تمام فرقے جو کہ پہلے آپ کے مخالف تھے کیونکر مطیع بن گئے اور وہ کونسی دلیلیں ہیں جنکی وجہ سے ان سب کو آپ کی اطاعت اور تصدیق کرنا پڑی پس کہنے لگے کہ یہ سارے فرقے جنہوں نے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی بیشک نہایت عقلمند ہیں اُنکی عقل بھی بالکل صحیح و درست معلوم ہوتی ہے انہیں

ف — صحیح عقیدوں کی علامت

ف — ساتویں فرقہ کا فرق سابقہ کے ساتھ بالاتفاق رسول اللہ صلعم کی اتباع کر لینے سے آپ کی صداقت پر استدلال

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کرکے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کریں ہمنے اِن لوگونکو دیکھا کہ پہلے تو اِن سب نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی بڑے زور و شور سے آپ کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہوگئے یہانتک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت کرنیمیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاصکر اُن لوگوں کو دیکھیئے جو کہ پہلے رسولوں کے دین کو مانتے تھے اور اُنکے پاس اُنہیں رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں بھی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زجر اور توبیخ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ کسیطرح سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں اُن سب کو بیوقوف نہ بنایا کریں اُنکے بتوں کے ساتھ طعن وتشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور اُنکے باطل اعتقادات کی خرابی نہ بیان کریں اِس مقصد کے حاصل کرنے میں اُنہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کر دو تو ہم تمکو اپنے مال میں شریک کرلیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کر دینگے پھر اُنہیں لوگوں کا یہ حال ہوا کہ کہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصًا وہ لوگ جو کہ پہلے رسولوں کے دینوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ اُنکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کرکرکے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھکر اِن ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف پورے پورے متوجہ ہوگئے کیونکہ خود اُنہیں کی کتابوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راستی کی متعدد شہادتیں اُنہیں ملیں اور جو علامتیں اُنمیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر منطبق ہوگئیں پھر کیا تھا اُنہوں نے جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو اُن شریعتوں کے بہتیرے احکام کو جنکو وہ مانتے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجا لانے لگے سچ پوچھیے تو یہ بات تھی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلا وجہ دفعۃً چھوڑ دیں کبھی ہو ہی نہیں سکتا اور یوں تو وہ کبھی چھوڑ ہی نہیں سکتے ہاں جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہو جاوے تو اُسوقت یہ امر ممکن ہے کیونکہ وہ اسبات کو یقینًا جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائع کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھیرینگے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُن لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرلینا ہونہ ہو ضرور دلیلونکی بڑی دیکھ بھال پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ دلیلیں یقینی اور قطعی نہوتیں کہ جنسے اُنکے دلونکو پورا پورا اطمینان حاصل ہوگیا اور اُنکی عقلوں نے اُنہیں تسلیم کرلیا اور حق دریافت کرلینے کے لیے کافی پایا تو وہ کبھی اُن دلیلونکے مقتضا کے موافق کاربند نہ ہوتے اور اپنی عادیات کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور اُنکی صحیح عقلیں اِس باطل امر پر پیشقدمی کرنیکو ہرگز روا نہ رکھتیں اور اُنکو اسبات کی کبھی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل پر اعتماد کرلیں یا اپنی بدانجامی کا لحاظ نہ کرکے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر مائل ہوجائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے

خطرے میں ڈالدیں اس موقع پر انکیں کوئی اور سبب مثل نفسانی جذبات وغیرہ کے بھی نہیں پایا جاتا تاکہ جسکی وجہ سے کبھی کبھی آدمی جوش میں بیجا امور کا ارتکاب کرلیا کرتا ہے بلکہ اگر دیکھا جاوے تو اُنکے دلوں میں اس کے خلاف نفسانی جوش - قومی پاس اور مذہبی تعصب موجود تھا کہ جو بجائے تصدیق کے اُنکو تکذیب پر زیادہ تحریک دے سکتا تھا اور اُن کے لیے اپنے قدیم مذہب پر ثابت قدم رہنے کا بہت قوی ذریعہ ہوسکتا تھا پس باوجود طرح طرح کی دلیلوں کے موجود ہونے کے کہ جن سب کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اُن سب کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر متفق ہوجانا بیشک ایک اور مستقل دلیل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے آپ کا دعوے بخوبی ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ یہ بات محال ہے عقل سلیم اسکو ہرگز نہیں تسلیم کرسکتی کہ یہ سب عقلا باوجودیکہ وہ اپنی عادات اور خیالات کے بڑے طرفدار تھے اتفاقی طور پر متفق ہوگئے اور نیز یہ کہ اتنی بہت سی دلیلوں کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راستی پر حاصل ہوجانا بھی محض ایک اتفاقی امر تھا ایسی باتوں کے اتفاقی ہونے کا وہی قائل ہوسکتا ہے جو کہ انصاف کو چھوڑ کر ہٹ دھرمی کرنے لگے - پس اسباب پر اعتماد کرکے کہ ان سب فرقوں کا اتفاق کرلینا اور اتنی بہت سی دلیلوں کا مجتمع ہوجانا ہرگز اتفاقیہ نہیں ہوسکتا ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرلی اور آپ کے جملہ احکام کو قبول کرکے ہمنے اقرار کرلیا کہ آپ بیشک خدا کے رسول ہیں -

آیئے آپ کو اس فرقہ کا استدلال ہم منطقی طرز پر سمجھائیں اس فرقے نے ایسے قیاس استثنائی سے استدلال کیا ہے جسمیں کہ نقیض تالی کو ہیلے استثنا کرتے ہیں تاکہ نقیض مقدم نتیجہ نکلے چنانچہ ہم انکی دلیل کو بالاختصار یوں بیان کرسکتے ہیں کہ اگر

(نقیض مقدم الخ ۱۲) (نقیض مقدم الخ ۱۲)

محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نہ ہوتے - تو یہ تمام مخالف عقلا جو بڑے متعصب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نہ کرتے اور نہ اتنی

(استثناء الخ ۱۲)

ایک دلیلیں آپ کے موافق جمع ہوجاتیں لیکن ان تمام لوگوں نے اتفاق کرلیا اور اتنی ایک دلیلیں جمع ہوگئیں - تو آپ

(نتیجہ الخ)

ضرور سچے ہوئے پس یہ تسلیم نہ کیجئے کہ اس فرقہ نے پہلے فرقوں کی تقلید کرکے ایمان اختیار کرلیا ہے بلکہ انہوں نے بھی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا -

ف
آٹھواں سائینٹفک اور مادہ کا قدیم ماننے والا دہریہ فرقہ ۱۲ از زمانہ کی ضرورت کے موافق اس فرقہ سے طول طویل اور نہایت تفصیلی گفتگو کی گئی ہے ۱۲
۱۲-۱۲-۱۳

اور انہیں سے ایک دہری عـــہ مادہ کا قدیم ماننے والا اور طبیعیات عـــہ کا جاننے والا فرقہ بھی تھا جسکا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے - عالم کے لیے کوئی خدا نہیں جسنے کہ عالم کو پیدا کرکے اس عمدہ انتظام پر اُسکو مرتب کیا ہو - وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب وغریب حالت پر موجود ہونے کے جسمیں کہ عقل چکرا جاتی ہے محض عناصر کے ملنے اور قوانین قدرت کے موافق جو اُنمیں موجود ہیں فعل و انفعال ہونے کی وجہ سے بنگیا ہے اور چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنیوالے کے وجود کو نہیں مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں کرسکتے جنکا کہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ اُنکو اللہ یعنے اس عالم کے پیدا کرنیوالے نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے - پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے اور وہ مختلف دلیلیں بھی انہیں معلوم ہوئیں جنسے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال کیا تھا اور یہ مشاہدہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجیب انقلاب عظیم پیدا ہوگیا کہ ان سارے فرقوں نے اپنی تمام رسوں

عـــہ میٹریالسٹ ۱۲ - عـــہ سائنٹسٹ ۱۲ -

اور عادتوں کو جنکے کہ وہ مدتوں سے عادی ہو رہے تھے ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو بھی بدل ڈالا اور ایک ان پڑھ بے لکھے شخص کے مطیع بنگئے جسنے کہ تن تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور انکے مقابلہ کی جرأت کی اور حالت یہ تھی کہ نہ اسکا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جا سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل ہے کہ اسکی طرف توجہ کیجاے اس بارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جاسے اسکے اسباب سے اور اس بات سے بحث کیجاسے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جاسے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوہام اور خیالات اسکے باعث ہوسے ہیں پس انکی عقلوں کو اسکی وجہ سے تحریک پیدا ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو سنتا ہے ضرور اسکے دل میں اس کی نسبت کچھ نہ کچھ خیال پیدا ہوتا ہے اور اسکے دریافت کرنے کی فکر پڑجاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا ذرا سی چیزوں سے بحث کیا کرتے ہیں انکے اسباب کی تفتیش کرتے ہیں انکی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوسے بیٹھے ہیں کہ انسانی دنیا میں ہر حادث اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حوادثات میں ہمارے نزدیک ثابت ہوچکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جا سکتا کہ جسکا کوئی موثر نہ ہو بلکہ اسکے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور مقتضی موجود ہوگا تو کیا اسبات کے ماننے کے بعد بھی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں کامیاب ہوگئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بنگئے ہم چشم پوشی کرسکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ تاریخ میں اسکی نظیر مشکل سے ملسکیگی تو پھر کیا ہمیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوسے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہدیں کہ ابجی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کرنیکے لیے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم ہوگیا ہے کہ انہوں نے آپ کا اتباع کرلیا۔

کیا اسموقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب دریافت کریں اور اسکی کوئی وجہ ڈھونڈھ نکالیں کہ اس بے یار و یاور اور محض بے پڑھے لکھے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع ہوگئے اچھا اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کرنیکی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتا سکتے ہیں کہ ان تمام متعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کرلی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور اپنے خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بنگئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب انکا تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اسکا تو مقتضا یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنا کیا معنے الٹے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا یہ سبب ٹھیرائیں کہ انکو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہوجاسے گی تو ہم بھی اس سے بہرہ ور ہونگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ ہم آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مندوں کو تو دیکھتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ مخالف تھے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع بھی ہوا تو اسوقت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہوچکی اور

ف — اس فرقہ کے لیے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے بحث کرنیکا کیا باعث ہوا اور اس فرقہ نے بڑی تفتیش کے بعد تمام لوگوں کے لیے رسول اللہ صلعم کے اتباع کرنیکا کیا صحیح سبب قرار دیا ۱۲

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں میں سے پہلے پہل ایمان لے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو اُنکا قومی تعصب کسیطرح اسکا سبب نہیں ٹہر سکتا علاوہ بریں اگر یہی مان لیا جاوے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو بھلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کرلینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھہ زیادہ نہ تھی بلکہ اُنسے بہت ہی کم تھی اور ان لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا بھی آسان نہ تھا پس اگر آپ اپنے قرابتمندوں کی طرفداری پر بھروسہ کرکے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈالدیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُسوقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کیجاوے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہہ لالچ کرکے آپ کی اطاعت قبول کرلی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائینگے اور آپ کو غلبہ حاصل ہوگا یا حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملیگا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا تہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو ایسا غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تہی کہ جب آپ ابتداء ابتداء میں یہ دعوے کرنے کہڑے ہوئے تھے تو بالکل تن تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتہہ دینے والا تہا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا ذریعہ ہی آپ کو حاصل تہا کہ جسکی وجہ سے آپ کی کامیابی کی اُمید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تہا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتہہ لگا تہا یوں کہا کرتے تھے کہ اس خبط کو دیکھتے ہو کہ اتنا بڑا تو دعوے اور پہر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کونسی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اُسکے دعوے میں جہوٹا ہی سمجہتی ہو اور وہ بھی بالکل تن تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اُسکو کوئی ذریعہ بھی حاصل نہ ہو اور پہر وہ لوگ اپنے اُن عادات اور اعتقادات کو جنسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی اُمید کرتے ہوں ترک کردیں اور محض یہ لالچ کرکے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اُسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائیگی تو اُنہیں بھی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملیگا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں اور تو کوئی نہیں ہاں البتہ مجنون ایسا کرسکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کرسکتی کہ یہ سب فرقے مجنون تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بیانی سے ان سب کو اپنا فریفتہ کرلیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہبہ کو رنگ آمیزیاں کرکے سچ کر دکہایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب فرقے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے مطیع نہیں ہوئے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے دیکہنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ اُنہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے بھی استدلال کیا ہے کہ جنمیں آپ کو کوئی دخل نہیں

عـه اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول امر میں ان تمام فرقوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی خوف نہ تہا اسلیے کہ آپ تن تنہا تھے نہ کوئی یار نہ مددگار ہاں البتہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے بھی آپ کا اتباع کیا ہے لیکن یہ کب؟ جبکہ آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اُسکے ساتہہ ہی یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو پہر ان لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ اُنکا قایم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تہا بہلا تبلائیے تو سہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تہا کہ آپ اپنے میں اُن ساری علامتوں کو جمع کر لیتے جو کہ اُنہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تہیں جنہیں کہ وہ پہلے رسولوں کی کتابیں تبلاتے تہے اور وہ اُنہیں یہ خبر دیگئے تہے کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئیگا کہ جسمیں یہ ساری علامتیں پائی جائینگی چنانچہ آپ میں وہ ساری علامتیں اُنہوں نے بچشم خود دیکہہ لیں۔ کیا آپ کی طاقت میں تہا کہ اپنے قرآن میں تمام اعلےٰ درجہ کے صفات جمع کر لیتے جنسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی بہی عاجز ہیں اور حالت یہ کہ آپ بالکل بے پڑہے لکہے شخص۔ آپ نے جاہلوں میں پرورش پائی اور پہر جمع کرکے اپنی راستی کی دلیل میں پیش کرتے کیا یہ آپ کی قدرت میں تہا کہ ان جملہ قوانین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اِس عجیب و غریب ترتیب کے ساتہ جسکو دیکہکر عقلیں دنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی راستی کی دلیل میں پیش کر سکیں اور پہر نہ آپ لکہے نہ پڑہے ہے متفرق قوموں کے حالات سے بیخبر اور مختلف ممالک و بلاد کے قوانین سے محض ناواقف کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تہی کہ قرآن کی چہوٹی سی چہوٹی سورت کے مقابلہ سے بہی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بنا دیں یہانتک کہ بعض تو اپنے عجز کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو جنگ و جدل کی مصیبتوں میں پہنسائیں اور ایک سورت کے بہی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اس سے بڑہکر اُنکے لیے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تہی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تہے اور اگر کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر چونکہ وہم طاری ہو گیا تہا اسیوجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے اِسلیے کہ جب آپ نے اُنسے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چہوٹی سے چہوٹی سورت کے مثل لانے سے بہی عاجز ہو تو اُنپر وہم غالب ہو گیا اور اُنہوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور پہر اُنسے کچہ نہ ہو سکا اور وہم ایک ایسی چیز ہے کہ جسکی تاثیر سے کوئی انسانی عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اِس بات کو بہی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اِس شخص کا یہ قول ہرگز نہیں تسلیم کیا جا سکتا کیونکہ جو اثر ہم وہم کا دیکہتے ہیں وہ صرف اِسی قدر ہے کہ اُسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہوگا بہی تو بہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ بہی ایک آدہ مقام پر اور اگر رہا بہی تو ایک یا دو دن اور اگر بہت رہا تو ایک یا دو مہینے بس لیکن وہم کا یہ تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جاے ہر مقام میں اُسکا دخل ہو بیس بیس برسوں سے بہی کچہ زیادہ زمانہ گذرنے پر بہی باقی رہے بلکہ صدیاں گذرنے پر بہی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اُس وہم کے سبب کے وارد ہونے کے وقت بہت دور ہوں اُنپر بہی قبضہ کر لے اور وہ بہی محض اِس وجہ سے کہ اُنکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جنپر کہ وہم چہا گیا تہا اور یہ سنتے ہی جن پر بہی وہم کا قبضہ ہو جاے کبہی ایسا دیکہا نہیں گیا اور نہ آج تک سننے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے والا تسلط بہی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو برسوں گذرنے پر بہی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اِس خاصیت کو بغیر کسی خارجی سبب کے پائے جانیکے کہ جس سے اِسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کیسی ہی وہمی باتیں کیوں نہ ہوں لیکن غور و فکر کر لینے اور امتداد زمانہ کے بعد اُنسے ضرور خلاصی ہو ہی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز میں غور و فکر سے کام لیا جاے اور پہر بہی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سارے

فرقے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے بڑے ہی حریص تھے تاکہ آپکی تکذیب ثابت کرسکیں اور باوجود اس کے بھی اُن کی کسی ایسی چیز تک رسائی نہیں ہوئی اور قرآن کے مقابلہ سے اُنکا عاجز رہنا ایک امر مستمر رہا کہ جسمیں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہوسکتی پس اب بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اُنکو وہم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور مستمر رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جاوے کہ دیکھیے قدیم ہیئت داں علما کو عام طور پر سیکڑوں برس تک اس امر کا وہم رہا کہ آسمان گھومتا ہے اور زمین ساکن ہے تو اُسکا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور مستمر ہونا ایک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دور کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ بریں اُنکے پاس وہ آلات بھی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں متاخرین کو (جیسا کہ اُنکا خیال ہے) بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث درپیش ہے اُسمیں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم ہوسکے کیونکہ اسکا سبب (جیسا کہ معترض کا گمان ہے) سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کرکے آپنے فرمایا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اسقدر قوت ہرگز نہیں ہوسکتی کہ جسکی وجہ سے اتنا عام اور مستمر وہم پیدا ہوجاوے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اچھے طور سے فرق ظاہر ہوگیا۔

(میں کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے بیس برس سے کچھ زائد بھی وہم کا عام اور مستمر ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلاکسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور مستمر رہنا تو عقل سے اور بھی کوسوں دور ہوگا اور جب یہ ٹھیرا تو سنیئے کہ اتنی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشا پرداز محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے بہتیروں نے آپکی شریعت کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور اُنکے لیے کوئی ایسا مانع بھی نہ تھا پھر بھی ہمیشہ قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کا بھی مقابلہ نہ کرسکے اتنی قلیل مقدار بھی قرآن کے مثل لانے سے سرتاپا عاجز ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے اور ہم تو کھلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک بھی قرآن کی مثل کوئی نہ لاسکیگا۔ م)

پھر اسطرح یہ فرقہ ایسے سبب کی تفتیش کرتا رہا کہ جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑگئے ہوں لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے استقرا اور تلاش کے بعد اُن کے نزدیک یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہوسکتا پھر کہنے لگے کہ کیا ہمنے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آسکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کرلیا اور اشیاء کا ہمیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آسکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیزیں جیسے اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر ہمسے مخفی رہے ہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہمکو دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیا سے ہمکو واقفیت حاصل ہوچکی ہے اگر اُنکی نسبت اُن اشیاء کے ساتھ دیکھی جاوے کہ جو اب تک ہمکو دریافت نہیں ہوئیں

ف

اس فرقہ کا اس امر کو جاننا کہ ہم تمام چیزوں سے پورے پورے واقف نہیں اپنے جی کو سمجھانا اور سمجھانے کا قائل ہونا کہ وہ حقایق بھی موجود ہوسکتی ہیں جنکا پتہ ہمیں اب تک نہیں لگا ہے ۱۲

تو بیشک وہی نسبت نکلے گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ اتنا گھٹا ہوا ہو اور تمام اشیاء پر حاوی اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پایا تو جدا رہا ہمکو تمام حقایق کا پورا پورا علم ہی نہ ہو تو پھر ہم اسبات کا کیونکر اطمینان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہمکو نہیں ہوئی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمہ تن مصروف تہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے عادی ہو رہے تہے تو اس سے یہانتک نوبت پہنچگئی کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہمکو ایسے ذرائع حاصل نہیں تہے کہ جنکے وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرے عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جاتے۔ بہلا بتلائیے تو سہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تہا اور اسکے خواص و آثار کسکی سمجھ میں آسکتے تہے اور انکو کون مان سکتا تہا یہانتک کہ اتفاقیہ وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد تجربوں سے اسکے فوائد کی تحقیق ہوتی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اسکے ہم اسکو آنکھ سے آج تک دیکھ بہی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ ہمنے اسکے آثار دیکھکر اسکے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ برین ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نکرلیں نہیں مانتے اسپر بہی قایم نرہ سکے اور اسکا ہر موقع پہ التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہمکو اپنے اس قاعدہ کو برابر چھوڑنا پڑتا ہے یہی دیکھیے کہ مادۂ ائیہر یعنے ایتہر کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہمنے اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا ہمکو صرف اسکے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اسبات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادۂ ائیہر یعنے ایتہر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پہیلا ہوا ہے۔ ائیہر (ایتہر) انکے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی خلا میں بہرا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اسمیں اثر نہ کریں تو وہ خود ساکن رہتا ہے اور انکے اثر کرنے کی وجہ سے اسمیں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ ہوا جسم کے اثر کرنے سے آواز کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت آنکھ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے اسمیں اثر ہوتا ہے اور اسے مرئیات کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ عوامل یا قوی کہربائی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف اسی ائیہر (ایتہر) کی لہریں ہیں اور وہی ایسی اصل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کہربائی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ مشہور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کونسی شئے مانع ہو سکتی ہے کہ جنکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بات ان موجودات سے جو کہ خوردبین (مائکراسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت ہی ہو چکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصریہ استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے

اس فرقہ کا اپنے اس دعوے پر قائم نرہ سکنا کہ ہم بغیر حواس خمسہ کے ادراک کیے ہوئے کسی چیز کو نہیں مانتے اور حقایق اشیا کے دریافت کرنے میں اپنے قاصر ہونے کا اعتراف کرنا اور نیز یہ کہ مادی عالم کے علاوہ کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض تقلیدی بات ہے ۱۲

کہ جنکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آلہ سے مدد ہی کیوں نہ لیں کافی نہ ہوں بلکہ اُن کے ادراک کے لیے کسی دوسرے حاسہ کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی اثیر (ایتھر) ہی ایسا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اسقدر عاجز ٹھیرے تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کی اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں۔ پس اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے رستے میں بہت ہی قاصر ہیں اور اُن تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کرسکتی ہے ہم میں بیشک ناتمام ہیں پس عقل اسبات کو جائز رکھتی ہے کہ بہتیری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہوسکتی ہیں کہ جنسے ہم محض ناواقف ہیں یا اُنکی ہمکو خبر ہی نہ ہو اور اُن اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا اُنکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب یا ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کے مددگار بنیں گے تو ضرور ہم یہی سمجھیں گے کہ عالم طبیعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تخمینی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ نہایت سے غایت یہ ہوگا کہ جہانتک ہمنے بحث کی ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا۔ رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہمیں کوئی دلیل ملگئی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سمجھدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الامر میں بھی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل ہمیں معلوم نہ ہو تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے بھی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہمکو پتہ نہ لگے یا اُسکے موجود ہونے کی دلیل ہمکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں بھی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہو اور ہمیں دریافت نہ ہوا ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبیعیات کے جاننے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گذر گیا اور وہ رعد اور برق کی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اُسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہوسکی اور اُسکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اُسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اُس کا فی نفسہ موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اُسکی دلیل معلوم ہوگئی اور اُنھوں نے اُسکی حقیقت کو دریافت کرلیا (اور وہ اُن کے خیال کے موافق قوت کہربائی ہے) اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے اُسمیں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

پس بنابر جمیع امور مذکورہ کے کہ جس سے حقایق اشیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور ناتمام ہونا معلوم ہوچکا ہے یہ بات بلاشک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم بھی پایا جائے اگرچہ ابتک ہمکو اُس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اسبات سے کیونکر مامون ہوسکتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن حقایق ممکنۃ الوجود کا دعوے کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم اُنکی حقیقت اور واقعیت سے ناواقف ہوں اور اسیوجہ سے

ف ہمیں فرقہ کا اندیشہ کہ ہو ناکہ شاید سرور (انبیا) صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوے سچا ہی ہو اور پھر اپنی بدنہادی سے خوف کرکے اسبات کا قطعی فیصلہ کرنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اچھی طرح جانچ کرنا ہی ٹھیک ہے ۱۲

ہمنے اسکو حکومت حاصل کرنیکا حیلہ سمجھ لیا ہو اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور اُن کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو بھی ایسی دلیلیں معلوم ہو گئی ہوں کہ جنکی وجہ سے اُنہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہمیں اُنکی صحت کا ذرا بھی پتہ نہ لگا ہو اور جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کرنیوالے یعنے خدا ہی کے بھیجے ہوئے ہوں اور اُنکی بتلائی ہوئی سب باتیں ٹھیک ہوں اور اُنہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ بھی ہے کہ عالم انسانی کے سب لئے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اُس شخص کو جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کریگا اور جو شخص کہ آپکی تکذیب کرتا ہے اسکو ابدی سزا دیگا۔ تو بھلا بتلایئے کہ اُس وقت ہمکو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور مشقت اور بحث و تفتیش سے کیا ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے بڑے بڑے لمبے چوڑے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات[عہ] الارض۔ علم نباتات[عہ]۔ علم حیوانات علم کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا اُسوقت ہمپر یہ بات صادق نہ آئیگی کہ ہم ادنے درجہ کی فانی چیز کیساتھ مشغول ہوئے اور باعظمت دائمی شے کو ہمنے چھوڑ دیا بیشک ہم خسارہ میں رہینگے۔ اور جس سے کہ ہم بردشتہ خاطر ہوتے جاتے ہیں اور جس سے کہ ہم سوء اختیار یعنے بے تمیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر ہے کہ اگر کہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آن کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہ میں صحیح ہو گیا تو بیشک ہمکو نقصان اُٹھانا پڑیگا اور ہم ابدتک خوبیوں سے ناقابل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد زندہ نہ کیا جائیگا صحیح بھی ہو گیا تو اُنکا ذرا بھی نقصان نہ ہوگا چنانچہ طبیب اور منجم دونوں کے بارہ میں کہ جنکا قیامت سے انکار کرنا ہمارا ہی سا خیال تھا کسی نے[للعہ] کیا خوب کہا ہے ؎ قال المنجم والطبیب کلاہما لن یبعث الاموات قلت الیکما ان صح قولکما فلست بخاسر او صح قولی فالخسار علیکما یعنے منجم اور طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کبھی زندہ نہ کیے جائینگے تو مینے اُنہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح بھی ہو گئی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح نکل آیا تو تم دونوں کو ضرور نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حزم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں اُنکو سُنتے ہی بلا تحقیق اُنسے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہٹ دھرمی کو ترک کریں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی تفتیش کریں کہ لوگ اُنکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور اُنکے دلائل میں غور و فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا اسمیں حرج ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرور پہنچ جائیں اُن دلائل سابقہ کو دیکھکر اسی امر پر اُنکی بناے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور اُنہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر کمر ہمت باندھی اور اُس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعوی سچا تھا یا جھوٹا اور اُن دلائل کی تفتیش کرنے لگے کہ جنکی وجہ سے اُن لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ اُن میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ دلیلیں صحیح ہیں کہ جنکی وجہ سے اور لوگوں کی طرح اُنہیں بھی

عہ جیالوجی۔ عہ یونانی۔ عہ کیمسٹری۔ للعہ حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ ۱۲ مترجم

تصدیق کرنا چاہیے یا غلط ہیں یہانتک کہ انکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شبہہ رفع ہوجاے اور کچھ تردد باقی نہ رہے
پس سب سے پہلے انہوں نے ان اشیاء کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے اور جن کی نسبت آنکا
یہ دعوے تہا کہ یہ اللہ یعنے اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن سب کو کہ وہ شریعت کہتے تہے۔

پس انہوں نے اُس میں بہتیری ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبیعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تہیں جسے کہ وہ بالکل یقینی
سمجھتے ہیں منجملہ ایسے امور کے شریعت میں یہ واقع ہوا ہے کہ عالم کا مادہ پہلے موجود نہ تہا اور پہر پیدا ہوا ہے اور جسنے کہ اسے
بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اُس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ انتظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور
جیسے کہ اُسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اُسے پہر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام
حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اُسی سے اُسکی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پہر ان دونوں کو اُسی کے
ایسے مکان میں رکہا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اسکے ان دونوں کو اُسنے ایک امر میں خلاف ہوجانے کی وجہ سے
زمین پر اُتار دیا۔ انسان کے لیے اُسکے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بہی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اُسکے
بدن کے ساتھ اُسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اُسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ
جاتا رہتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بہی باقی رہتی ہے اور وہ ادراک کرتی ہے اُسے لذت
اور الم بہی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اُسکے فنا ہونے کے بعد بہی خدا اُسے پہر زندہ کریگا اور اُسکے ساتھ
دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کر دیگا اُسنے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اُسکو اُنکی جزا دیگا۔

اور جو بُرے عمل کیے ہونگے اُنکی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اُس مکان میں ملینگی جسکا نام جنت ہے اور اُسکا عذاب اُس مکان
میں ہوگا جسکا نام دوزخ ہے خدا انسان کو اُن دونوں میں زمین و آسمان کے تباہ ہوجانے اور لوگوں کے مرنے
کے بعد پہر اُنکے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کریگا۔ لوگ اُن دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ
روح کے متعلق ہونے اور اُسمیں زندگی پاے جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونو
مشترک ہیں انسان کی طرح باقی حیوانات میں بہی روح پائی جاتی ہے اور جتنی سمجھ کہ اُنکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام
حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اُسقدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی جسقدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے تمام
اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کیے ہیں کہ جنکا نام فرشتہ
ہے اُنکو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گذر جائیں اور ہم نہ دیکھیں اُنمیں ایسی طاقت
بہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جنسے انسانی طاقتیں بالکل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اُس کے اُن
نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوتے ہیں خدا نے
اسی طرح اور اجسام بہی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے مشابہ ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظروں سے
چہپ جانا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا لیکن ان باتوں میں اُنسے فرق ہے کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں ہوتے اور نہ اُنہیں
نری بہلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اُسکے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے

ف شریعت محمدیہ کے عقائد ... اپنے علوم کے خلاف معلوم ... سے قریب ... کو شریعت کے حال سے ... کر دیا چھوڑیں لیکن اونہیں ... بحث کرنے کے بارہ میں اپنا قطعی فیصلہ ... یاد آیا ۱۲

خدا نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے پانی اُتارتا ہی
اُسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا
ایک اور جسم ہے کہ جسکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اِس
فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کچھ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی
کی قضا عــه و تقدیر سے واقع ہوتا ہے یعنے اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اُسکو اپنی قدرت سے
موجود کر دیتا ہے۔ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیے پیدا کیا ہے
کہ جو کچھ واقع ہو اُسمیں ثبت کیا جاوے اور مسطور رہے اگرچہ اُسکو اُسکی کوئی ضرورت نہ تھی جتنی چیزیں کہ اُسکی قضا اور حکم سے
ہوتی ہیں سب اُسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اُسکے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اُس نے مسببات کو اسباب کے ساتھ
مرتبط کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سبب کے بعد مسبب پایا جاوے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کو
پیدا کرتا ہے اور وہی اُس کے بعد مسبب کو پیدا کر دیتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اُسی کے خلق
اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اُس قوت کی وجہ سے جو اُس میں رکھدی گئی ہے حقیقۃً موثر نہیں ہے۔
وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا اُسپر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکتا ہے
اُسکے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اُسی کی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اُسکے مشابہ ہے اور نہ
وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اُسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ ہوچکا
یا ہو رہا ہے یا آیندہ ہوگا اُسے سب کی خبر ہے۔ اُسکے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں
چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے
ساتھ جو کہ اُسکے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھیے کہ جنکو
اُنھوں نے شریعت میں پایا اور وہ اُن کے معتقدات کے خلاف ہیں جو اُنہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جہانتک
اُنکی عقل کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُنکے علوم میں اُن چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھکر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ
اپنے اُس ارادہ سے ہٹ جاتے جسپر کہ اُنھوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے
اُسکی تحقیق کرینگے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر تکذیب کرنے پر جم جائیں لیکن اِس ارادہ سے باز رکھنے والا امر اُنکا سابق کا وہ فیصلہ
ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الرائے ہوچکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے
دعوے سے بحث کر کے اُسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں اسلیے کہ اُنکا تمام حقایق
کی پوری واقفیت سے قاصر رہنا اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہونا اُنکو معلوم ہوچکا تھا جسکی وجہ سے وہ اِس امر کے
اختیار کرنے پر مجبور ہوئے تھے پس وہ اپنے فیصلہ کیے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اِس کے

عــه قضا و قدر کی بحث آگے آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجیے کہ قدر اور تقدیر کے معنے اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنے حکم کرنے کے ہیں پس حاصل یہ ہوا
کہ خدا نے پہلے سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اُسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں ہمیں اُن مسائل سے بحث کرنا چاہیئے کہ جو شریعت میں ہیں ملے ہیں اور وہ ہمارے اُن خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیا ہے یا ہمارے علوم میں اُنکی کوئی دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی اُنسے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہو جائے اور پیروان شریعت کے نزدیک بھی اُنکا غلط ہونا مدلل ٹہر جاے تاکہ اول امر سے اُنکا دعوے ساقط ہو جاے اور اُنکے متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اُٹھانا پڑے اور اسی طرح معاملہ طے ہو جاے لیکن اسوقت اُنکے دلیلیں یہ بات آئی کہ جب ان مسائل سے باہم ہم بحث کرینگے تو بسا اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہمیں دقت پڑ سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اُنسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھ میں آتا ہے یا کوئی ایسی صحیح وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے علوم کے ساتھ مطابقت ہو جاے اور ہم خود اُسکو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔

ف — اس فرقہ کا مسائل شریعت کے مذاکرہ کے لیے ایک شریعت دان عالم سے بحث کرنا تاکہ غلطی ظاہر ہو جاے ۱۲

اسلئے بہتر یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنیوالوں میں سے کسی عالم سے ملیں اور یہ مسائل اُسکے سامنے پیش کر کے اُنکے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہمیں یا تو اُنکی غلطی معلوم ہو جائیگی یا اُنکی صحت کا ہمیں پتہ لگ جائیگا اور اس عالم کی وجہ سے ہمیں مطلب کے سمجھنے میں دقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماءِ اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور اُنہوں نے اپنا قصہ اور اُن مسائل میں اُسکے ساتھ گفتگو کرنے سے جو اُنکا مقصد تھا سب بیان کیا۔

ف — اس عالم کا فلاسفہ جدیدہ کے مذہب کا خلاصہ دریافت کرنا اور اُنکا بیان کرنا ۱۲

اُس عالم نے اُنسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات کے وجود کی اصل مجھسے بیان کردیں کیونکہ شاید اس طور پر میں اُن شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں کے خیالات کے موافق ثابت کر سکوں یا میں آپکے اعتقادات اور خیالات کی غلطی نکالدوں یا اُسکے سوا کوئی اور صورت اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہو جاے تب اس راے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ لیجیئے ہمارے مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنئے کہ جو ہمنے اپنے علوم کی مدد سے قایم کیے ہیں وہ یہ ہے کہ اس عالم کی اصل اور انواع انواع کی ارضی اور سماوی اشیاء کی پیدایش کے بارہ میں قدماے فلاسفہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا مذہب قایم کیا لیکن زمانۂ حال میں جس امر پر کہ راے قرار پا چکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عالم کی سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو امر ہیں مادہ۔ اور اُسکی قوت (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں ازل سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اُس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان دونوں میں سے کوئی بغیر دوسرے کے پایا جا سکے۔ مادہ سے مراد یہی اثیر (ایتھر) ہے جو کہ خلاء میں بھرا ہوا ہے مادہ کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اُنہیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اُسکو اثیر (ایتھر) کہتے ہیں رہی مادہ کی قوت اُس سے اُسکے غیر منقسم[ع] اجزا کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ سے مختلف ہیں جنکی شکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنے سائنس جاننے والے) اس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اسکے لیے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ پھر اجرام سماوی یعنے ستارے اور کائنات الجو (

ع یعنے جنکی قسمت فکی نہیں ہو سکتی ۱۲ مترجم

یعنے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے پھر اوراسی مادہ سے بذریعہ اُسکی حرکت کے بنے ہیں اوران کا بننا بھی اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اوراشیاء کی پیدائش میں مادہ اور اُسکی حرکت کو نہ کسی قسم کا ادراک ہوتا ہے اور نہ اُنہیں قصد پایا جاتا ہے۔

اب سنیئے کہ پہلے تو انہیں اجزا کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہوجانے سے سدیمی مادہ کا وجود ہوا۔ سدیمی مادہ سے چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا اسطرح پر ایک کرہ بنگیا اور وہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہوگیا وہ کرہ یہی شمس تھا پھر اُسکی گردش کے مقتضا کے موافق باقی ستارے اُس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنی محوروں پر گردش کرنے لگے منجملہ اُنکے ہماری زمین بھی ہے جسپر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محور کے گرد مدت تک گردش کرتی رہی اور اسطرح پر اسکا پوست یعنے سطح ظاہری سرد ہونے لگی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معادن حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سبب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم اُسکا اجتماع تھا علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات بہ پایہ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا وجود ہوا ہے اور یہ اسلیئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آخری طبقہ میں جہانتک کہ ہماری رسائی ہوسکی ہے حیوانات اور نباتات کے بالکل آثار نہیں پائے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا زمانہ ضرور گذرا ہے کہ جب اُسپر جاندار اجسام یک لخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث تحقیقات اور کیمیاوی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہانتک رسائی ہوگئی جس سے کہ ہمنے یہ دریافت کرلیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اُس کے اجزاو کے اجتماع سے پیدا ہوے ہیں کہ جو شمار میں ستاسٹھ سے بھی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر ملنے کی وجہ سے معدنیات اور جاندار اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا زلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل جما ہوا ہوتا ہے اور نہ پتلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ اسمیں غذا حاصل کرنے منقسم ہونے تو الد وتناسل کی قوت پائی جاتی ہے ہمنے اس مادہ کا نام پروٹو بلاسما یعنے پہلی شے رکھا ہے اسی کے منقسم ہونے سے وہ خول طیار ہوے ہیں جنسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہوجانے سے حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوے ہیں حیات زندگی انہیں عناصر کے فعل و انفعال اور اُن کے کیمیاوی امتزاج کے محض ایک ظہور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں یہی حیات باقی ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو انکے لیئے ضروری ہیں توالد وتناسل کی وجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے۔ پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مبائن ہونا ہے جسکا نام تبائن افراد ہے یس کوئی فرد اپنی اصل کے تمام مشابہ نہیں ہوسکتی منجملہ ان تبائنات کے نر اور مادہ کا ہونا ہے۔ دوسرا قانون فروع کا باوجود دوسرے تبائنات یا جداگانہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے اُنہیں اصول کے

ف
سماویات
ارضیات۔
حیات عقل
انسان وغیرہ
کے بارہ میں
ڈالاسفر جدید
کا خیال ۱۲

[illegible]

تبائنات یا خصوصیتوں کا منتقل ہو جاتا ہے جسکا نام قانون انتقال تبائنات الاصول الے الفروع مع بقاء الامتیاز ہے یعنی اسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور۔ کوئی خارجی صدمات کا متحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے لیے ظروف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق تیسرا قانون باہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا واقع ہونا جسکا نام قانون تنازع بقا ہے پس اسی واسطے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکنے والے اور وہ جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ چوتھا قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شئے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے پس لاکھوں برس کے گذرنے پر حیوانات اور نباتات کو اجزا مادہ کی اضطراری حرکت اور فطرت کے ان قوانین اربع کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یہانتک کہ خود انسان بھی منجملہ تمام حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق عمدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجودہ حالت پر پہونچگیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر انسان ترقی کرنے لگا ہو حتے کہ ترقی کرتے کرتے اپنے قرین یعنے بندر سے بڑھگیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اسکی پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اسی وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے نہایت محدود اور معدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کروڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود رہی ہیں عقل اور انسانی ادراک منجملہ ان تمام افعال مادہ کے کہ جو مادہ کے اجزا متحرکہ اور عناصر ممتزجہ کی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علٰحدہ شئے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے دونوں عقل و ادراک سے بالکل خالی تھے پھر انسانی عقل اور بقیہ حیوانات کی عقول میں محض کمیت اور مقدار کا فرق ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھی ہوئی ہے پھر وہ باقی مسائل کہ جو ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا دار نعیم و دار عذاب یعنے جنت اور دوزخ کا پایا جانا۔ فرشتوں۔ جنوں۔ آسمانوں۔ عرش کرسی۔ لوح اور قلم کا موجود ہونا فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل (یعنے وہ مسائل جو پہلے بیان ہو چکے) یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ ہمارے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اسلیے ہم انکا اعتقاد بھی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم بالکل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور انکے استحالہ پر دال ہیں کیونکہ انسے ان قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ ہمنے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ ماننا ایک نہایت ضروری بات ہے یہ تو ہمارے مذہب کا علے وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات (سائنس) جاننے والے فرقہ کی عام طور پر رائے قرار پا چکی ہے اسکے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ کہیے ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے سنیں گے۔

ف مہدی عالم کا مادہ کے حدوث کو ثابت کرنے کے لیے تمہید بیان کرنا ۱۲

تب اسلامی عالم نے اُن لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ اے میرے انسانی بہائیو سنو میرا مہدی دین اور آپ لوگوں کا بغرض اظہار حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور سچی خیرخواہی سے پیش آنے اور اظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھپر لازم کرتے ہیں لیکن اس موقع پر میں آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کرلیں کہ بلا تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور اُسے اپنے دماغ میں جگہ دیں کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئیگی اور عقل کی بینائی جاتی رہیگی اور جس طرح کہ دن دوپہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑجائینگے اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہوجائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑدیا اور اپنے خیالات سابقہ کی طرفداری نہ کی اور اسطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے اپنے ضمیروں کو آزاد کرلیا تو پھر دیکھ لیجیے گا کہ میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائیگا (بشرطیکہ اُس خدا کو منظور ہو جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیدا کرنے والا نہیں مانتا)

ف استدلال مذہب فلاسفی تمہید ۱۲

پس آپ لوگوں کے مذہب یعنے اُن خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کرنیکے بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو قدیم مان لیا ہے لہٰذا آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوئے کہ جو اُسکو پیدا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سماوی اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور اُنکا حادث ہونا بھی آپ کے نزدیک ثابت ہوگیا اور عقل اُن تمام تنوعات اور تغیرات کے حدوث کو محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تعلیم نہ کرسکی کیونکہ اُسکے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں پائی جاتی ان وجوہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات بسیطہ کے لیے حرکت ثابت کریں۔ اسطرح پر تمام تنوعات کو آپ نے مادہ اور اُسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو اُسے پیدا کرتا اور اُسکے عدم پر اُسکے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اسکے بعد جب آپ اُسکے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اُسوقت بھی کہنے لگتے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہی اُسکے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر اُن تنوعات کے لیے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لیے حرکت ہی ثابت کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے بھی نجات مل جاتی اور اس زبردستی کی بات کا قائل بھی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی انواع انواع کی چیزیں محض مادہ اور اُسکی حرکت سے علی وجہ الضرورۃ پیدا ہوگئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں (یعنے مادہ اور اُسکی حرکت میں) نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے۔ نہ اُنہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر بھی اُنسے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ تمام عالم نہایت ہی عجیب و غریب انتظام کے ساتھ پیدا ہوگیا جسکو دیکھکر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اسکے پیدا کرنیوالے میں ان چیزوں کی ضرورت کیونکہ کمال قدرت اور کمال علم والا ہی پیدا کرسکتا ہے جو علم نہایت ہی کامل ہو حکمت اور تدبیر اسکے درجہ کی موجود ہو اس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

کہ جب میں مادہ کے قدم عـہ کے بطلان پر دلیل قایم کردوں گا اور اُسکا حدوث عـہ ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپکو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسنے مادہ کو پیدا کردیا اور جو عدم سے اُسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپکو یہ سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اُسکی قدرت علم حکمت اور تدبیر کا قائل ہونا انہیں تنوعات سے خوبہی معلوم ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی مسائل کی تصدیق کرلینا بھی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے علوم اور اعتقادات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نرہیگا۔

ابطال مذہب فلاسفہ کے لئے اُنکے مسلمہ تین قضیوں کا انتخاب کرنا اور مادہ کا قدم باطل کرنا ۱۲

لیجئے سنئے آپکے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پاسے ہیں کہ جنکا آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور اُسپر ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے اُنمیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُن سب کے ثبوت کی معاً تصدیق کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض اُنمیں سے بالکل قطعی ہیں مشاہدہ سے اُنکا ثبوت ہو چکا ہے اُنکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر اُنکی تصدیق کیجائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا (پہلا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اُسکے ذرات بسیطہ کی حرکت کے قدم عـہ کے قائل ہیں اور اُن دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کہ کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جا سکتا یعنے مادہ اور حرکت میں مفارقت ہونا محال ہے۔

(دوسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث عـہ کے قائل ہیں یعنے تمام اشیاء سماوی اور ارضی خصوصاً حیوانات کی ساری انواع پہلے موجود نہیں اور اسی مادہ سے پیدا ہوگئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیکھ بھال سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے ہیں اور اُنکی پیدایش کے لیے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھیرایا ہے اور اسی کی مقتضا کے موافق آپ نے یہ حکم لگایا کہ انسان کی پیدایش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ اُسکے آثار صرف زمین کے اوپر کے طبقات میں پاسے جاتے ہیں طبقات زیریں میں اُسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا پھر اسکی پیدایش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بیحد انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ مینے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

(تیسرا قضیہ) یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اُسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے لیے ازل سے لازم ملازم ہے اور نیز اُن قوانین قدرت کے مقتضا کے موافق کہ جو اُنمیں موجود ہیں علے وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث مانتے ہیں اور پھر مادہ اور اُسکی حرکت کا نہ اُس میں کچھ اختیار ہے اور نہ اُن میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقصود اس سے یہ ہے جیسا کہ آپکے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ جسطرح معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے اسیطرح مادہ اور اُس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھیرے اور مادہ اور اُسکی حرکت

عـہ قدم سے مراد کسی شے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اُس پر عدم کا کوئی زمانہ نگذرنا ۱۲ مترجم عـہ حدوث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہو جانا کہ جو پہلے موجود نہ تھی ۱۲ مترجم

تنوعات کی علت۔

(حقیقت میں اُن کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اُسکی حرکت میں انفکاک ناممکن تھا یہانتک کہ وہ اس امر کے قائل ہوگئے ہیں کہ مادہ اور اُسکی حرکت میں سے کسیکا وجود بغیر دوسرے کے متصور ہی نہیں ہے اسلیئے دونوں کو بمنزلہ شئے واحد کے اعتبار کرلیا ہے اور اسی کو علت کہدیا ہے اور چونکہ اُن دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے اسلیئے یہ اعتبار کرلینا جائز ہے کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہوچکا تو اب سنیئے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شئے اپنی علت سے جس سے کہ اُسکا وجود لازم ہوجاتا ہے ہرگز تخلف نہیں کرسکتی ہیں اگر اُسکی علت حادث ہوگی تو وہ شئے بھی اُس کے بعد ہی بلا تاخیر موجود ہوجائیگی اور اگر اُسکی علت قدیم ہوگی تو وہ شئے بھی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی اُس سے ہرگز متاخر نہ ہوسکیگی ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو پائی جاسے اور معلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت ہوگیا تو اب میں کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مادہ اور اُسکی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو جمادات نباتات حیوانات اور تمام عالم کی انواع انواع کی چیزوں کے لیئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیا بھی کہ جو اُنکی معلول ہیں قدیم ہوجائیں حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق اُنکے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ اس علت کو اُن معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُنکا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل ہوجاسے اسلیئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار موقوف ہوسکتے ہیں مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہوسکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے موجود ہوجاسے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرتے ہیں ہیڈروجن اور آکسیجن .... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے اُنکی تالیف حاصل ہوسکے موجود نہیں ہوسکتے پس حیات کا وجود پانی کے وجود پر موقوف ہے چاہیے اُس سے ایک لحظہ ہی پہلے کیوں نہو۔ پس کونسی عقل یہ قیاس کرسکتی ہے کہ مادہ اور اُسکے سارے مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہوسکتے ہیں اسکا جواب ہم یہ دینگے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت بھی (اور وہ مادہ اور اُسکے اجزا کی حرکت ہے) حادث مان لی جاسے اُسوقت بیشک اُن قوانین قدرت کے موافق جو پیدایش کے متعلق ہیں اور جنکے کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرور ایک مدت کی حاجت پڑسکتی ہے تاکہ اُسمیں استعداد آجاسے اور مادہ کے اجزاء اسطرح پر مجتمع ہولیں جس سے کہ عناصر کی تالیف ہو پھر پانی بنے اُس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں یہ صحیح نہیں ہوسکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہوجاسے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہوجاسے یا اجزاء مادہ کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر بنجائیں (یہ سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ اُنکے نزدیک تو یہ سب کچھ خدائے قادر ہی کرتا ہے اور اُسکی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں ہوسکتا کوئی شئے ہمکو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم ماننا چاہیے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو پھر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ سارے معلولات حادث ہوں باوجودیکہ انکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت انکے موجود ہونے کو بالاضطرار لازم کرتی ہے تو پھر بتلائیے کہ ان سب اشیاء کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں برس کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کسوجہ سے اتنی مدت گذرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہوگئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی اسلیے حاجت ہے تا کہ علت میں معلولات کے پیدا ہونے کی استعداد آ جاوے یعنے اُسمیں استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی معین کردہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہوگئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت جو اسکی مقتضی تھی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر اسقدر مدت گزرنے کے بعد اُسے پیدا کر دیا معلولات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھاتے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ پھر اس مدت سے پہلے حدوث کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی بہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ اٹھ سکیگا۔ خلاصہ یہ کہ علت اولے ہی سے استعداد کے بالاضطرار پیدا ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہے پس حدوث و قدم کے اعتبار سے استعداد کی بھی وہی حالت ہوگی جو اسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اسلیے ضروری ہے کہ استعداد بھی قدیم ہو اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہے کہ تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ بھی قدیم ہوں ورنہ لازم آئیگا کہ علت تو ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول ندارد۔ حالانکہ یہ صریح محال ہے پس اب یا تو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیے اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اسکی تکذیب کیجیے حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اسکے قائل ہوجایئے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انھوں نے ان تنوعات کی پیدایش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو بھی کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شد و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ ہمنے آپ لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل بھی ہو جائیں تو یہ خرابی لازم آئیگی کہ انکو اجزاء مادہ کے ہر ہر جزو کے لیے اتنا علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہو تاکہ عالم کی بیشمار انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجاوے اور پھر وہ اپنی وضع کونسی طرز پہ بدلے کہ جس سے کوئی دوسری نوع بنجاوے علے ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجیے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں اتنے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے نہایت ہی تجربہ کار سن رسیدہ اشخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔ اسموقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جاوے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جسکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک متخلف رہے اور اتنے کروڑ برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا گیا

سنہ کا نوالہ ہے ذرا کام رکھتا ہے اور یا تو آپ لوگ مادہ اور اُسکی حرکت کو حادث مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔

آپکے اسی دلیل کو ہم اختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کر کے دکھلائیں۔ وہ اِس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت (مقدمہ اولیٰ) اور وہ مادہ اور اُسکی حرکت ہے قدیم ہوگی تو اُسکی استعداد بھی قدیم ہوگی (مقدمہ ثانیہ) اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات بھی (رفع تالی) قدیم ہوں گے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اِسلیئے استعداد بھی قدیم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے لگیں داگرچہ میں آپکی بابت ایسا ہرگز خیال نہیں کرسکتا کہ آپ ایسی بدیہی البطلان بات کے کہنے کی جرأت کرسکینگے) کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات بھی حادث ہیں لیکن پھر بھی مادہ اور اُسکی حرکت دونوں قدیم ہی ہیں تو میں آپ سے دریافت کرونگا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اُسکی حرکت ازل میں یعنے لگاتار زمانہ غیر متناہی تک کیا کرتے رہے اور مادہ پر کیونکر لا متناہی زمانہ گذر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور پھر لا متناہی ازلی اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اُسے اِس امر پر آمادہ کردیا کہ ایک محدود زمانہ سے اُسمیں استعداد پیدا ہو جاوے پھر اسیطرح سے محدود زمانہ سے تنوعات بھی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے کہ آپکے پاس سوا اسکے ساکت ہو جانے کے اور کیا جواب ہوگا۔ پس اِس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہوگئیں مادہ اور اُس کے اجزاء کی حرکت جسکے کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنے پہلے انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔

اس موقع پر اور بھی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حدوث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مثل دلیل سابق کے آپ لوگوں کی تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ اسمیں کوئی مضائقہ بھی نہیں معلوم ہوتا اگر میں اُنمیں سے ایک آدہ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ نیک گمان کر کے بیان کردوں کہ آپ کی عقلیں اُسکے سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اُسے تسلیم کرینگی خصوصًا جب آپ اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیئے ثابت قدم رہیں جسکو کہ میں نے آپ کی جانب سے کچھ دیکھا بھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ امر ذرا بھی مخفی نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اُسکے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام صورتوں سے مجرد ہو کر پایا جانا ممکن ہی ہے (جیسا کہ مادہ کا بغیر تحیز اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گھیرے ہوئے موجود ہونا ممکن نہیں ہے) پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اُسکے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایتھری ہو یا سدیمی عنصری ہو یا معدنی۔ نباتی ہو یا حیوانی۔ اسیوجہ سے تو آپ اسبات کے قائل ہوگئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اُسے تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تھا جتنی صورتیں کہ متصور ہوسکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اِس حالت میں بھی تمام صورتوں سے مجرد اور خالی نہیں مانا ہے اِسلیئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کرسکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی اِسلیئے کہ وہ زائل ہوسکتی ہے اور اُسپر عدم طاری ہوسکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے ابسط ہی کیوں نہ ہو مثلًا اسی صورت

حدوث مادہ کی اول دلیل منطقی ہیئت میں ۱۲

حدوث مادہ کی دوسری دلیل ۱۲

سدیمی سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جسمیں عنصر بننے سے قبل موجود تھا ۱۲ مترجم

کو لے لیجئے جبکہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے لیے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور زائل ہونا ہمکو اسطرح پر معلوم ہوا کہ اسکا معدوم ہو جانا اور اسکے بعد دوسری صور نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کر لیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے اسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اسلیئے کہ اسکا قدم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اسکی ذات ہی اسکے وجود کی مقتضی ہوگی یعنے اسکا سبب سوائے اسکے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اسکی علت قدیم ہوگی اور خود اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیمہ اسکے قدم کو مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدم غیر ذاتی یا قدم بالغیر ہے اسکے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں نکل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شئے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شئے جب تک حال اور قائم رہیگا اسوقت تک کیونکر ممکن ہے کہ اس شئے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ انپر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور لازمہ کا حدوث ثابت ہو گیا تو پھر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو لیتے ہوئے پہلی صورت تک پہنچ جائیں کہ جو سب سے ابسط ہو اور مادہ کے لیے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ٹھیر سکتا کہ اس سے پہلے بھی مادہ کے لیے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے ابسط صورت کے بعد والی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ تہیں اور اس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی ابسط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی حادث ہے اسلیئے کہ وہ معدوم اور زائل ہو گئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلایئے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود تہا یہ تو آپ کہہ ہی نہیں سکتے کہ مادہ کے لیے کوئی صورت نہ تہی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ مانیئے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے بھی ابسط صورت موجود تہی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو سب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت نہیں ہو ہی سکتی اور یا تو آپ اسکے قائل ہو جایئے کہ مادہ اسی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ٹھیریگا نہ قدیم۔ اور یہی مقصود ہے۔

ق ہم اسی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اسکے بعد والی صور نوعیہ کے لیئے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اسکے بعد آنیوالی صورتیں مادہ کے لیے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک اور جدا نہیں ہو سکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اب یوں تقریر کیجائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لیے ملزوم ہے قدیم ہوگا۔ تو یہ سب صورتیں بھی جو اس کے لیے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ بھی قدیم نہیں ہو سکتا کیونکہ تالی کے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ علم منطق

حدوث مادہ کی اول دلیل [illegible]

بیں یقینی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

پھر بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادث یعنے ایسی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پھر موجود ہو گئی ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیئے جو اسے موجود کر دے اور جسکی وجہ سے اسکے عدم پر اسکے وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی سے وجود کی روشنی میں نکل آئے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور وہ منجملہ بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا نخواستہ آپ لوگوں کی یہ حالت ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجح کو بھی ممکن کہنے لگیں تو مجھے بیٹھے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ بینے انسانی ایجاد کردہ ترازؤں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دو نوں پلڑے بوجھ میں بالکل برابر تھے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اسکے دونوں پلڑے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجیئے کہ بائیں جانب کا پلڑا کسی سبب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعۃً داہنا پلڑا بائیں سے راجح ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ گیا اور بایاں اتنا اونچا ہو گیا جہانتک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجح کے ہوا گیا راجح ہونیوالے پلڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے راجح کیا یعنے جھکایا نہ اسے ہوا کا دھکا لگا نہ کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو اسکا باعث ہوا خلاصہ یہ کہ جتنی چیزوں سے پلڑا جھک سکتا ہے انمیں سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پھر بھی وہ بلا وجہ جھک گیا پس اسصورت پر اگر آپ اس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عناد انتہا درجہ کو پہنچ گیا پس اب آپ سے گفتگو کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجح ہے اسی کی نسبت بینے سابق میں آپ سے کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

اس مثال میں اور جتنی حقائق کہ اس کے علاوہ متصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ حسی ہوں یا عقلی ان سب میں اس لحاظ سے ذرا بھی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجح سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر ہر تامل کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر ہے اور جب آپ اپنے بہت سے علمی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مد مقابل سے بحث کرتے وقت بیشمار موقعوں پر اسی قاعدہ کے ماننے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجح کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب پایا گیا اور اسکا وجود اتفاقات فطرت میں فلتہً[*] یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے نزدیک محقق امر یہ ہے کہ جسکو لوگ فلتہ یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب نہیں معلوم ہوا اور نہ حقیقت میں اسکا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہمپر مخفی رہا ہے بے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اسی ترجیح بلا مرجح کے محال ہونے پر بھروسہ کرنا ہے اس تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ بھی اس قاعدہ کو مانتے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور بینے جو باوجود اسکی بداہت اور وضوح کے تقریر کو اس موقع پر اتنا طول دیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ بینے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی

دلیل اثبات آلہ کے مقدمات میں سے

استحالہ ترجیح بلا مرجح کی توضیح ۱۲

[*] ۔۔۔ زمانہ کے فلاسفہ کی اصطلاح میں اسے بخت والاتفاق کہتے ہیں ۔۱۲ مترجم

اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلا مرجح کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنے اسبات کے قائل ہیں کہ بلا وجہ بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے شرمی اختیار کر لینا انکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا ارتکاب وہی کر سکتا ہے کہ جو محض ٹھس طبیعت کا ہو اور جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوفسطائیہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو حقائق اشیاء کے حتے کہ مشاہدات کے بھی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام اور خیالات ہیں

ف [اثبات آلہ ۱۲] پس اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے اب سنیئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت سی دلیلوں سے ثابت ہو چکا انہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں بھی ہیں جو ہم نے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسب ہیں یا اسلیئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپکی عقلوں کو دقت ہو اور انکے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلا مرجح محال ہے اسلیئے وہ اسبات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شئے ہونا چاہیئے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اسکے وجود کو اسکے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شئے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لا محالہ موجود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ جو شئے خود معدوم ہے اس سے کوئی شئے اضطراراً یا اختیاراً کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ نا ممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بدیہی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ (اہل اسلام) معتقد ہو گئے کہ وہ شئے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ہے ضرور موجود ہے اسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود و عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور انھوں نے اسکا نام عالم کا خدا رکھا

پھر ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم بھی ہونا چاہیئے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اسکا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلا مرجح تو محال ہی ہے اور پھر اس دوسرے کے لیئے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور اسیطرح یہ سلسلہ چلے گا پھر یا تو دور لازم آئیگا یا تسلسل - اور دور اور تسلسل دونوں محال ہیں اور جو چیز کہ ان دونوں کی طرف مفضی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم آئیگا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر اس خدا کے حادث ماننے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حدوث بھی محال ٹھیرا اور جب اسکا حدوث محال ہوا تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

ف [ابطال دور ۱۲] اب دور کے معنے سمجھیئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو - اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئیگا کہ شئے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جاوے اور یہ بالبداہت باطل ہے پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جسپر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اسکا وجود بھی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شئے کے واسطہ سے اسطور پر کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شئے پر موقوف ہو اور اس شئے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو اسصورت میں یہ لازم آئیگا کہ مادہ قبل اس شئے کے پایا جاوے کہ جو وجود مادہ کے لیئے سبب ہے جس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جاوے اور یہ امر صراحۃً باطل ہے اور کوئی عقلمند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔

اسکا نام دور حقیقی ہے کہ جسکے باطل ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔

دور جائز ہے ۱۲

ف اور ایک دور بہت ہی ہوتا ہے جسکے یہ معنے ہیں کہ دو شے ہیں سے بعض بعض پر اسوجہ سے موقوف ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دنیا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا اسمیں کلام ہی ہے۔

ابطال تسلسل

ف اب رہا تسلسل اسکے یہ معنے ہیں کہ بیشمار امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوے چلے جایئں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اسکے ناممکن ہونے کا اسیلئے حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوتی ہے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شرح وبسط او تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم انہیں سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کرینگے کہ جو آپ لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جنکو کہ آپ کی عقلوں سے مناسبت ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کرینگے۔

ابطال تسلسل کے مقدمات کا بیان ۱۲

ف پس سنیئے ہر عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور جلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جتنی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اسیطرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سمجھ لیجیے خلاصہ یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا یعنے چھوٹے اور بڑے عدد کا اکائیوں میں برابر ہو جانا صریح محال ہے اسی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار دو حدوں کے درمیان گھری ہوگی وہ ضرور محدود اور متناہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے دو حدوں کے درمیان گھری ہی ہو اور غیر محدود بھی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا سراسر محال ہے پس جب آپنے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور انکے تسلیم کرنے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں سنیئے۔

برہان تطبیق سے تسلسل کا بطلان ثابت کرنا ۱۲

ف پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا وقوع ہونا ممکن ہوگا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہونیکا نام ہے تو ضرور ہمکو یہ جائز ہوگا کہ ہم ایسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کریں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجودہ سے ہو اور دوسرا اب سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ (جو زمانہ موجودہ سے شروع ہوا ہے) دوسرے سلسلہ سے (جو اب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے) محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پھر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع[ع] کرتے ہیں یعنے ہم پہلے سلسلہ سے ایک ساقط کرینگے اسکے مقابل دوسرے سے بھی ایک ہی ساقط کرینگے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے معاً ختم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں انکا غیر متناہی اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

عہ ازلی ہیں کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں ۱۲ مترجم - عہ یعنی تفریق کرنا ۱۲

ہوگا تو اسصورت میں لازم آئیگا کہ سلسلۂ ناقصہ سلسلۂ زائدہ کے برابر ہوجاوے حالانکہ ہم پیشتر بیان کرچکے ہیں کہ عدد ناقص کا عدد زائد کے برابر ہوجانا محال ہے پس ظاہر ہوگیا کہ اشیا کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کو مستلزم ہے اور جو شے کہ محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ بھی محال ہوا کرتی ہے اسلیے تسلسل بھی ضرور محال ٹھیرا۔

ف برہان سلمی سے ابطال تسلسل کا ثبوت ۱۲

دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کریں کہ جو ایک نقطہ سے مثلث کی دو ساقوں کے شکل نکلکر لگاتار چلے جائیں پس اُنکے اجزا بمنزلہ اُن غیر محدود امور کے ٹھیرینگے کہ جو جانب ازل میں مترتب ہوتے چلے گئے ہوں پھر ہم اُن دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کیلیے ضرور پے درپے خطوط فرض کرسکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط بھی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے کے دونوں خط مفروض بڑھتے جائینگے اس صورت سے سمجھ لیجیے  پس جب ہمنے ان دونوں خطوط کو غیر متناہی مانا ہے تو ضرور ہے کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت بھی جسکو ہمنے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ خط بھی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کریگا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدوں کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس درمیانی مسافت کی دو حدوں کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا بھی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کرچکے ہیں کہ جو مقدار دو حدوں کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناہی ہوگی اور یہ باوجود اس طرح پر محصور ہونے کے اُسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مستلزم ہو اور وہ اس موقع پر دونوں خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ بھی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ مینے دور اور تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے غور کرینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہوجائیگی کہ وہ خدا جسنے مادہ کو بنایا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہوسکتا ورنہ یا تو دور لازم آئیگا اگر ہم لوٹ پڑیں اور یہ کہنے لگیں کہ اُس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور یا تسلسل لازم آئیگا اگر ہم کہیں کہ اُس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہے اور اُسکا وجود کسی تیسری شے پر پھر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے چلے جائیں اور دور اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے پس جو امر (اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے) اُن دونوں محالوں کو مستلزم ہوگا وہ بھی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہوا تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھیرا کیونکہ موجودات میں سوائے حدوث اور قدم کے کوئی تیسری شق نکل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔

ف خدا کا قدیم لذاتہ ہونا ۱۲

ف پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اُس خدا کے قدم ثابت ہوجانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اُسکا قدم لامحالہ کسی ایسے امر کی وجہ سے ہوگا کہ جو ازل میں اُس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر اُسی کی ذات مانی جاوے تو قدیم لذاتہ ٹھیریگا لیکن اگر وہ امر اُسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیجاوے گی تو اُسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اُسکے قدیم لغیرہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اُسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اُس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال نکالے تو اسصورت میں اس غیر میں گفتگو جاری ہوگی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ بھی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ چلا جائیگا کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہوچکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچ کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم

حمہ جنھے ہم اُس قدیم لذاتہ کا نام خدا کہہ سکتے ہیں ۱۲

لذاتہ ہے گریز کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا پس حق یہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جاوے یعنے خود اسکی ذات ہی اسکو مقتضی ہے کہ وہ ازل ہی موجود ہو دیکھی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لیے کوئی دوسری شئے مقتضی نہیں بلکہ اسکے لیے خود نفس حرکت ہی مقتضی ہے جیسا کہ میںنے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اسبات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجیے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنے اس کی ذات ہی اسکے وجود کے لیے مقتضی واقع ہوئی ہے اب اگر یہ کہا جائیگا کہ جب تک خدا کی ذات جو اسکے وجود کو مقتضی ہے قایم رہیگی اسوقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کرسکتا ورنہ لازم آئیگا کہ کسی شئے کے وجود کا مقتضی تو موجود ہو اور باوجود اس کے وہ شئے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ محال ہے پس ثابت ہوگیا کہ اس خدا کا فنا اور معدوم ہوجانا محال ہے اور اسکا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اس سے بلا ارادہ اور اختیار اسکے بطریق علیت اور ضرورت کے ہوگا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہوگا یعنے اسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اسے اختیار کرلیا اور اسکے لیے وہی وقت مقرر کردیا جسوقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حدوث خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اس سے بطریق علیت اسکا حدوث ہوتا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اسکی وجہ سے تمام تنوعات بھی ضرور قدیم ہوجاتے کیونکہ جب مادہ میں ارادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لا محالہ تنوعات کا حدوث اس سے بطریق معلولیت کے ہوتا پس اسصورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ٹھیرتا اور اپنی علت سے متاخر ہوسکتا حالانکہ مادہ اور اسکے تمام تنوعات کا حدوث بخوبی ثابت ہوچکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حدوث بطریق معلولیت نہیں ہوسکتا اب سوا اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اسی نے اسکے لیے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کردیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لیے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اسکی ذات ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اسکے لیے اسکی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔ خدا مختار ہے ۱۲

پھر اس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کرکے اسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اسکے وجود کا ایک زمانہ معین کردیا اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیاری صنع اور فعل ہے، اسلئے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب وغریب اور حیرت انگیز تنوعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ (جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفروں کی عقول پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ انکی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اسکی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ خبط چھپایا ہے) بنایا ہے کہ جو سماوی۔ ارضی۔ جمادی۔ نباتی اور حیوانی عجیب وغریب انواع پر متنوع ہوا ہے اور جسمیں کہ طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

بیشک وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اسبات سے کہ اسی نے

خدا نہایت کمال سے علم اور قدرت رکھنے والا ہے ۱۲

مادہ نے انواع کے تنوعات کو متنوع کیا ہو اور تمام تعجب خیز کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُسنے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُس کے ذرات بسیطہ کی حرکت اور اُن قوانین فطرت کے موافق جو اُس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کرنیکی صلاحیت رکھتا ہو جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے حاصل ہو گئے ہیں پس ہر دو تقدیر پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کرے اور پھر بدل بدل کر اُس کے بیشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا و تعجب خیز اشیاء کو اُس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ اُن قوانین فطرت کے مقتضا کے موافق ہی سہی جو اُس میں قایم ہوں بیشمار عجیب و غریب انواع کی جانب منقلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہوگا اور اُس کا عاجز یا ناواقف ہونا سراسر محال ہے مثلاً جب ہم کسی گھڑی کو جس سے کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کیسی عجیب اُس کی ترکیب ہوا کرتی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جسطرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں کہ اس گھڑی کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جسنے اُسے بنایا ہے اور نہایت محکم اصول پر اُس کی بنا رکھی ہے اسیطرح قطعی طور پر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُسکا بنانیوالا جبھی اُسکو بنا سکتا ہے کہ اُسکے بنانیکی کافی قدرت رکھتا ہو اور نہایت مضبوط اور مستحکم اصول پر مبنی کرنیکا اُسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اُسی نے اُس کے پرزے بنائے ہوں اور پھر اُنھیں اس طرح خود ہی جڑا ہو کہ وہ بخوبی کام دیسکتی ہو اور یا اُسنے محض اُس کے پرزے ہی اس انداز سے بنائے ہوں کہ جنکو مرتب کر کے گھڑی جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہنے لگے کہ اس گھڑی کو ایک شخص نے کہ جو اندھا۔ بہرا۔ دست و پا بریدہ۔ ناسمجھ۔ بیخبر علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور کل سازی کے اصول سے محض ناواقف ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرلے درجہ کا احمق ہے یہ تو آپ نے سُنا اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اُس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسنے کہ مادہ پیدا کیا ہے اور پھر آپ مادہ کے قدم کے معتقد ہو گئے پھر اُس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اُس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کرنیوالا ہے اس لیئے آپ لوگوں کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب سے بحث کریں جسکی وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اسکو نہیں تسلیم کر سکتی کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لیئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں اُس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی سرگردانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات بسیطہ جنکی شکلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث سے یہ اجزا مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

گھڑی کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا کہ حرکت اجزا مادہ کو انواع کے بننے کا سبب قرار دینا غلطی ہے ۱۲

محض یہہ کہکر اپنی عقلوں کو سمجھا لیا کہ ان تمام تنوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزار کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آسے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزا رکو دیکھہ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کیسا ہی ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہ آپکو مادہ کے اجزار اور اُن کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور اسپر بھی آپ نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزا رکے لیے مختلف شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کہنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزا رکے اجتماع سے باوجود ان کی اشکال کے اختلافات کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن اُن اجزار کے اشکال کا دیکھنا تو درکنار محض اُن اجزا رتک کو تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ یہہ ساری باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جن کے ماننے پر آپکو محض اس ضرورت نے آمادہ کیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ یہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب افسوس اس موقع پر آکر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعدہ بالا ئے طاق رکھدیا جسکی نسبت ہمنے آپ لوگونکو اکثر ڈینگ مارتے سُنا ہے وہ یہہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اُس کا احساس اور مشاہدہ نہ کرلیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں گیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑکر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نہ کیجیے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں یہہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکما رکا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں صرف آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے سوا کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکے۔ (اور نہ ہرگز قایم رہ سکتے ہیں۔) اور اگر آپ یہ کہیں کہ یہ موقع ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوئی کیونکہ ہم نے اجزار اور اُن کی حرکت کے آثار مشاہدہ کرلیے اور وہ آثار یہی تنوعات ہیں اور انہیں آثار سے اُن کے موثر پر ہمنے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کرینگے اور اسیطرح تمام مذاہب والے خدا کے وجود پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف سے پوچھئے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کرینگے ؛

اس تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جبکہ مادہ کا حدوث اور یہہ امر ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لیے ضرور کوئی محدث اور موجد ہے جس نے کہ اُسکو حادث کیا اور عدم سے اُسکو اس طرح پر موجود کر دیا کہ وہ تمام تنوعات اور تطورات قبول کرنیکے قابل ٹھیرا اور اس سے اُن کے نزدیک اُس موجد کا ارادہ اور اسکی قدرت اور اُس کا علم بھی بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا اب اسکے بعد اُن کو اس امر کے سمجھنے کے لیئے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیئے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اُسکو تمام تنوعات قبول کرنیکے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ۔ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اُسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اُس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو جنہیں دیکھکر عقل دنگ رہ جاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیئے کوئی نہ کوئی موجب ضرور ہونا چاہیئے اور ظاہر ہے کہ اُن کے حدوث کو اُس خدا ہی کیطرف نسبت کرنے کو جس میں کہ ارادہ قدرت

ف دیہہ تھا بلکہ وہ تو اپنے قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ کچھ نہیں مانتے تھیں اسکو چھوڑ دینگی شاقیں (؟) کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلالات کے بغیر نہیں رہ سکتے ١٢

ف اسکے ثابت ہو جانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدایش کے لیئے کسی دوسرے موثر کی ضرورت نہیں ١٢

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ اُن کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جنمیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اُس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل ورآمد بھی کر لیتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لیئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تبائنات اصول کے لیئے فرع کی وراثت کا قانون ہے جیساکہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ اُن کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے امکان میں نہیں اور یہ وہ تبائنات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کیگئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فرع میں تبائنات کا موجود ہونا لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیوں نہ ضروری ہوا کہ کسی امر میں تبائن ہونیکے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہوا کرتی حالانکہ عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فرع اپنے اصول کے موافق ہوا کریں اُن کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھیر سکتا اب رہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تبائنات کو دائمی طور پر ضروری کر دے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ اُن اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیساکہ ہر فکر سلیم کے لیئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

ف ایک دخانی کل کی مثال کو ثابت کرنا کہ اہل سائنس مذہب تحقیق عالم کے بارے میں محض لچر ہے ۱۲

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آئی جس کا بغرض توضیح ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہمکو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دخانی کل کے پرزے طیار کیئے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دخانی کل اُن سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر پرزہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب تبلایئے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کس کو قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اُسی نے اُن کو جوڑ کر اس کل کو چلایا ہوگا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اُس حرکت کے ذریعہ سے جو اُن میں پائی جاتی ہے خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر لگنا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانۂ دراز کے بعد یہ کل اس طرح جڑ جڑا کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں ذرا شک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کریگی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کریگی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جسنے مادہ کو ایجاد کر کے اُسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اُسی نے اُسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنیوالے نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطراری حرکت کیوجہ سے قانون وراثت اور قانون تباین کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متنوع ہونے لگا کہ جسکے بننے کے لیئے اعلے درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل علم و حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اے عقلمند و ذرا تو انصاف کرو۔

ف خدا کا علم ارادہ اور قدرت ان میں کس کس کن کن اشیاء کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے ۱۲

خدائے عالم کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قایل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اُس کی قدرت دونوں

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اُس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور معدوم بھی۔ ممکن ہونیکے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا اسکو وجود یا عدم کے ساتھ اور اسیطرح اُس کے اور احوال میں سے جسکے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جسکے ساتھ کہ اُسنے اپنے ارادہ سے اُسے خاص کر لیا ہے اُسیکے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ امر کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اُس کے معدوم ہونیکی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدار شے کا لازمی طور کچھ نہ کچھ جگہ گھیرنا ❊

ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا ۱۲

اسیطرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اُسکے موجود ہونیکی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتماع نقیضین سو ان دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاداً ہو یا اعداماً البتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اُس کی قدرت اسلیے کہ جو شے عقلاً واجب ہے وہ خود ہی موجود اور حتماً حاصل ہوگی اُس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اُسکے ساتھ نہ ایجاداً متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعداماً۔ ایجاداً تو اسلیے کہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے موجود کا موجود کرنا لازم آتا ہے اور اعداماً اس لیئے کہ اُسکا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا امر محال وہ حتماً معدوم ہوتا ہے اُس کا وجود میں آجانا ممکن نہیں پس اُسکے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ اعداماً متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاداً اس وجہ سے کہ اُس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے ❊

خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گذشتہ یا آئندہ ۱۲

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس منکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گذشتہ یا آئندہ سبکو بخوبی جانتا ہے اُسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اُس کو اور اُس کے استحالہ کو جانتا ہے اب رہا امر گذشتہ جسکا کہ وجود منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہوگا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اُسیکے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اُسے معدوم کر دیا ہو اُس کے ساتھ اُس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو ابتک موجود نہیں ہوا اُسکے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہونیکے قابل ہے اور بغیر اسکے کہ خدا اپنے ارادہ سے اُس کے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کرے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس لیئے کہ کل حوادثات خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اُسکے ایجاد کرنے سے پہلے خدا اُسے جانتا بھی ہو کیونکہ اُسنے تو اُسکے وجود کا ارادہ کیا ہوگا جب تو اپنی قدرت سے اُسے موجود کرے گا اور اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کہ جس انسان نے پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بعد تعمیر کروں گا وہ جو کچھ کہ اُس گھر میں بنائیگا اُسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی مانع کیوجہ سے اُس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اُس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اُس کے افعال سے جسکے کرنیکا اُسنے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھہ سکتا وہ ضرور ہی اُسے نہیں کرتا ہے اس لیئے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اُسکے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں ÷

ف اثبات قضا و قدر اور اُن کے معنی کی توضیح

ف اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حوادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ٹہرا کہ عالم میں ہر حادث جسطرح پر کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہوچکا ہے اُسکے موافق اُسکے پیدا کرنیسے موجود ہوتا ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکے علم سابق کے موافق اُسکے ساتھ خدا کی قدرت ایجاداً متعلق ہو اور اسی کا نام قضا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ جو امر کہ اُسکے ساتھ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے لیئے ایک حد مقرر کردے جسکے موافق کہ وہ اُسے ایجاد کریگا اور اسی کو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر یہاں بیان کیگئی یہ منجملہ اُنہیں تین تفسیروں کے ہے جنہیں کہ علامہ باجوری نے جوہرہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر ماتریدیہ کیا کرتے ہیں) ÷

ف انبیاء اور اولیاء کی پیشین گوئی کی حقیقت ۱۲

ف یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیاء غیب اور آیندہ کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور آیندہ کے حوادثات کو جانتا ہے اس لیئے کہ ہر حادث اُسکے علم سے اُسکے ارادہ کے متعلق ہونے سے اُسیکے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہی خدا ان رسل اور اولیاء میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آیندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اسکے قائل ہیں کہ نفس فطرت انسانی کا یہ مقتضا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کسیکو تبلادے تو اُسے کون روک سکتا ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے تبلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیدتے ہیں اُن میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعوی کرتا ہو...... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعوے کرنیکو اعلی درجہ کے ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعوی کرے اُسکو کافر تبلاتی ہے ÷

ف خدا زندہ ہے

ف پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا اُسے عالم جسکا ہمارے نزدیک وجود - قدم - بقا - قدرت - ارادہ اور علم ثابت ہوچکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیئے اس لیئے کہ مردہ کا صفت ارادہ - قدرت اور علم میں سے کسیکے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر ہے پس خدا کے لیئے صفت حیات ثابت ہوگئی اور اُس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال ٹہرا ÷

ف خدا مادہ کے تمام خواص سے مبرا ہے

ف پھر وہ کہتے ہیں کہ وہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہوسکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جنکے لزوم کے لیئے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اُس سے جدا نہ ہوسکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اسکے جمیع انواع کے لیئے لازم ہیں اور یا وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کرسکتی ہو خواہ وہ اُس کے تمام انواع میں پائے جاسکتے ہوں یا فقط اُسکے بعض مرکبات ہی میں اور یہ ایسے اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیئے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یا وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جوہریت - جسمیت - وضعیت - متحیز ہونا (یعنے کسیقدر جگہ کو گھیرنا) مرکب ہونا - متجزی ہونا - غیر سے جا ملنا - غیر کو جننا - اتصال - انفصال - حیوانیت - نباتیت - جمادیت - ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا - تمام انفعالات نفسانیہ اور اسکے مثل خلقی چیزیں ہیں - کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

کسی میں بھی اگر مادہ کے مشابہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسیکے مثل مادہ ٹھیریگا اسلیے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ اُس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہ ہوگی وہ ضرور اسیکے مثل اور ویسی ہی ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لیئے ممکن ہے یعنی حدوث وہ خدا کے لیے بھی ممکن ہوگا اور خدا بھی حادث ٹھیریگا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لیئے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لیئے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اور اُس کے حدوث کا محال ہونا ثابت ہوچکا ہے پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اسکے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ کا مقصد ہے جسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتقد ہیں کہ خداے عالم کے لیئے تمام حوادثات کے خلاف ہونا ضروریات میں سے ہے اور اس کا اُن کے مشابہ ہونا محال ہے اسلیے خدا نہ مادہ ہوسکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے ساتھ اسکا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہوچکا ؁

ف خدا مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

ف پھر چونکہ ظاہر ہوچکا ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ جسم اس لیئے اُسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قایم ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اُسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور قایم ہوتا ؁

ف خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل ۱۲

ف علاوہ بریں اگر اُسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت ہوگا تو پھر اُس کا ان صفات کے ساتھ جن کا کہ پیشتر بیان ہوچکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹھیریگا اور وہ صفات قدرت ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قایم ہوچکی ہے اس لیئے اُس کا صفت ہونا ممکن نہیں ہوسکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہوسکیگا ۔

ف خدا موجد کا محتاج نہیں ۱۲

ف پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہوچکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اُسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہوسکتا غرض یہ کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متبعین کے اس عقیدہ سے مقصود ہیں کہ خداے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قایم ہونا ضروری ہے اور غیر کے ساتھ اُس کا قایم ہونا محال ہے ۔

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا۔ یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ امور مذکورہ اُس سے قبل موجود ہوتے اور اُس کے بنائے ہوئے نہ ہوتے حالانکہ اسبات پر دلیل قایم ہوچکی ہے۔ کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے اُسیکی بنائی ہوئی ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کیجانب محتاج ہو ؁

ف صفات خداوندی اور صفات انواع مادہ میں محض اسمی مشارکت ہے ۱۲

ف اس سابق کے مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اُس کے مشابہ نہیں ہے یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ جیسے خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہ ہوگیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور اسیطرح اور صفات ہیں جو کہ اُسکے لیئے ابھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے انواع اِن صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں اس لیئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کیوجہ سے انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسمی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباینت پائی

جاتی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ اُن کے نزدیک صفات قدیم ہیں اعراض نہیں ہو سکتی لیکن انواع مادہ کی وہ صفات جنکے ساتھ اُن کو اسمی مشارکت حاصل ہے بلا شبہ اعراض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونیوالے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خفا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار باعظمت محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور قاصر ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کرنیسے صاف صاف واضح ہوتا ہے -

ف فلاسفہ جدید کے مقابل میں وحدانیت کی دلیل بیان کرنے کی حاجت نہیں

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خداے عالم کے وجود پر دلیل قایم کرچکے اور آپ لوگوں پر اُس کے وجود کی تصدیق کرنیکو دلیل سابق کے مقتضا کے موافق لازم کرچکے تو اب اُنہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قایم کریں کہ وہ خدا ایک ہے خدائی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے اُنھوں نے دلیل سے اُسکے وجود کی تصدیق کرنیکو آپ پر لازم کر دیا اب اُنہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اُس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں اس لیئے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو یہ ظاہر بات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خداے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کونسا امر مقتضی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لیئے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لیئے صرف ایک ہی خدا جسمیں کہ اُسکے ایجاد اور محکم کرنے کے لیئے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے معتقد ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اُس کی خدائی میں کسیکا شریک ٹھیرانا سراسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بغیر قطعی دلیل پر مبنی کیئے ہوئے باز نہیں رہ سکتے اُن کے عقیدوں کی بنا ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس لیے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کرنیمیں اُسکے منفرد ہونے پر اُسکے سوا کسی خدا کے وجود کے محال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قایم کریں علی ہذا القیاس جب وہ اُن فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ متعدد خدا ماننے والے ہیں اور عالم کے لیے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی اُن فرقوں پر خداے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کرنیکے لیے وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اُس کے سوا کسی دوسرے خدا کے محال ہونے پر دلیل قایم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں اُن کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیئے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر اُن کے سامنے اُس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا ✣

ف مسلمانوں کو عقیدے بلا دلیل نہیں بلکہ یقینی دلیل پر مبنی ہیں اس لیئے وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے

ف وحدانیت کے منکر فرقوں کے لیے عقلی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے ۱۲

ف قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور اقناعی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں ۱۲

رہی خداے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن میں جسکی نسبت اُنھوں نے خداے عالم کے پاس سے ہونیکی خبر دی ہے بکثرت موجود ہیں قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کرنیمیں اُس کے منفرد ہونیکی تصریح کرتی ہیں بلکہ اُن میں اُس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطعی بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برہانی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور رہیں ✣

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقانیت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیئے کہ آپکے دعوے کی حقانیت پر متعدد دلائل قایم ہونیکی وجہ سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے ہیں عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے پھر جبکہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق کر چکے تو پھر اُنہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑیگی کہ جس خدا نے اُنہیں بھیجا ہے اور رسول بنایا ہے وہ ایجاد کرنے میں منفرد اور ایک ہے اُس میں اُس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن فرقوں کے مقابلہ میں جو متعدد خداؤنکے قائل ہیں خدائے عالم کی وحدانیت قایم کرتے ہیں نیز جبکہ اوسکی وحدانیت کے اعتقاد کے بارہ میں خود بھی اعتقاد کرتے ہیں اوس کی بکثرت ہیں اور مختلف طریقے ہیں اس مقام میں بغرض اختصار انمیں سے ہم ایک ہی دلیل بیان کرینگے پس سنیئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں (یا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا) تو عالم میں کسی شے کا کبھی وجود نہیں ہوسکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا باطل ہے اس لیے کہ اُس کا وجود تو ہم مشاہدہ کر رہے ہیں پس وہ امر بھی (یعنے خدا کا متعدد ماننا) جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی ضرور باطل اور غلط ہوگا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ٹھیرا تو اُس کی وحدانیت ثابت ہوگئی اور یہی ہمارا مقصود و مطلب ہے سنیئے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جانا کیونکر لازم آتا مثلاً فرض کیجیے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا مختلف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئیگا کہ دو موثروں کا فقط ایک ہی اثر ہوا اور یہ محال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک کی ایجاد سے اگر عالم کا ایک جداگانہ اور مستقل وجود ہوگا تو لازم آئیگا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو حالانکہ وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے زیادہ نہیں عالم کا فقط ایک ہی وجود حاصل ہو تو ماننا پڑیگا کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک نے بانفرادہ اُسے ایجاد نہیں کیا بلکہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا جیسے کہ اگر دو قوتیں ملکر کسی پتھر کے لڑھکانیکا باعث ہوں پھر ایک اُن میں سے بانفرادہ اُس کے لڑھکانیکے لیے کافی نہ ہو بلکہ دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی محتاج ٹھیریگی اور اُس کے ساتھ ملکر مرکب ہوگی اور وہ دونوں قوتیں مرکب ہوکر ایک قوت بنیگی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑھکانیکی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب علی الاستقلال نسبت کرنا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا پس اس بناء پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا کے قرار پائیں گے کہ جسکی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہوسکیگی کیونکہ ہر ایک موجد کا جزء ہوگا نہ مستقل موجد حالانکہ خدائے عالم اسکو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ فی الحقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہوچکا ہے کہ خدائے یعنے موجد عالم کا مرکب ہونا محال ہے کیونکہ اُسمیں اور مادہ اور اُس کی تمام انواع کے مابین جمیع صفات کے اعتبار سے جو کہ اُن کے ساتھ مختص ہیں تخالف ہونا ایک لازمی امر ہے اور اُنہیں صفات میں ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے لیئے حدوث لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدوث لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دو نوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پر ایجاد کریں

دانیت کی عقلی دلیل

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا ورنہ تحصیل حاصل لازم آئیگی اور وہ محال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیزوں کو
ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرا کیونکہ اسوقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئیگا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے
کسی ایک کی قدرت متعلق ہو جائیگی تو لامحالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے متعلق ہونیکا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا
اُس کی مخالفت پر ہرگز قادر نہ ہوسکیگا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اُس کے خلاف کر سکا اور اُس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونیکے طریق کو مسدود
نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بہر حال خدا کا عجز لازم آئیگا اور خدا کا عجز محال ہے ❊
اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح پر کہ ایک تو عالم کے ایجاد کرنیکا ارادہ کرے اور دوسرا اُسکے معدوم کرنیکا پس ہرگز ممکن نہیں
کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہوسکے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہوا اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا
ارادہ نافذ نہ ہوسکیگا وہی عاجز ٹھیریگا اور دوسرا بھی ویسا ہی قرار پائیگا اسواسطے کہ دونوں میں مماثلت منعقد ہو چکی ہے اور دونوں
یکساں ہیں علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہوگا اور دوسرے کا نہیں تو جسکا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ٹھیریگا
دوسرا نہیں ہوسکتا اب وحدانیت کی دلیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجملاً اور علی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ
ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے
پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قایم ہوسکتے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و برہم ہو جاتے۔
یعنے آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہدے سے ثابت ہے
پس وہ شے یعنے اللہ کے سوا جنس خدا کا موجود ہونا (یعنے کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھیری
تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنے عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہوسکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور
یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہمنے اپنے قول
جنس خدا سے اسیکی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہو جانیکے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرسری
نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب غور کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سرے سے احتمال ہی صحیح نہیں ہوسکتا
کیونکہ خدائی کا مرتبہ تمام غلبہ اور کامل استقلال کو مقتضی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن
لذھب کل الہ بما خلق ولعلی بعضہم علی بعض) الخ (یعنے اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیا کو لیجاتا
اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر بیٹھتا۔ (یہ تو آپنے سُن لیا اب میں اس امر پر پھر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اسیطرح اور دلیلیں
صرف انہیں کے مقابلہ میں قایم کیجا سکتی ہیں کہ جو خدائے عالم کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔
پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعوی سے باز رکھے جا سکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو
تسلیم نہیں کرتے اُن کے مقابلہ میں اس دلیل کا قایم کرنا اسیوقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اُنپر اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ
عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کہ اُسے ایجاد کیا پھر اُنکو خدائی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدائی کا منصب
مقتضی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ اُنہیں اسکی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا عجز لازم آتا ہے یا اسکے سوا اور محالات جن کا کہ دلیل
سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں پس اس سے خوب آگاہ رہنا چاہیئے)

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجد عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار ٹھیر سکتی ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقاء - حوادث کے ساتھ مخالفت - اُس کا بنفسہٖ قائم ہونا یعنی استقلالاً موجود ہونا - وحدانیت علم - قدرت - ارادہ اور حیات ہیں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے لیے کافی سمجھا جا سکتا ہے اور ہر عاقل اسنے پر قناعت کر سکتا ہے لیکن اُنہوں نے اس خدائے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا شروع کیا اور اوس کی عجیب غریب مصنوعات اور اُن کی کمال پائداری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جیسا اُس کی مصنوعات میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدائے پاک صفات کمالیہ میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی ٹھہر سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ جہاں تک ہم خیال کر سکتے ہیں کسی کو ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کامل کو ایجاد کرے یا کامل اپنے سے اکمل کو ایجاد کرنے کے قابل ہو سکے - انہیں حیوانات کو لیجیے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ اُن کو اس سے عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیجیے - انسان کو لیجیے کہ جو سب سے زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اعلےٰ درجہ کا قادر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو جدا رہا اُس کے مصنوعات میں اُس کمال کے قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اُس میں قایم ہے - حیوان یا انسان کا بنانا تو بالائے طاق رہا انسان میں نبات بنانے کی تو قدرت ہے ہی نہیں - غایت سے غایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جمادی صورت جو کہ حیات سے بالکل خالی ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیمیاوی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں پایا جاتا - یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جرثقیل کے موافق غیر دائمی اور ناپائدار حرکت کرنے لگتی ہیں اور پھر نہ اُن میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا - اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اُس کی صورت کے متغیر کرنے کے لیے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو وہ خود ہرگز اسپر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کار چار و ناچار اُنہیں قوانین قدرت کے استعمال کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو تغیر دینے کے لیے اس خدائے پاک کی جانب سے مقرر ہیں - اور جو تغیر کہ اُس سے حادث ہوتی ہے وہ حقیقت میں اُسکا فعل بھی نہیں ہے اُسکو صرف اسیقدر دخل ہے کہ اُسنے اُس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ تغیر پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اُسنے جس شے کو تغیر دینا مقصود ہے اُس پر اُسے مسلط کر دیا - اور اگر یہ تغیر اُسکے بنانے اور اُس کے پیدا کرنے سے ہوتی تو اُس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اُسکو اُس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اُس کی مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اسکا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرند کے بچہ کو اُس کی خلقت میں بدصورت کر دے تو وہ انڈے میں ایک جانب سے قوی حرارت پہونچاتا ہے اور دوسری جانب سے ذرا ضعیف - اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بدصورتی پیدا ہو جاتی ہے پس یہ بدصورتی اُس انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنمائی کی مقدار - اس کی کیفیت - اور یہ کہ بچہ کے کس موقع پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جانتا اور اُس سے واقف ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اُس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی ہے -

اور وہ بدنما ہو جاتا ہے اور اُس قانون کو وہ استعمال کرنے لگا جیسے کہ کسی شخص کو یہ معلوم ہوگیا کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے پھر جب
اُسے پیاس لگتی ہے تو وہ اپنے معدہ میں پانی پہونچا لیتا ہے اُس سے اُسے سیرابی حاصل ہوجاتی ہے اور اُس کی پیاس بجھ جاتی
ہے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس شخص نے کہ اپنے معدہ میں پانی پہونچایا ہے خود اُسی نے سیرابی کو بھی پیدا کیا اور پیاس کو
دفع کردیا اور کیا یہ اُس کے مصنوعات میں شمار کیا جاسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - پس اُس کا اتنا ہی فعل ہے کہ اُسنے اپنے معدہ میں
پانی پہونچا لیا - پانی جب معدہ میں پہونچا تو اُس سے معدہ کی حرارت ٹھنڈی پڑی اور پیاس جاتی رہی اب جو کچھ حاصل ہوا اُس میں
پانی پہونچانیوالے کی ذرا بھی تاثیر نہیں - اس تقریر سے یہ امر بطریق اولے واضح ہوگیا کہ کھیت کا کاشتکار درختوں کے نکلنے اور
اون کے بارآور ہونے میں اُس کے لیے مقررہ قوانین قدرت استعمال کرکے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے اُس کی نسبت
یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے کھیت کے درختوں کو ایجاد کیا اور بنایا ہے اُن سے پھل نکالے ہیں اور اُن کی عجیب و غریب
ترکیب اور حیرت انگیز خواص کا وہی پیدا کرنیوالا ہے اس لیے کہ اُس میں سے فی الحقیقت کوئی شے بھی اُس کی بنائی ہوئی نہیں
ہاں اگر مجازی اطلاق کو آپ لیتے ہیں تو اُس میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکو ہم بھی مانتے ہیں اسی طرح تمام اُن اشیاء کی نسبت
جنکے وجود کا سبب انسان عالم کے مقررہ قوانین قدرت استعمال کرکے ہوا کرتا ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُن کا انسان بنانیوالا
اور موجد نہیں صرف اُس کا کام اتنا ہے کہ وہ مقررہ قوانین قدرت کو اُن کے مقررہ راستوں میں جاری کردیتا ہے
اُس کے بعد تمام آثار اُن سے پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ انسان آثار کو نہیں پیدا کرتا (عنقریب اس کا بیان آتا ہے کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اس امر کے قائل ہیں کہ یہ تمام آثار قوانین قدرت سے خداتعالی کے پیدا کرنے سے ظہور میں آتے
ہیں نہ فقط قوانین قدرت کے ذاتی اثر سے چنانچہ اس کی تحقیق عنقریب آئیگی) پس جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین
کے نزدیک یہ بات جس کا پیشتر ذکر ہوا واضح ہوگئی کہ کوئی شے اپنے مثل کے بنانے پر بھی قادر نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ وہ اپنے
سے بڑھکر اور اکمل شے کو بنائے تو وہ کہنے لگے کہ یہ لازمی امر ہے کہ جس خدا نے مادہ کو ان عجیب و غریب قوانین قدرت کے
ساتھ ایجاد کیا جنکی وجہ سے کہ اُس میں بیشمار تطورات اور تغیرات کی قابلیت آگئی اور اُس سے یہ حیرت انگیز بعید الوقوع وجود میں
آئیں ضرور اُس خدا کی جملہ صفات جو کہ اُس کے لیے دلیل سے ثابت ہوئیں اور جو صفات کمالیہ کہ اُس کی ذات کے شایاں ہیں
سب بلا شبہ کمال کو پہونچی ہوئی ہونگی ورنہ وہ اپنے مصنوعات کے مثل یا اُن سے بھی کمتر ٹھیرے گا حالانکہ یہ امر اُس کے خلاف ہے جسکو
کہ عقل یقینی طور پر جان چکی اور اُس کی تصدیق کرچکی پس وہ اس کے معتقد ہوگئے کہ وہ خدا ضرور سمیع - بصیر - متکلم اور تمام صفات
کمالیہ کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں متصف ہے اس لیے کہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ بہرا - اندہا - گونگا ہو اور پھر
اُسی نے قوت سمع کو پیدا کیا ہو آنکھوں کو روشن کیا ہو - کلام کے ساتھ زبان کو جاری کیا ہو اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ صفت
کمالیہ میں ناقص ہو حالانکہ اُسی نے صفت کمالیہ کی نظیر کو اپنے مصنوعات میں نہایت ہی کامل طور پر ایجاد کیا ہے لیکن جتنی صفات کا
کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں اُن کے بارے میں اُنہیں یقین ہے کہ نہ وہ حوادث کی سی صفات ہیں اور نہ حقیقت میں
اُن کے مشابہ ٹھیر سکتی ہیں اگرچہ باہم اُن میں آثار کی مشابہت کیوجہ سے مشارکت اسمی پائی جائے اور اس امر کا پیشتر بیان ہو چکا
ہے کہ آثار کی مشابہت سے حقیقت کی مشابہت ضروری نہیں پس خدا سننے میں ہماری طرح کان کا محتاج نہیں بلکہ بغیر

اُس کی صفت قدیمہ ہے جو اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مسموعات اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح اُس کا دیکھنا آنکھ کی پتلی پر موقوف نہیں بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جس سے کہ تمام مبصرات اُس کے نزدیک منکشف ہو جاتے ہیں اور اس کا کلام ہماری طرح آواز اور حرف سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی صفت قدیمہ ہے جو کہ اُس کی ذات کے ساتھ قایم ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کسیکو جو کچھ سمجھانا چاہتا ہے سمجھا سکتا ہے اسیطرح تمام اُن باقی صفات یعنی علم۔ ارادہ۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کی نسبت جو سابق میں بیان ہوئیں یہی کہا جاسکتا ہے پس وہ ساری صفات قدیمہ ہیں جو کہ اُسکی ذات کے ساتھ قایم ہیں جنمیں سے ہر ایک کا اُسکے مقتضا کے موافق اشیاء کے ساتھ تعلق ہوتا ہے خواہ بطور انکشاف کے ہو یا تخصیص کے یا احداث کے ورنہ اگر اُس کی صفات حوادث کی سی صفات مانی جائیں گی تو وہ بھی انہیں کیطرح حادث ٹھیریگا حالانکہ اُسکے قدم کے ضروری ہونے پر اور اُس کے حدوث کے محال ہونے پر دلیل قایم ہو چکی ہے اور اسکا تفصیلی بیان پہلے گذر چکا ہے۔

ف پھر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اسی خدائے پاک کی جانب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اُن دلائل کی وجہ سے جو آپ کے صدق پر قایم ہو چکی ہیں یقین کر چکے تو اونہوں نے دیکھا کہ آپکی شریعت خدائے عالم کے لیے صفات سابق الذکر جو کہ عقلی دلائل سے معلوم ہوئیں ثابت کرتی ہے اور یہ وہ صفات ہیں جن پر خدائی کا مدار ہے اور نیز وہ صفات کمالیہ جیسے کہ اسکی شان عظیم مقتضی ہے اور سوا اس کے عدل۔ رحمت۔ کرم۔ ہدایت۔ احسان اور ایسی ہی اور صفات بھی کہ جنکا پتہ نصوص شرعیہ سے لگتا ہے اسی قبیل سے ہیں۔ باوجود اس کے اُنھوں نے یہ بھی پایا کہ ان صفات کے علاوہ اس شریعت نے خدا کے لیے چند ایسی صفات کو بھی ثابت کیا کہ دلیل عقلی جنکے نہ ثبوت ہی پر دلالت کرتی ہے اور نہ اُن کی نفی پر لیکن شریعت محمدیہ میں چونکہ اُن کی تصریح کی گئی تھی تو وہ اُن صفات کے بھی معتقد ہو گئے اس لیے کہ اُن صفات کے خبر دینے والے (اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) صادق ہیں اور اُن کا صدق اُن دلائل قاطعہ کی وجہ سے جو اُن کے صدق پر قایم ہو چکیں یقینی تسلیم کیا گیا ہے اور عقل اُن صفات کو محال بھی نہیں سمجھتی کہ اُن کے ماننے میں کچھ لیس و پیش کرنے کا موقع ہوتا

ف اسیطرح اس شریعت میں خدائے پاک کے لیئے چند ایسی اشیاء کو بھی ثابت کیا ہے جن سے کہ بظاہر جسمیت کا شبہ پڑتا ہے اور یہ اشیا ایسے کہ چہرہ۔ آنکھ۔ ہاتھ۔ اُنگلی قدم وغیرہ ہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے ان اشیاء کو خدا کے لیے ثابت تو کیا لیکن چونکہ عقلی اور نقلی دلیل کی رو سے خدا کا جسمیت سے منزہ اور پاک ہونا ثابت ہو چکا تھا اس لیے اُنھوں نے اُن کے ظاہری معانی نہیں تسلیم کیئے اور یہ اعتقاد رکھا کہ ان کے معانی جو ہوں خدا کی ذات کے مناسب ہیں حوادث میں ان کے جو معانی سمجھے جاتے ہیں وہ ہرگز نہیں ہو سکتے رہا ان کی حقیقت کا علم وہ انہوں نے اُسی خدائے پاک پر رکھا اور اُس کے حوالہ کیا۔ اسی لیے وہ اس امر کے قائل ہو گئے کہ مثلاً خدا کا ہاتھ تو ہے لیکن وہ ہمارے ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتا اسیطرح اُس کی آنکھ بھی ہے لیکن ہماری آنکھوں کیطرح نہیں ہو سکتی علی ہذا القیاس اور اشیاء کو بھی سمجھیے اتنا تو ہم کہ سکتے ہیں باقی رہی اسکے مرادی معنے کی حقیقت اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے پس اس طور پر وہ خدا کو منزہ مانتے ہیں اور حقیقی علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ جہاں تک کہ عقل کی دلالت اور شریعت محمدیہ سے معلوم ہوا

ف خدا کے لیے شریعت محمدیہ نے بعض ایسی صفات بھی ثابت کی ہیں جن کا ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا ۱۲

ف صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم ۱۲

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے سزاوار ہیں موصوف مانتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اس کو زیبا نہیں منزہ اور مبرا اعتقاد کرتے ہیں *

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اسیطرح اس کے وہ نام بھی جو اسنے اپنے لیئے خود تجویز کیئے ہیں بتلائے انہیں میں سے لفظ (اللہ) ہے جو اس کا خاص نام ہے دوسرے پر اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کرنیوالے پر عربی زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالی پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لیئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہوگئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت محمدیہ کا لحاظ کیا نہ فقط عربی لغت کا اسیطرح خدا تعالی کے باقی ناموں کو سمجھیئے۔ پھر شریعت محمدیہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کرنیوالوں کو خدا اسکے وجود کے اور اس کے ان صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونیکی تعلیم دی جنکے یا تو ثبوت ہی پر عقل دلالت کرتی ہے یا خدا کے لیے اون کو جائز رکھتی ہے اور اسکے نام بتلائے اسیطرح اس نے خدا کے وجود پر اس کی عظمت پر اس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کرنیکا طریق بھی سکھلایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں۔ یا اطمینان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہوجاتی ہے اور دل ان کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔ اسطرح پر اسلامی امور کے ثبات کے لیئے نہایت ہی وسیع طریق ان کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کرنیکے واسطے انپر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدائے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اسکے موصوف ہونے پر اسکی اور اوسکی صفات کی عظمت پر۔ اور پھر ان کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جس سے کہ دلوں میں اسکی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایسے ایسے مصنوعات اور اعلی اعلی عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر اسکو پوری قدرت حاصل ہونیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے *

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہوجائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کیوجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو مخفی نہیں کہ مادہ اور اسکے انواع کے لیئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تحیز (یعنی کسی نہ کسیقدر خلا کو گھیرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوہے کا ہتوڑے کی چوٹ کہا سکنا اور شیشہ کا چور چور ہوجانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی رسائنس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہوسکتیں ان کا منفک اور جدا ہوجانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات ان کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر صفت جس جسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طبعی سبب سے اس سے ضرور جدا ہوسکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوہے سے ہتوڑے کی چوٹ سے بڑہنے کی صفت جدا ہوسکتی ہے اور پھر اس میں اس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہوجانیکی صفت جبکہ اسے فلاں عرق میں بھگو یا جائے تو پیدا ہوسکتی ہے۔ زلزلہ آنیکے وقت مقناطیس سے لوہے کی کشش کرنیکی قوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب الوقوع

ہونا دریافت ہوسکتا ہے تاکہ انسان اُس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبعیہ میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہوسکتی ہیں جیسا کہ ہمنے بیشتر ذکر کیا لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اُن عام صفات کی نسبت جنکا ثبوت اُن کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں مدلل ہوچکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات دو قسم پر منقسم پائی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منفک نہیں ہوسکتیں اُن کا منفک اور جدا ہوجانا محال ہے اور اِس قسم کی صفات کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قدرت باوجود اُن کے متحقق الوجود ہونے کے اون کے معدوم کرنے کے لیئے متعلق نہیں ہوسکتی اس لیئے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنے ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جسکا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہوا کرتی جیسے کہ جسم کے لیئے تحیز یعنے جسم کا کسی نہ کسی قدر خلا کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جاسکے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جسکے منفک ہونیکو عقل جائز رکھتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہوجائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدا تعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آسکتا ہے۔ جیسے کہ اجسام کی عام کشش جسکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنے جس کشش کیوجہ سے کسی جسم کے ایک ہی جنس کے اجزاء فردہ یعنے ذرے جیسے لوہے کے مثلاً باہم ملے رہتے ہیں اور اُن کے ملنے کیوجہ سے جسم بنجاتا ہے اسی قسم کی اور صفات لے لیجئے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن اُن کے لیے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اُس کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیے یہ ممکن ہے کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا اُن کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ اگر ہم کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنے وہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرا جسم اسکو اسیطرح اسمیں بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ اگر ہم کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اُس کی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے سبب سے مان لیں علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نقیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت سے وہ قوت مراد ہے جسکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ اُن کو ملنے سے روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی قدرت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ ڈالتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آسکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت سے بغیر اس قوت کے مانے ہوئے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہوجائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ بھلا بتلایئے اسمیں کونسی قباحت ہے کہ یہی اجزاء فردہ (ذرات لسیطہ) جنکے اجسام میں موجود ہونیکے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کی شکلیں ایسی ہوں کہ اُن میں کچھ ابھار پائے جاتے ہوں اور کسیقدر تجاویف یعنے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

جسم کی کشش عام اور کشش اتصال اور قوت مدافعت پر ایک محققانہ بحث ۱۲

یہی اُبھار اُن گڑھوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہوں پس جب یہ گڑھے اُن اُبھاروں پر دباؤ پاکر بیٹھتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پھیلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو جسم سیال یا ذو قسم گیس بنجاتا ہو اور جب یہ اُبھار گڑھوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ برودت دباؤ شدید پڑتا ہو تو جسم میں بمقدار دباؤ کے سختی آجاتی ہو او ٹھوس جسم بنتا ہو اس صورت میں بہ قوت مدافعت کیوجہ سے باہم ذرات کی مدافعت کے بجائے یہ علت بیان کیجا سکتی ہے کہ جب یہی گڑھے اپنے تنگ ہوتے ہیں جس میں کہ یہ اُبھار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہجاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سوراخ ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام متحد الجنس کے ذرات کے باہم ملنے کیوجہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح عقل کے لیے اجسام مختلف الجنس کے باہم ملنے کیوجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گوند اور کاغذ کے ہوتا ہے مراد اس علت سے اجزار فردہ (ذرات لبسیطہ) میں اُبھار اور خلا پائے جانیکی وجہ سے اس امر کا واقع ہونا ہے اور ظہور کیوجہ یہ ہے کہ یہ علت آپ لوگوں کی اُس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لیے بیان کی ہے یعنے یہ کہ یہ امر بذریعہ قوت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ ہمنے پیشتر بیان کیا ؀

اور جبکہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزار فردہ (ذرات لبسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن وہ عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لیئے جائیز ہے کہ ہم کچھ اُبھار اور خلار فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بخلاف اُن اجزار البسیطہ کے جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کوئی یہ نہ سمجھ جائیگا کہ میں اجزار فردہ (ذرات لبسیطہ) میں اُبھار اور خلار کے وجود کو مانتا ہوں اور اسپر میں نے اپنی عمارت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے وارد ہونیسے میں مانع نہیں ہوں یہ تو صرف یہ دکھلانے کے لیے آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایۂ ثبوت کو پہونچی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو یہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں اُنکی ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور نہ وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہانتک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قایم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے وہ تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی رہ سکتی ہیں اور اون سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لیئے کہ عقل اُن سے نہ اُن کے موجود ہونیکو محال کہتی ہے اور نہ اُن سے اُن کے معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیار پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور داخل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُس نے اُنہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود رہنے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لیئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدائے پاک بلا قوت کشش اتصال کے بھی

ف گیس کی قسم کے وہ اجسام کہلاتے ہیں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۲ مترجم۔

اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کے جمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعہ سے ہو یا بلاواسطہ کسی سبب کے ہر طرح پر قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدا ئے پاک کی عادت پر جو کہ اُسنے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے یعنے اُسنے اپنی یہ عادت ٹہرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اُس کے مسبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو اُن کے بارہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لیئے ضروری نہیں ہیں بلکہ اُن سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے اُسوقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اُسکے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کیوجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور پھر آپکے نزدیک اس مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس تک نوبت پہونچ جاتی ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبتک کہ اُن کے نزدیک امر واقعی کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جانیسے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے ہو اور جب اُن کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہو ہر حال وہ خدا ہی کے پیدا کرنیسے ہے اور اُن اسباب کی نسبت جنہیں آپ اُس کے لیئے موجب ٹہراتے ہیں ٭

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنے خدائے تعالی کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ اُن کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لیئے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ اُن اشیاء کو اُن کے سبب کیجانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن اُن کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ اُن اسباب کو اُن کے وجود میں بالطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کرنیسے اُن کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالی اس مسبب کو اُس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹہرے اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کرنے پر قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جسکو کہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالی کی عادت مستمرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

٭ اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سبز سے برابر چلی آتی ہے تو اہالیان ریل نے جنہوں نے اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالعکس مقرر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلائے جانیکے ریل کو نہیں لا سکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ سُرخ جھنڈی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سبز سے آئے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنے جو قوانین قدرت یا اسباب طبعی دریافت ہوئے ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدا نے انہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اُس کے مسبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کرے چنانچہ جب وہ کسی مصلحت سے مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اس کو خرق عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹہرائے گا اور وہی اختیار رکھیگا اُسکو اسکے سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

تو کر سکتا ہے وہ اتنے دراز زمانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بھگو یا جائے تو بوجہ بھگونے کے اُس کے ذرات بسیطہ کی وضع متغیر ہو جانے سے اس سے چوٹ کھا کر بڑھنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے چوٹ کھا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیئے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بالطبع موثر اور موجب ہے اور اتنا زمانہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر پورا ہی نہیں ہوسکتا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا تعالےٰ کے فعل سے اس طرح پر حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کھا کر بڑھنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہمکو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بالطبع اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیئے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بھگو دینے کے وقت اس تبدیلی پیدا کرنے کی عادت جاری ہوگئی ہے اور یہ زمانہ جسمیں کہ یہ تبدیلی پوری ہوتی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگونے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسیطرح اس قول کے بارہ میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں چیز سے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بالطبع موثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جنکو آپ سبب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے معدوم رکھ سکتا ہے ؎

جس چیز نے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جسکا پیشتر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آمادہ کر دیا دو امر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قایم ہوچکیں کہ خدا اُن تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں منفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں جو اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع موثر مانے جائینگی تو وہ اُن کے لیے ضرور خالق ٹھیریں گی حالانکہ خداے عالم کے سوا کہ اسکا نام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہوچکا ہے اور اس استحالہ پر دلیل قایم ہوچکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط و مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھکر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنیوالا صاحب تدبیر پورے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جسکا کوئی عاقل قائل نہیں ہوسکتا مثال کے لیے آپ ایسے نباتات کو لیجئے جسمیں کہ عجیب عجیب چیزیں ہیں جیسے جڑ۔ تنہ شاخ

پتے پھول پھل نسل بڑھنے کے اجزا اور تخم مع قسم قسم کی شکلوں طرح طرح کے رنگوں۔ ذائقوں اور خاصیتوں کے جیسے دیکھکر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کاہے سے ہوئیں۔ مٹی پانی اور ہوا سے پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمہ اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرسکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لیے اعلے درجے کے علم۔ قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کردی ہوں جو ان تمام صفات سے بالکل خالی ہیں اسی لیے اُن کے ایجاد اور پیدائش کو ذی قدرت اور اعلے درجہ کے واقف کار خدائے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت اُن کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے کہ اسی نے عدم سے اصل مادہ کو گوناگوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل و منفرد ہونے سے قطع نظر بھی کرلی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ انھوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اس کی حقیقت کو سوچا تو انھوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لیئے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھیر سکتیں کیونکہ ان میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی۔ کسی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرے کہ فلاں اشیاء فلاں آثار کے لیئے مقتضی ہوا کرتی ہیں مثلاً حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پانی کو جما دیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے تو عقل کے لیے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم حیز کو مقتضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قدر خلا کو ضرور گھیرے گا) اور یہ کہ دو جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی حیز یعنے ایک ہی جگہ میں دونوں کا حلول نہیں ہو سکتا مثلاً جب وہ آپ سے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دے سکتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپ سے دریافت کرینگے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہوگئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت اتصالیہ کو کمزور کر دیتی ہے اور برودت اُسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلائیے بہرحال اسیطرح چلے چلیئے کہاں تک چلیئے گا آخرکار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجایش نہیں مل سکتی کہ اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کرنیوالے نے خاص کر دیا ہے اسیوجہ سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپکو یہ بتلا دینگے کہ تخصیص کرنیوالا وہی خدا ہے (یعنے اللہ تعالے) جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اُس نے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کر دیا کیونکہ اختیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپ سے کہیں گے کہ جب اشیاء مؤثر بالطبع نہ ٹھیریں اور تاثیر خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نہیں ٹھیر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لحظہ میں جیسے کہ پلک مارنا یا اس سے بھی کم زمانہ میں اثر کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہے حوادث کی تونعیں ایسی نہیں ہوسکتیں اس لیے کہ اس کے کرنے میں اُسے زمانہ کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو احتیاج پڑتی ہے یہانتک کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں اُن کے عمل کرنے میں اُتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔
اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اُتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے علاوہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی قوت اپنے
عمل کرنے میں زمانہ کی محتاج ہوتی جیسے کہ اور قوے محتاج ہیں تو ہم دیکھتے کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں
اور جن میں کہ نہایت باریک صناعیاں بکثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ اُن کے بننے میں
اُن مصنوعات کے بننے سے زیادہ دراز ہی زمانہ صرف ہوتا جنہیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات
نہیں ہے اس لیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک نبات بہت ہی تھوڑی سی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور
دوسری قسم کی کوئی نبات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف اسبات
پہ دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا ممتد ہونا خدا کی مخلوقات کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہمنے
دی ہے اُس میں ضرور معاملہ بالعکس ہوتا۔
پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس قول سے کہ ذی آثار اشیاء کا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی
ہے اور ان آثار کے بننے کے لیئے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور
کے کثرت وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ اُن سے خرق عادت پہ دلالت کرنیوالے واقعات کثیرہ کے بیان
کرنیکا مطالبہ کریں۔ کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سببیت عادی ہے اور وہ زمانہ
بھی شرط عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے
سوائے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیئے اور کبھی ثابت نہیں ہوا جیسا
اُن کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا اُنہوں نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بچشم خود دیکھا ہے جبکہ اُنہوں نے
رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور اُن کے ہاتھ پہ معجزات اور خوارق عادات ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا
ہوا مقدمہ متقرر ہوگیا اور آپ لوگوں نے اُسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آیئے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے
مادہ کے انواع اور اُن عجیب وغریب صورتوں میں جنپر وہ مشتمل ہے اور اُن حیرت انگیز گوناگوں تبدیلیوں میں جو اُن
میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہوجائے کہ مادہ میں اُن امور کا قیام مادہ اور
اوس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا اُن چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث
سے یا اُس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلے درجہ کا علم رکھنے والا۔ صاحب ارادہ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے
ارادہ سے جسکے ساتھ چاہتا ہے اُس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اُسے متغیر کرتا ہے۔ اور پھر
اس کے اعمال بھی ایسے باعظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اُس کی اور اُسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اُس کو نہیں پاسکتی اور نہ افکار اُس کو حاوی ہوسکتے ہیں اس امر کے
واضح ہونے کے بعد کوئی کام جسکو عقل جائز رکھتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہونچ جائے اور اوس میں کیسی ہی اعلے
درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اُس خدا کی عظمت اور اوس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل ہیچ ہے

بالکل آسان۔ اور ظاہر معلوم ہوگا۔ اُس پاک ذات کی عظمت کا کیا کہنا ہے اُس کا تسلط عجیب کمال رکھتا ہے پیدایش اور ہر طرح کی تدبیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اُسے ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

ف علم ہیئت کی دلچسپ باتیں اور عالم کی ایک جزئی عظمت و قدرت پر استدلال

ف اب آیئے ہم عالم کواکب کیطرف متوجہ ہوں اب ضرور ہمکو آپ لوگوں کی کتب ہیئت کی تصریح کے موافق یہ ملے گا کہ اُنمیں ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کیساتھ مخصوص نظر آئیگا چنانچہ بعض اُن میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے حتے کہ ہماری زمین کو اُسکے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اُس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جسکا قطر ایک ہاتھ یا کچھ اُس سے بھی زائد ہو پس اگر ہماری زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ میل کا (۷۹۱۲) اور اوس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو ننانوے میل کا ہے (۲۴۸۹۹) تو آفتاب کا قطر آٹھ لاکھ بانوے ہزار پانچسو اسی میل کا (۸۹۲۵۸۰) اور اُس کا محیط چھبیس لاکھ اٹھتر ہزار پانچسو میل کا ہے (۲۶۷۸۵۰۰) اور اوس کا جرم ہماری زمین کے جرم سے بارہ لاکھ انسٹھ ہزار سات سو گنا بڑا ہے (۱۲۵۹۷۰۰)۔ اور اُن میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں اُن میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے حتے کہ زحل کا ایک سال ہمارے یہاں کے اُنتیس سال کے برابر اور اورانوس کا چوراسی سال کے برابر اور نپتون کا ایکسو چونسٹھ اور چند کسور سال کے برابر ہے بعض اُن میں سے اپنے مدار پر بطی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع الحرکت ہیں حتے کہ مشتری کی چال تیس ہزار میل فی گھنٹہ ہے (۳۰۰۰۰) پس جتنی دیر میں کہ انسان ایکمرتبہ سانس لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اُس کی محوری گردش کے لحاظ سے اُسکے اجزاء سطحیہ کی حرکت کی سُرعت چار سو ستر سٹھ میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا زرد بعض کا سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا اُن میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض دوسروں سے نور حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی سیاروں کا اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ جنمیں ذرا بھی حرارت نہیں پائی جاتی اور بعض میں بکثرت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کیجائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلانے کے لیے کافی ہوسکتی ہے جس سے تمام روئے زمین چھپ جائے اور اوسکی موٹائی گیارہ میل کی ہو اور جو حرارت کہ اُس کی زمین تک پہونچتی ہے وہ اسکی حرارت کے دو ارب اڑتیس کروڑ دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے اُن میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شموس (آفتاب) کہلاتے ہیں اُن کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کیطرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اُس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے وہ ثابت اور اپنی جگہ پر ٹھیرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ اُن کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے ہمکو اُن کی حرکت کا پتہ صرف اُس وقت لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گذر جائیں اس لیے باہم اُن کی دوری کی نسبت قریب قریب وہی باقی رہتی ہے جو پہلے تھی۔ ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یوماً فیوماً اُن کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض اُس سے قریب واقع ہیں اور اسیطرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی تو اُن کی

روشنی بڑہ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں یعنے وہ ایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگرچہ کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جنکا نور ہم تک برسوں کے بعد حتےٰ کہ سیکڑوں برس کے گذر جانے پر پہونچ سکتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آٹھ منٹ اور چند سکنڈ کے عرصے میں پہونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ ہی دور ہوگا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے ان میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط۔ بعض کو رات سے خصوصیت ہے بعض کو دن سے بعض کا روشن رخ کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کیوجہ سے گہن لگتا ہے علےٰ ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عام کشش کے قدرتی قانون کے باعث قایم ہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کہ اسکے پیدا کرنیوالے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث سے نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جنسے کہ اوقات منضبط رہتے ہیں برسوں۔ مہینوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ لگتا رہتا ہے مختلف فصلیں متمیز ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کا مرجع کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں مخلوقات یعنی نباتات حیوانات معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا مہیا کیجاتی ہے اسیطرح بیشمار فوائد ہیں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اسکے پورے بیان سے عاجز ہے فکر بیں کند اور آنکھیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھیرے اور ان کا مادہ اسکو مقتضی نہ نکلا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے خاص کرے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جسنے ان کو باوجود اسقدر استحکام کے ایسے عجیب و غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جسمیں کہ مخلوقات کی منفعت مصلحت اور فائدہ ہی فائدہ ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت ہو سکتی ہے جن میں نہ تو کچھ تمیز ہی پایا جاتا ہے اور نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا یہ کہنا مناسب ہے کہ جسنے ان کو ایسے عجیب و غریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا۔ صناع ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا یعنے خدا ہے۔

اب آیئے ہم کائنات جو کی جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ سے کہ وہ اسی چوس لیتی ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا اسپر ایسا مدار ہے کہ وہ بذریعہ سانس لینے اور پھیپھڑے میں داخل ہونیکے ان کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ بہ نسبت اور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ وافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرنیکے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اسپر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی جسقدر زیادہ

؎ جو سے زمین کے اوپر کی فضا مراد ہے جس میں کہ بادل وغیرہ بنتے ہیں ١٢ مترجم

حاجت ہوتی ہے اُتنی ہی کثرت سے وہ موجود ہوتی ہے اور اُتنی ہی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا۔ پانی۔ غذا۔ دواؤں کی جڑی بوٹیوں۔ نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب سے واضح ہو جائیگا۔ پھر اس میں مختلف ہوائیں اُن کی رفتار اُن کے منافع۔ ان کے اختلافات اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پاتے ہیں کوئی اُن میں سے شرقی ہوا ہے۔ کوئی غربی۔ کوئی شمالی ہے۔ کوئی جنوبی۔ اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے۔ کوئی تر ہے کوئی خشک۔ کوئی گرم۔ کوئی سرد۔ کوئی سخت ہے۔ کوئی نرم۔ کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کیسی چال خاص وقتوں کے اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل بے قاعدہ چلتی ہے۔ کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی فی گھنٹہ سات میل سے لیکر اکانوے [91] میل ہوتی ہے اور کبھی اُس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گھنٹہ ایکسو بیس [120] میل یا اُس سے زائد کے حساب سے چلنے لگتی ہے لیکن ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ بعض اُن میں سے گردباد اور بگولے ہوتے ہیں جیسے کہ زمین کے رہنے والوں کو فائدہ پہونچاتے ہیں وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پر پہنچا لیجاتے ہیں بار آور مادہ کو اعضاء تذکیر سے اعضاء تانیث میں منتقل کرکے درختوں کے باردار ہونے کے باعث ہوتے ہیں ارواح کو راحت پہونچاتے ہیں۔ حرارت کو لطیف کرتے ہیں۔ سمندروں میں اُن سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم اُن کے ذریعہ سے سطح زمین پر پراگندہ ہوتے ہیں اسکے علاوہ اور بہتیرے فائدے وستیاب ہوتے ہیں جنکو کوئی شمار کرنیوالا شمار نہیں کرسکتا اور نہ تحریر میں آسکتے ہیں۔ اُس میں ہم بادل اور اُس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناوٹ کو دیکھتے ہیں جسکی وجہ سے ہوا اُس کو اُٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوائیں اُسکو لیجاتی ہیں اور پھر رعد و برق اُن کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن کو بغیر حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نور اپنی حرارت اور حرکات موجیہ کیوجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث سے پانی کو پگھلا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اُس کا پانی پگھل پگھل کر اُن کے نشیبوں اور خزانوں میں جمع ہوتا ہے تاکہ مخلوقات کے منافع کے لیے پانی اُن میں مجتمع ملے اور اُن کے جھرنوں سے نکلتا ہے۔ اسیطرح پر دریا اور چشمے جاری ہوگئے ہیں جنکے پانی سے ایام گرما میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سبزہ زار اور باغات پیدا ہوتے ہیں پس اگر بادلوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہوا کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے کہ اُنکے خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیئے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی سرعت کے ساتھ بہہ جاتا (کیونکہ پانی کو تو گویا اونچے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چلدیتا ہے) اسکے علاوہ اور بہتیری چیزیں کائنات جو میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں۔

ف۔ اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضاء میں پھیلتی ہے تو کائنات جو میں ہم اُس کا ذکر کرسکتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس میں نہایت ہی عجیب وغریب قوانین قدرت پائے جاتے ہیں جنکے لیے ایک جدا علم بن گیا۔ یہ خاصیتیں جیسے کہ اُسکا منعکس ہونا۔ اُسکا منحل ہوکر سات رنگوں میں تبدیل ہوجانا

وغیرہ ہیں باوجود اسکے اُسمیں حیوانات اور نباتات کے بہتیرے فائدے موجود ہیں اُن کا اُس سے نمو ہوتا ہے صحت قائم رہتی ہے روشنی سے بہتیرے زہریلے حشرات الارض مرجاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے اشیا نظر آتی ہیں اسیطرح اُس کے بیشمار فوائد ہیں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردیتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت مخفی ہی رہی کچھ پتہ نہ لگا اُسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجب خبط مچایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب سے بڑے مشہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اسکے بعد والے فلاسفروں نے واضح دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کردی اور اسبات کے قائل ہوگئے کہ روشنی کی حقیقت ایتھر کے مادہ کے اجزا کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنے اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزا کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بھروسہ کرلیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصر کھڑے کیئے ہیں اور بہتیرے مسائل کا اسیکو مبنےٰ قرار دیا ہے۔

سو کوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایتھر کے اجزا کی عجب حالت ہے بلور کی کئی ہاتھ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر نکل جاتی ہے لیکن جب اسکے کسیطرف ایک تیلی تہ مثلاً سیاہی کی لگادیجائے تو وہ حرکت اُسکو پھاڑ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہما لیہ کا کوہ ہی سلسلہ حائل ہوگیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور تپلی سی تہ کو تو نہ پھاڑ سکے اور بلور کی اسقدر دلدار اور سخت تختے کو پھاڑ کر نکل جاسے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگ نے بالطبع اُس کی حرکت کو باطل کردیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک خدا کے پیدا کرنے سے تو یہ ہوسکتا ہے اس سے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا لیکن ہم تو آپ سے آپکی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو اسکے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیز اور سخت تختے کو توڑ کر نکل جانے کی قوت حاصل ہوگئی اور وہ اسقدر تپلی اور نازک تہ کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو چوستا ہے تو ہم آپ سے دریافت کرینگے کہ رنگ کے روشنی کو چوسنے کے (کہ جسکی حقیقت ذرات کی حرکت ہے) معنے کیا ہیں ذرا عنایت کرکے واضح عبارت میں بیان تو کردیجئے جسکو عقل قبول کرلے۔ علاوہ بریں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صناعوں نے کچھ تیل ایجاد کیئے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھدیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں جو آپنے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اسکے موافق اگر آپ کہیں کہ یہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اُٹھتی رہتی ہے روشنی کے انعکاس کے باعث سے ہے تو ہم آپسے دریافت کرسکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اٹھتی تھی اُس سے منقطع ہوگئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہوچکی اور یہ امر قدرتی قانون انعکاس کے بالکل خلاف ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کردیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپکی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اسکے تحت تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کردیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو سے سابق کے بعد ہم آپسے انصافاً پوچھتے ہیں کہ جسنے کائنات جو کی ہر شے کو اسکی خاصیت کے ساتھ خاص کردیا اور اُن میں نہایت

کامل صنعت اور پورے ایجاد کے ساتھ منافع مستحکم کیے کہ جن سے زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کردیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے سُکان کے نمو کا باعث قرار دیا آنکھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے ظہور کا اُن کو ذریعہ ٹھیرایا تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اِن اجزار کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت۔ یا اس کے علاوہ اور مہمل اور بے معنی الفاظ جنکی تفسیر بالکل بے تہ ہوتی ہے قرار پا سکتے ہیں یا وہ اعلے درجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ ذی قدرت (خدا) ہے؟

زمین کے جغرافیہ طبعی کی دلیل ۱۲

ف اب آیئے ہم اپنی توجہ کو زمین کیطرف مائل کریں اور اُسکی جمادی۔ نباتی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جنکو اُسکا جغرافیہ طبعی حاوی ہے نظر کریں۔

سمندر کے عجائبات اور اس سے خدا کی عظمت و حکمت پر استدلال ۱۲

ف ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جسکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہونچتی ہے یعنے جسکا رقبہ ایک کروڑ چوالیس لاکھ اکہتر ہزار دو سو میل مربع ہے (۱۴۴۷۱۲۰۰) اور وہی آبی مخلوق کے گروہ کا مسکن ہے اور دریائی جواہر کے پیدا ہونیکی جگہہ ہے عام ہے کہ وہ غذا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرایش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُسمیں پائی جاتی ہیں جو خشکی میں موجود ہیں جیسے پہاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین ٹیلے ریگستان پہاڑیاں سنگلاخ زمین۔ ترائی۔ باغات۔ رنگ برنگ کے درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں نمو ہوتا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمندر میں بڑے عمیق مواضع ہیں کہ جنمیں سے سب سے عمیق موقع کا واقعی طور پر پتہ نہ لگ سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کر سکے غایت درجہ جہانتک آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُسکے موافق اُس کی نو میل تک کی گہرائی قیاس کیجاتی ہے پھر اُسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجائبات میں سے مد و جزر سطحی اور زیریں اور بال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برف کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تیرتے رہتے ہیں۔ اور اُسکا کھاراپن جسمیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہوجاتا اور زراعت اور جاندار ہلاک ہوجاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا مسخر ہورہا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے راستوں اور مختلف ہواؤں کا اُنہیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پہاڑوں کا دلچسپ بیان اور قدرت خدا کا اظہار ۱۲

ف پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب سے پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے انہیں میں طیور و وحوش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے انہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی بلند درخت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سرزمینوں کے لیے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آیند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ کے گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں وہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سے باقی نہیں رہی صرف بڑے پتھروں کے چٹان رہگئے ہیں جنکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈھانچوں سے جن کا کہ گوشت علیحدہ کر دیا گیا ہو

کچھ ملتی جلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پس اس قسم کے پتھر مکانوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پہاڑ ہوتے ہیں جنسے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اُس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت اُن سے روشن ہوجاتے ہیں اسیطرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جوکہ انسان کو حیرت میں ڈالدیتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو نشیب میں واقع ہے وہاں ایک سے ایک حسین درخت اُگے ہیں قسم قسم کے پھول و پھل دستیاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور میسر ہوتا ہے باوجود اسکے اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کو دنیا کی بہشت کہا جاسکتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشمے دکھلائی پڑتے ہیں۔ باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت باردار ہورہے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اُترتی چلی آرہی ہیں۔ اُن کے گرداگرد عجیب دلکش آوازیں مسموع ہورہی ہیں کہیں بلبل کی صفیر کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریوں کی کوکو کی صدا آرہی ہے کیطرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں کہیں جنگلی کبوتر اُتار چڑہاؤ کے ساتھ غٹرغوں کرکے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دلکو خوشی اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعضے پہاڑ تو گویا جہنم ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جاوا کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفاچٹ پڑی ہے جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اُس میں تپش اور گرمی اسقدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسیوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ اُترا یا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں ذرا قیام کیا فوراً ہی اُس کو خونریز موت نے دبالیا اور اُس کا کام تمام کردیا چنانچہ اُس میں جابجا بڑے بڑے جانوروں اور کیڑوں کی پرانی ہڈیاں پڑی ملتی ہیں اور یہ وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اثر سمجھا جاتا ہے جسکے سوا نباتات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح سمجھی جاتی ہے اُسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پہاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافذ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوا نکالتا ہے جس سے جاندار مرجاتے ہیں اور نباتات خشک ہوجاتی ہیں۔ اب بتلائیے کہ ان مقامات میں سے کسنے بعض کو گویا جنت اور بعض کو جہنم بنادیا۔ کیا ذرات مادہ کی حرکت ہوسکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اعلے درجہ کا علم رکھنے والا جسکو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شئے میں جو خاصیت چاہے پیدا کردے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا واقف کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کھوا اور غاروں کا ہے جنمیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور جنکے ذریعہ سے پہاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ اُن کے اندر کا پانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہتیرے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی نہیں برداشت کرسکتے اُس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدائے لطیف و خبیر کی پاکی کا کیا کہنا ہے! اور اُن میں سے بعض موت کے غار ہیں کہ جہاں اُن میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مرا کیونکہ اُن غاروں میں آتش فشاں پہاڑوں کی سانسیں نکلتی ہیں

کر جو اب بجھ گئے ہیں اور اُن کی زہریلی ہوا باقی رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا تنفس کیا اور وہ مرا۔ پس بعض غار بمنزلہ قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجب شان ہے جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے ❊

ف چوتھا مرتبہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم کے نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر سب کی مٹی ایک ہی طرح کی ہوا کرتی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدایش میں نقصان آ جاتا اور اُس کی بہتیری قسمیں ہمکو دستیاب نہو سکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے ❊

پس اگر پتھر کیطرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی پس تبلائیے کہ پتھروں کو کسنے اسقدر سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔

کیا اس کا بنانیوالا صاحب حکمت ۔ تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ ذی تدبیر۔ اور اعلے درجہ کے علم رکھنے والے (خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ❊

ف ہم کائنات زمین میں سے معادن کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصناف کی اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال۔ کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت ہوتی ہے کسی میں نہیں۔ کسی میں پگھلنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ کوئی بھاری ہے کوئی ہلکی۔ رنگوں کے اعتبار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سُرخ ہے اور کوئی سیاہ اسیطرح بہت سے اقسام پائے جاتے ہیں۔ پھر اُسنے آدمیوں کو ہتیار نفع پہونچایا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل و شرب وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ہتیار بنتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں غرضکہ فلاحت (جوتنے) زراعت (بونے) اور ادویہ سب ہی میں مستعمل ہوتے ہیں ❊

(اور چونکہ لوہا سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی معدن کیطرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معادن میں موجود ہے۔ اسی لیئے قرآن شریف میں لوہیکا بالتخصیص ذکر کر کے خدا نے اُسکے پیدا کرنیکا اور نیز اس امر کا احسان جتایا ہے کہ باوجود اس قدر مخفی ہونیکے اُسکے دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیئے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ (ہمنے لوہے کو اُتارا

ــه وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآية ۱۲-

چوتھا مرتبہ زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں ۱۲

معادن کا بیان اور ان کے خواص و منافع ۱۲

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں) اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا) لوہے کے ہم عجیب وغریب خواص دیکھتے ہیں جنکی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل عاجز ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اس کی نسبت گفتگو کرنے میں پہونچا سکے وہ اس قدر ہے کہ ہم یہ کہکر چپ ہو رہیں کہ اسکی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ ہمکو تو بلاشبہ اس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مقناطیس کو لیجئے جو معدنیات میں عجب چیز ہے اُس میں لوہے۔ فولاد۔ اور مقناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی ہے آپ لوگ اس کشش کی وجہ اُس کے ذرات بسیط کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاص ترتیب کو بتلاتے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپنے یہ وجہ بالکل بے پتہ بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آیندہ کے سوالات اُسپر وارد ہوں۔

اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا صرف یہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کو کشش کرے اسکی وجہ سے اُس میں بقیہ معادن مثل سونے تانبے وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اسکا کیا سبب ہے کہ مقناطیس جب کسی لوہے کی سلاخ سے ملتا ہے اور اوسکو کشش کرتا ہے تو وہ اُسمیں بھی بغیر اسکے کہ مقناطیس کی قوت میں کچھ کمی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبتک مقناطیس اُس سلاخ سے متصل رہتا ہے مقناطیس ہی کیطرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی یہ خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مقناطیس بننا کہتے ہیں لیکن جب کسی فولادی سلاخ سے مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اُس سلاخ میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مقناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اسیطرح جب فولادی سلاخ مقناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مقناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلاخ میں محض مقناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونو کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی سلاخ میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر لحظہ ہی بھر میں لوٹ آئے اور فولادی سلاخ میں اُسیطرح رہگئے یا اس کے علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا ہیں اُس میں یہ خاصیت آجاتی ہے اور مقناطیس کے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مقناطیسی قطعہ کے دونوں سروں پر کشش کی قوت پائی جاتی ہے اور جوں جوں اُسکے وسط کے قریب ہوتے جاتے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ ٹھیک وسط میں

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بیچوں بیچ سے دو حصے کر دیئے جائیں تو اُس سرے میں بھی جہاں سے کہ اُس قطعے کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں پس صراحت کے ساتھ اس کی وجہ بیان کیجئے کہ وہ قوت وسط میں ضعیف اور سروں پر اسقدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اُس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکر یہ قوت قوی ہو گئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اُس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ اُن کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جا سکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاخ کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اُس سلاخ میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے پس اس سلاخ کے دوسرے سرے پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اُس کے وسط میں ن قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلا واسطہ میں گذرنے کے دوسرے سرے پر جا پہونچے یا وسط میں گذرتے وقت کمزور ہو گئے تھے اور اُس سے متجاوز ہونیکے بعد پھر قوی ہو گئے اگر ایسا ہے تو پھر بتلایئے کہ اس قوت کے کمزور ہو جانیکے بعد کس چیز نے اُسے پھر قوی کر دیا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ آنیکے وقت مقناطیس کی قوت جاذبہ زائل ہو جاتی ہے اور اُسکے گذر جانے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اُس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے۔ پس اب ذرا زلزلہ کیوقت ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو بتلایئے اور یہ کہ یہ امر کسطور پر واقع ہوا؟۔ اور کیوں ہوا؟۔ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے شافی جواب دینے پر ہرگز قادر نہیں ہیں بلکہ غایت سے غایت جہانتک آپکی پہونچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور یہی آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو بھی جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور اُن کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اُس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ سے پوچھیں گے کہ اُسکو ان خاصیتوں کے ساتھ کسنے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اسوجہ سے کہ اُس سے اُن کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ جنکی صحیح وجہ جسکو کہ عقل بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یا وہ جس نے کہ اُسکو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور یہ آثار اُس میں مستحکم کر دیئے ذی قدرت اعلے درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب بتایئے ان دونوں باتوں میں کونسی بات ماننے کے قابل ہے ذرا تو انصاف کیجئے) حق تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اُس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل ذریعہ ہے ہیں کیونکہ مقناطیسی سوئیکے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر و نکو طے کیا جاتا ہے سفر کرنیوالے خطروں سے محفوظ رہتے ہیں اس لیے کہ یہ سوئی نہایت ہی امانت دار راہبر کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجب پاک وذی شان ہے جسنے انسان کو جمادات میں سے ادنے معدن کے ٹکڑے سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ❁

منجملہ کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جسمیں کہ حیرت انگیز اور تعجب خیز امور بکثرت موجود ہیں اور اسوجہ سے کہ اسمیں مستحکم انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب وغریب ہیں۔ اور اس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزا کو اپنے ہی طرح کھوتی ہے اور انہیں اپنے طور پر بنالیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیاء میں نمو اور حیات کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعۃً ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیاء نباتی ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کرلی منہ ہوتے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موصوف ہوگئیں وہ وہ خواص انہوں نے حاصل کرلیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جہت سے تو ہم اسے بلاارادہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جمادسے بہت ہی مشابہ معلوم ہوتی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیئے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہونچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہونچا کرتا اور ہم اس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور بیلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کرنیکے لیئے مرتفع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں ❁

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نبات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شئے سے غذا حاصل نہیں کرتی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مفترس یعنے دوسروں کو چیڑ پھاڑ کرنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو دوسری نباتات میں اگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں اور انہیں میں اس نبات کا بھی شمار ہے جسکے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جسپر مکھیاں نہایت حرص کے ساتھ گرتی ہیں اور جہاں اس کے کسی پتہ پر کوئی مکھی گری اور فوراً ہی اسنے محسوس کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو لپیٹ کر بند ہوگیا پھر جبتک وہ اس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اسکو نہیں چھوڑتا اور اس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مردہ ہوکر مثل چھلکے کے رہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اسنے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں ۔

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیئے اس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے متعلق ہونا جیسا ہیں کہ وہ پھر کر گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور کچھ بیلیں ہیں کہ جو دوسری چیز دن تک معلق رہتی ہیں زمین میں ان کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا ہوا ہی سے حاصل کرتی ہیں ۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کے پھول مکھی کی قسموں میں سے پروانہ۔ شہد کی مکھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پروانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکھیاں ہیں کہ جو

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دوا دوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔

انسانی شکل رکھنے والی نبات ۱۲

اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جسکو مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگرچہ نباتات ہوائی ہیں سے نہتی بلکہ اُس کا شمار اُن نباتات ہیں تھا جو کہ پیا کیطرح زمین میں اُگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نبات تھی جسکے اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زرد چڑیا کی صورت پر تھا۔ اُسکے سر آنکھیں چونچ۔ گردن بھی تھی اُسکے بازو کسیقدر پھیلے ہوئے تھے اور قدمیں اوپر کو اُٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کھڑا ہوا کرتا ہے اور اُسکے پیٹ کے نیچے ایک سنجابی رنگ کی شہد کی مکھی کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اُسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اُس میں سے کچھ چوس رہی ہے اُسکے بھی سر دونوں آنکھیں موجود تھیں پیٹھ پر نقش و نگار بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اُس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے اُس کے بازو کھچکر نکلے تھے پس گویا کہ وہی اُس مکھی کے بازو ٹہر سکتے تھے اور وہی اُس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضا اُس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ تھی کہ ان اعضا کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت معلوم ہوتی ہو یہہ ایسا تماشا تھا کہ وہاں سے نظر ہٹتی نہ تھی اور اُس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت اُسکی قدرت اور اُس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور یہہ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اُس مقام پر پایا جاتا ہے جسکو کہ ظہور الشرقیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اُسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے کی عجب واہی تباہی وجہیں بتاتے ہیں۔ میں اُن سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اسپر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے اور کسیطور پر عقل کی تسکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ۔ اعلے درجہ کے علم اور حکمت رکھنے والے (خدا) کے فعل کے حوالہ کیا جائے نہ یہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون تباینات یا اسی کے مثل اور بے پتہ۔ بھوبس اور اندھا دھند باتوں کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

بلا و متحرک نبات ۱۲

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نبات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھوا جائے لیکن اُسے ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نبات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نبات کو ذی حس بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ اُن کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اُسے چھوا جائے یا حرکت دیجائے تو اُسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم ملجاتے ہیں اور باقی پتے کھچکر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نبات حیوان کا شکار کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اُسپر مکھی گرتی ہے تو اُسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اُس کو بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات جب تک کہ اُسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نبات بلا کسی ظاہری قاہر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہے پس یہہ نبات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہے کہ اُسنے ہوا میں ہندسہ کی مخروطی شکلیں بنجاتی ہیں اور اسکا بیان یہ ہے چھوٹی چھوٹی

پتیوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بیچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جتبک رہتی ہیں اسوقت تک رات و دن۔ گرمی میں جاڑے میں۔ دہوپ میں سایہ میں۔ خواہ آسمان صاف ہو یا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں اُن کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں۔ لگاتار حرکت مندرجہ کے ساتھ اُن میں سے ایک اوپر کو اُٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے۔ ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسیوقت نہیں حرکت کرتی۔

اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اُنھوں نے ہند میں گنگ کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اسیطرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گھڑی ہے جو بند ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کرنیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اوس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت تبلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کرنیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاہد ہے۔

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے (جسکو ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں) وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اوسکو غلک اور عابد شمس کہا کرتے ہیں کیونکہ اُسکا مستدیر پھول جسمیں کہ عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیچ میں گھڑی کے کانٹے کے مثل ایک شئے ہوتی ہے جسوقت آفتاب نکلتا ہے اُسوقت یہ پھول بالکل اُسکے آمنے سامنے ہوتا ہے اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے حتے کہ دوپہر کے وقت یہ پھول مسطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اُتنا ہی یہ پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے۔ ایسی نادر اشیار کے بنانیوالے اور اعلے درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے۔

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقول حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اثبات کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کرنیوالا کوئی فاعل مختار ہے۔ کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا۔

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم اسقدر بڑا اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکا کی بڑی ترائی میں ایک قسم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لنبائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک کا پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

تک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اوسکا تنہ اندر سے خالی کرکے ڈال دیا جائے تو اوس میں سے سوار اپنے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اُسکا بدن اُس سے چھونے بھی نہ پائے۔ اور اسکاٹلنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے چھوٹے درخت سے مقابلہ کرکے اُس کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اُس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے۔ اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط اُنیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب سے عجیب و غریب ایک عندم کا درخت ہے جو کہ بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے جزائر کناریا میں سے ایک میں موجود ہے اُسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھیلا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر دوسرے کی انگلیوں کے سرے سے ملے رہیں جب بھی اُسکو گھیر نہیں سکتے۔ قریب چار سو برس کے زمانہ گذرا ہوگا جب کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آجتک اس درخت میں بظاہر کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درختوں کا نمو بہت ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جانے کتنی صدیاں اُسپر گذر چکی ہونگی۔ اور بعض لوگ تو اُن میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہتیری صدیوں کے پہلے سے وہ درخت بڑھ رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بذریعہ خوردبین (مائی کراسکوپ) کے لگا ہے جیسے کہ کائی جو پانی کی سطح پر تیرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بذریعہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ باغ یا مرغزار یا ایک گنجان جنگل ہے جسمیں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور دبلے ہونے کے پھول اور تخم سب ہی کچھ موجود ہوتا ہے۔ منجملہ اور غبارات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں پس جب اُسکے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر بڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک سبز غبار سا نظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جنکے اعتبار سے وہ باہم ایک دوسرے کے خلاف ہوتی ہیں اُن کی اور انکی نوع بنوع شکلیں مختلف ہوتی ہیں پھول پھل تخم بو اور ذائقہ کے اعتبار سے اُن میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں بیشمار ہیں بہر حال بہت امور جن کے لحاظ سے اُن میں باہم فرق کیا جاتا ہے بیحد و بیشمار ہوتے ہیں۔ پھر بعض نباتات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی بیلیں پھیلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اُگا کرتے ہیں فصل کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی جاڑے میں۔ کوئی ربیع میں۔ کوئی خریف میں بعض نباتات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے بعض پہاڑوں ہی پر۔ کسیکے لیئے فقط بارش کا پانی کافی ہو جاتا ہے کسیکو دریا کی بھی ضرورت ہوتی ہے کسیکو کسی ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے۔ پتوں کو دیکھیے تو کسیکے گول کسیکے لمبے کسیکے نکیلے کسیکے چوڑے ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ اُن کا رنگ سبز ہوتا ہے لیکن سبزی میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جیسے کہ ایک

اُن نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں
۱۱

نوع کی سبزی دوسری نوع کی سبزی کے بالکل مشابہ کبھی ہی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے اُن کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا طول ہوسکتا ہے۔ چنانچہ کوئی پھول گول ہوتا ہے کوئی لنبا۔ کوئی اکہرا کوئی دُہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھیئے تو سفید۔ سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سبز اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دو ہی رنگ ہیں کسی میں بہت متخالف رنگ جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی سی لیتی ہے۔ خوشبو کے اختلاف کی نسبت اسقدر آگاہ کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے پاتے ہی نہیں۔ اور پھلوں میں شکل۔ رنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران رہجاتی ہے چنانچہ بڑے۔ چھوٹے۔ چوڑے۔ لنبے۔ گول۔ کروی۔ جھکے ہوئے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں پھر اِن کا رنگ بھی سُرخ۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں۔ منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھلوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اُس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اُس کے سروں پر دوسرے قسم کی اسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اسیطرح اتنے ذائقے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھلوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ اُن کے چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ اُن کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور اُن میں سے جو ہم گودہ میں دیکھتے ہیں اُس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزا میں نہیں پایا جاتا۔ بعض پھلوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبوئیں مزے اور رنگ پائے جاتے ہیں۔ بعضے بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑھا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اسکا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگد۔ بعض پھل بڑے ہوتے ہیں اور پیدا بیلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خربزہ۔ بعض مہینہ بھر میں بار آور ہوتے ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد ہاتھ آتا ہے۔ بعض کے ریشوں۔ جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط وہی چیز کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ۔ بعض کی کل چیزیں بعض کی جڑ مفید ہے اور پھل یا پتے یا پھول ضرر رساں بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی مجتمع پائے جاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اُس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتے۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔ میں جُدا جُدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ اُن میں سے ایک خاصیت دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اسقدر اختلافات کے تعجب یہ ہے کہ تمام اقسام کی نباتات ایک ہی پانی سے سینچی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

جذب کرتی ہیں جو اُن کے لیے ضروریات سے ہے اُن کے اعضا وقتاً فوقتاً سوکھ جاتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء نمو میں ہے جیسے کہ جڑ۔ تنہ۔ پتے۔ اور بعض کا شمار اُن اعضا میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ پھول۔ پھل۔ بیج۔ پھر انہیں تھوڑے سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے جاننے والوں کی رسائی ہوئی ہے اسّی ہزار اقسام سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترائیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پھولوں سے یہ انہیں زینت بخشتی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے میوے اور دانوں سے پُر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جسموں کے لئے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گھروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے مرضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مشتعل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و متاع کی حفاظت کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے انکے فوائد تو اسقدر ہیں کہ قلم انکے تحریر کرنے میں روانگی سے عاجز آ کر چلتے چلتے کاغذ پر سر رکھ دیتا ہے۔ اور زبان کی گویائی مفقود ہوئی جاتی ہے۔

نباتات کی پیدائش سے خالق کی صفات کمالیہ پر استدلال

کیا ان تمام صورتوں۔ اتنی نوع بنوع کی چیزوں اور پھر ان پر اس قدر منافع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے کی وجہ باوجودیکہ اُن کا اصل مادہ بھی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی متفق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پاسکتی ہے اور وہ بھی اندھا دُھند ضرورت کے ساتھ یا مجرد اتفاق جو کہ بالکل بے معنے ہے۔ اسکی وجہ ٹھہر سکتا ہے۔ یا وہ قوانین قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث سمجھے جا سکتے ہیں؟ یا یہ بات ہے کہ یہ سب اشیاء کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غالب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جاننے والے کے پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا ہونے والی ہیں سب کی خبر ہے موجود ہوئی ہیں؟ بے شک یہ سارے عجائب و غرائب پکار پکار کے اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ضرور عالم کا کوئی بڑا واقف کار خدا اور ذی حکمت بنانے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گذرتا ہے۔

پھر ہر چند کہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جسکے ساتھ خالق سبحانہٗ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور اُن سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن اُن میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے نمبر بہت ہی بڑھا ہوا ہے چنانچہ ہم چاہتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

روٹی کا درخت

پس سنئے کہ نباتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکاہل (پیسیفک اوشن) کے جزائر میں پایا جاتا ہے اسمیں کدو کی شکل کے پھل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پھل کا قطر چار قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اُس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک ہزار چار سو ستر ماشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال آٹھ ماہ تک برابر اسمیں سے پھل توڑے جاتے ہیں۔ اُن جزائر کے لوگ اُس قدرتی روٹی پر بسر کرتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گذر کیا کرتے ہیں وہی اُن کی ساری غذا

ہوتی ہے خدا تعالےٰ نے اونکے لیئے بلا کسی مشقت کے جو ہم کو اپنی روٹی کے طیار کرنے میں اوٹھانا پڑتی ہے اسیکو مہیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے ان کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں اونکے خوان اس کی لکڑی کے ہوتے ہیں۔ اس کی چھال سے وہ اپنے کپڑے بناتے ہیں۔ اسکے تنہ کی ان کی ڈونگیاں بنتی ہیں

ف
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اس کے اقسام میں سے جو قسم ہیا ہیا کہلاتی ہے ہند میں بھی پائی جاتی ہے اسکے تنہ میں شگاف دیتے ہیں پھر اس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے گاڑھا نکلتا ہے۔ برازل میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا رندوبا) ہے وہ ماہ شباط[عـــہ] میں پھولتا ہے اور اوس میں پھل لگتے ہیں جن کا ذائقہ شہد کا ہوتا ہے۔ اور اوس کے تنہ سے سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے اسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور آج سے اون کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

ف
اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہند اور افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اوس میں ایسا پھل لگتا ہے جس کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا ہے نہ اوس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور نہ ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جوز ہندی یعنے ناریل کا درخت ہوتا ہے۔ اوس میں اتنے منافع پائے جاتے ہیں کہ وہ سب کسی ایک درخت میں مشکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پھل سے پکنے کے قبل شراب بنائی جاتی ہے اور پکنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے مثل ترکاری کے اسکے پتے پکتے ہیں۔ اوس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اوس کی لکڑی اور اوس کے پھل کے چھلکے سے برتن۔ پیالے۔ کٹھرے طیار ہوتے ہیں گھروں میں اوس کی لکڑی کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اوسکے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اوس کی چھال کے ریشوں سے کپڑے چھلنیاں۔ بورے اور رسی تیار کیئے جاتے ہیں۔ اسکے پھلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے اوس کی لکڑی کے برادہ سے لکھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اسکے پتوں سے لکھنے کا کاغذ بنایا جاتا ہے۔ کھجور کا درخت بھی کثرتِ منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ کم نہیں چنانچہ ہم اسکے پھل کو دیکھتے ہیں کہ کلی سے لیکر گدرا۔ اوہ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کھایا جاتا ہے وہ میوہ کا میوہ ہے اور غذا کی غذا ذخیرہ بنا کر رکھیئے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اوس کی لکڑی شاخیں۔ ڈالیاں چھال یہاں تک کہ اوس کی گٹھلی بھی کام میں آتی ہے۔ گٹھلی کو پیس کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اوس منعم حقیقی کی عجب پاک ذات ہے جو اپنے بندوں کو عجیب و غریب نعمتیں عنایت کرتا ہو اور طرح طرح کے احسانات کرتا ہو انواع انواع اور قسم قسم کی اشیا کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

ف
نباتی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک نباتات کے عجائب حالات کو دیکھ کر

عـــہ شاید تاڑ یا کھجور کا درخت مراد ہے ۱۲ عـــہ شباط ایک رومی مہینہ کا نام ہے جو کہ قریب قریب مارچ کے ہوتا ہے ۱۲

ف دودھ کا درخت ۱۲

ف بالائی کا درخت ۱۲

ذی حکمت۔ صاحب علم۔ اور بڑے سے ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے زیادہ مستحق علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنھوں نے جلدیں کی جلدیں اس کے حالات کے بیان میں بھر دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اسکے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستغرق ہیں کہ اسکے کلے کے پھوٹ نکلنے۔ اسکے بڑھنے اور اوس کے تمام تغیرات سے جو کہ اس کے بونے کے وقت سے لے کر انتہا کو پہونچنے تک اوس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔ اس کی نسل کے چلنے اور اوس پیدایشی مادے سے بار دار ہونے کی کیفیت جو کہ اس میں حیوان کی منی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔

اس کی جڑ۔ تنہ۔ شاخوں۔ پتوں۔ اس کے پھل کے غلافوں۔ پھولوں۔ پھلوں۔ اور بیجوں کی ساخت کی تشریح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضاء اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو ان میں قایم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے خواص۔ کام۔ منافع۔ تغیرات۔ مدت حیات۔ انکے انواع کے اختلافات کو ذکر کرتے ہیں انکو قطار۔ گروہ۔ انواع۔ اجناس۔ اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی فرق ظاہر کرتے ہیں بہرحال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل دنگ رہجاتی ہے۔ اور انکے پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ پس خدا یعنے پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے علماء نباتات کی نسبت تو عقل مشکل سے تصدیق کریگی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور کیونکر نہ ہو وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کر چکے ہیں۔ اس کی پیدایش کی ایک سے ایک باریکیاں دیکھ چکے ہیں جنکے لئے کسی ذی قدرت صانع۔ اور کسی صاحب حکمت۔ اعلےٰ درجہ کے علم رکھنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے بغیر اس کے ایسی باریکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

ف علم حیوانات کا بیان اور حیوانات کی بناوٹ سے خداوندی حکمت پر استدلال

ف پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ کہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کرنے اور نمو پانے کے ذریعہ سے جمادی مادوں کو اسنے اپنے نباتی ساخت کے مثل بنا لیا۔ پھر دفعتاً ہم دیکھتے کیا ہیں کہ حیوان اسکو منہ میں رکھ گیا اور اسنے اسے اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ اونہوں نے اوسکو چبا کر پیسا اور اس طرح کچھ ہضم کیا پھر اسنے اسے اپنے لعاب دہن کے ساتھ ملا ڈالا تاکہ کسیقدر اور ہضم حاصل ہو جائے اسکے بعد اسنے نگل کر اپنے معدہ اور امعاء میں پہونچا لیا وہاں پہونچکر حرارت اور ہاضم عرقوں کے باعث سے وہ بالکل منہضم ہو گیا اور اس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور پھر وہ کام وہاں ہونے لگے جن سے عقل کو حیرت سی ہو گئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور امعاء سے اور اعضاء کی طرف چلا

اور اُن اعضاء کے فعل کیوجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخر کار وہ خون بنگیا پھر اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہوکر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اُس کے ذرے بدل ما یتحلل بننے کے لیئے داخل ہونے لگے۔ اُس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اُس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہوگیا پھر حمل قرار پانے کے بعد اُس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پھر گوشت کا لوتھڑا بنا اور اوس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اُس کے اعضاء میں نمو ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دینے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہوکر اُسی حیوان کے مثل ہوگیا جسکے بدن کے اندر یہ سارے تغیرات ہوتے رہے تھے اور اوس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حس ہے حاول کر چکی پھر تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ۔ باصرہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ اور لامسہ رکھنے والا حیوان بنگیا اُس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اوسے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لیئے جسقدر ادراک کی ضرورت ہوتی ہے اوسیقدر اوس میں قوت ادراک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اسقدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اوس کی بدولت عاقل۔ عالم حکیم اور مدقق بنجاتا ہے ہر شئے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہتیری چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعظمت پیدا کرنے والا بڑا با برکت ہے جو اس مخلوق کو مٹی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب الخلقت مخلوق باوجودیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ نمو اغتذا اور توالد میں مشارکت رکھتی ہے لیکن اُس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اُس میں ادراک اور حواس ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑھکر جو شئے اُس کے لیئے باعث امتیاز واقع ہوئی ہے اوس کی عقلی قوت ہے جسکے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کر سکتا ہے پھر اُس کی مختلف اجناس۔ انواع۔ اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے۔ جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اوس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جنمیں سے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے۔

اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بلامدد خوردبین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظر ہی نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نقاعی[ع] رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اُس پانی میں دریافت ہوئے تھے جسمیں کہ سبز گھاس بھیگ رہی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باوجودیکہ وہ اسقدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی اون میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں وہ اجناس۔ انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں۔ اُن کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں اُن کی بعض قسموں میں

جاندار جو خوردبین سے نظر آتے ہیں ان کا بیان

ع نقاعی عربی لفظ نقاعہ کی جانب منسوب ہے جسکے معنے خیسانده کے ہیں ۱۲

فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے بے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں - اور اس طرح پر چمکتے اور روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اوٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جاگتے ہی رہتے ہیں کسیوقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ انکو حالتِ سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اسوقت ساکن ہوں تو ہوں - اور علماء علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں میں سے سولہ کروڑ کیڑوں کا وزن بھی ایک دانہ گیہوں کے برابر نہیں پہونچ سکتا اور روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے اُن سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے صرف ایک قطرۂ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور اُن لوگوں نے دیکھا ہے کہ ذراسی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے اُن میں سے ایک ایک کیڑے کے پیدا ہوتے ہیں - پہر اُن کیڑوں میں قسم قسم کے اعضا بکثرت پائے جاتے ہیں اُنہیں اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے اُنہیں اتنا تمیز ہوتا ہے کہ نافع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رسان سے بہاگیں اور اسقدر ہوشیاری اُن میں پائی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے - ہزاروں - لاکھوں - کروڑوں ہی ایک قطرۂ پانی میں تیرا کرتے ہیں جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول کے اعتبار سے اُن میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جنمیں سے ایک کیڑا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے جسم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ٹھہر سکتا - اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی زندگی کے قایم رکھنے کے لئے کافی اعضا موجود ہوتے ہیں پس وہ ذی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی بابرکت ہے -

اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح پر اُنکی عمروں میں عجب اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اُس کے لئے اسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں بتلا سکتی - چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں کی عمر سینگ والے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح حرارت والے جانور بودے جانوروں سے زیادہ مدت تک زندہ رہتے ہیں - پانی - اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدھ - کرگس طوطے اور کوے اتنے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان - اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے جو دو سو برس تک - کچھوا دو سو بیس برس تک - ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور آبی مینڈک اُن جانوروں سے جو اُسکے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک کی چھتیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اس میں ضعیفی کی کوئی علامت بہی ظاہر نہیں ہوئی - گھوڑا غالباً تیس سال تک زندہ رہتا ہے اور اب تک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہونچا ہو - بکری کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے ہر حیوان کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور اُن کی عمر کی درازی اور کوتاہی انکی مسکن اور طریقۂ گذران پر یا جسم کے بڑے اور چھوٹے

حیوانوں کی عمروں میں

ہونے پر یا اِسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ ہیں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے
کہ کوئی مخصص پایا جائے جو اُن میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ اُن کا پیدا کرنے والا
ہی ٹھہر سکتا ہے جس نے اُنکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے اُنکی تخصیص کر دی۔ وہ جو چاہتا
ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر
کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں پھر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور
اُسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں یا وہ اُسکے دونوں بازو
قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اُڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیر ہوتے ہیں اور بعض کے
اِس سے بھی زیادہ کئی کئی دہائیوں تک نوبت پہونچ جاتی ہے جیسے کہ کھنکھجورا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل
اُن چھلکوں کے ذریعہ سے جو اُس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے
کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں، بعض اپنے مُنہ سے۔ بعض چونچ سے۔ بعض ناک
سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک لسدار مادہ
لگا کر نکالتا ہے۔ اِس طرح وہ مکھی وغیرہ کو ہوا سے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر
بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تام الخلقت بھی ہو جاتا ہے اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے
حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے
اور اُسکے اندر اُس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے بعض
کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی منی ہوا سے محفوظ رہکر شکم میں نہ پہونچے حمل قرار ہی نہیں پا سکتا کیونکہ ہوا کے لگنے
سے اسمیں خرابی آجاتی ہے۔ بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈال دیتی ہے
اُسکے بعد نر اپنی منی کو اُس پر گرا دیتا ہے اور اِس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ اُنکی
منی پانی یا ہوا سے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دو یا زیادہ پستانوں سے دودھ پلاتے
ہیں جس کو اُن کا پیدا کرنے والا اُس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بھراتے ہیں جیسے کہ کبوتر۔
بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور اُن کی غذا اُنکو بتلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات
میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اُسوقت ہوا کرتا ہے جبکہ بچے ابتدائے پیدائش
میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑیوں۔ کبوتروں اور انسان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ
کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اُسکے لئے اُسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا
اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کر لیتی ہے اور یہ اُسوقت ہوتا ہے جبکہ بچے اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے
پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور چکور۔ بعض اپنے بچوں کے لئے عجب کیفیت کا گھونسلا بناتے ہیں خواہ درختوں میں کھود کر یا مٹی یا
کسی اور طور پر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹھ پر لادے پھرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

جو چیٹوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو ایک تھیلی میں لئے پھرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاس ہوتی ہے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکال لیتے ہیں اور سونے کے وقت پھر اوسی میں رکھہ لیتے ہیں وہ اسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی رستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جُفتی کہانے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض کی جُفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جُفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دُم سے دُم ملاکر جُفتی کہاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملاکر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ انڈے دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر نر اپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں کا حال ہے۔ بعض کے انڈوں کے نقوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہوتے ہیں جیسے کہ چکور اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پروں کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے انڈے سفید یا کسی اور رنگ کے ہوتے ہیں جنکو اُنکے پروں کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پھر یہ انڈے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض بڑے بعض چھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے بعض حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پروں سے ڈہکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب سے اوس کے اُڑنے کے لئے بھی موزوں ہوتے ہیں۔ آیئے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پروں کو دیکھیں چونکہ پروں کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اُڑنے میں اُنکے بدن کے اُٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے آگے کے دہنیر پوپلے بنائے گئے ہیں تاکہ اُڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پوپلے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ ایسا مضبوط اور لوچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدمات کے متحمل ہو سکتے ہیں اور آسانی سے ٹوٹتے نہیں اور ان میں سے پچھلے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادّہ سے بھرے ہوتے ہیں جن کا اُٹھانا کوئی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھکر عقل اوسکے بنانے والے کی حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ بریں ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے بھی اُڑنے کی قوت عنایت ہوئی ہے اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اُسکے دونوں بازو پتلی جھلّی کے بنے ہوتے ہیں جنسے کہ وہ اُڑا کرتا ہے۔ تمام پرندوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی دیکھی گئی ہے کہ اُسکے بجائے چونچ کے منہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اوسکے دونوں بازوؤں پر ہتیلیاں بھی لگی ہوئی ہیں اس جانور کا نام چمگادڑ ہے جسمیں کہ دودہ پلانے والے جانوروں کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور سنی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے اُنہیں کی

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُنسے فرق اسمیات میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اُڑتا ہے ۔ وہ ذات نہایت بمراوربے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور نہ اُس کی قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے اُسکی پابندی کرنا پڑتی اور وہ اُسکی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا ہے ۔ حیوانات میں سے کسیکا بدن اونسے چھپا ہوتا ہے کسیکا بالوں سے ۔ کسیکا رُوؤں سے ۔ کسیکا ہڈی سے جیسے کہ کچھوا ۔ کسیکا چھلکوں سے اور کسیکی کہال پر کچھ نہیں ہوتا صاف نظر آتی ہے ۔ پہر حیوانات کی شکل اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے ۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض گولائی لئے ہوئے ۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے ۔ بعض کے ہاتھ لمبے ہوتے ہیں اور پیر چھوٹے جیسے کہ زرافہ[1] ۔ بعض کی شکل اِسکے خلاف ہوتی ہے ۔ جیسے کہ خرگوش ۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے ۔ بعض کی لمبی یہاں تک کہ کسی کسیکی تو گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو عصفور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دو ہی آنکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض مکڑیوں میں پائی جاتی ہیں ۔ بعض کے دُم ہوتی ہے بعض کے چپٹی ۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں ۔ بعض کے گول ۔ پہر حیوانات میں سے بعض کے سم ہوتے ہیں ۔ بعض کے کھر ۔ بعض کے خف جیسے کہ اونٹ کے ۔ بعض کے قدم ۔ بعض کے پنجے بعض حیوانات میں اوجہڑی دیکھی جاتی ہے تاکہ نباتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں پرورش کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لئے بہت تہوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے ۔ بعض حیوانات کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض کے دانت اپنی غذا یعنے نباتات کے چبانے کے لایق ہوتے ہیں ۔ پہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ کیجیے خصوصاً اُنسان میں اور جس ترتیب سے کہ وہ رکھے گئے ہیں اُسکو دیکھنے سے اہل نظر کو تو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت مُنہ میں سامنے کو رکھے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی وجہ سے اُن چیزوں کو جنکے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اُسکے پاس ہی نوکدار کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لیے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کدالی کے مثل ہوتے ہیں اور اُنسے ملی ہوئی داڑہیں واقع ہوئی ہیں جو کہ نظر سے

---

[1] زرافہ بضم اول و تشدید ثانی و فا و نزد بعضے بفتح اول حیوانیست کہ اشتر گاو و پلنگ نام دارد چہ گردنش بگردن شتر ماند و سمش بہ گاو و رنگش بہ پلنگ و دمش بدم آہو و دندانش بدندان خر و ہر دو دست دراز و ہر دو پائے کوتاہ ۱۲ غ ۔

پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پیسنے کا بخوبی کام نکل سکے
پس اب دیکھئے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی داڑہیں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاٹنے والے دانت
پیچھے کو تو غذا کے کھانے میں کیسی دقت پڑتی اور منہ بھی عجب بدصورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا
بنانے والا بڑا ہی حکمت والا اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اس میں ذرا بھی نقص نہیں
پھر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالئے تو عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ پنجے۔ دانت۔
سینگ۔ سونڈ۔ ڈنک۔ زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار بو جیسے کہ ظربانعـه میں دیکھی جاتی ہے پائے
گئے ہیں۔ پھر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو
سمجھنے والے کو عجب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک مادہ نکال لیتے ہیں اور اوس کو جال
کے مثل بنا کر مکھی وغیرہ کے پھانسنے کے لئے لگا دیتے ہیں اس طرح پر اس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے
کہ مکڑی۔ بعض بالو میں گڑھا کھود کر اس کے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب ان کے شکار کے اقسام
میں سے کوئی جانور اس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اس میں کوئی ایسی چیز
گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اوسکو عجب طرح کی حرکات سے گڑھے سے باہر نکال دیتے ہیں
اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض
مکھی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کرتے ہیں جھپٹ لیتے ہیں جیسے کہ ابابیل
بعض اپنی غذا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کھودتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ لگاتے
ہیں۔ بعض میدانوں میں چکر لگایا کرتے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے مسکن کے در پر کھڑے رہتے ہیں اور ایسی سخت
بدبو اور ہوا نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اسے کھا لیتے ہیں جیسے کہ ظربان کا گوہ کے ساتھ حال ہے
پھر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھانے اور جمع کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی
ہے چنانچہ بعض تو دانے کھاتے ہیں بعض بیج۔ بعض پھل بعض گوشت بعض کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں بعض کی غذا نہایت ہی
نفیس ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی خراب گندی اور ناپاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سور بعض
اپنی غذا کو یونہیں نگل جاتے ہیں۔ بعض چبا لیتے ہیں۔ بعض اپنی خوراک کو جمع کر کے نہیں رکھتے بعض
جاڑوں کے لئے اپنی غذا گرمیوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر جمع بھی عجب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے
کہ شہد کی مکھی اور چیونٹی کا حال ہے چیونٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اس کی ذخیرہ کردہ اشیاء کو زمین
کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اوسے آفتاب کی روشنی میں نکال لاتی ہے یہاں تک
کہ اوس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے وہ دانہ میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث
سے جم کر وہ اُگ نہ آئے اور بعض بعض دانوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اسے

عـه ظربان ایک جانور بلی کے برابر ہوتا ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے ۱۲

اتنا ادراک حاصل ہے کہ ایک آدہ سوراخ انہیں اُسکے گرنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ دہنے کا حال ہے۔ پس وہ پیدا کرنے والا تمہارا ہی بے مثل ہے جسنے یہ امر کہلے طور پر سمجھا دیا۔ پہر اونکے رنگوں کے اختلاف نظر کو ثرے ہی چہلے معلوم ہوتے ہیں اور اونسے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سفید سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سیاہ۔ اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش دیکھے جاتے ہیں۔ پہر اگر ہم ایک نوع کو دیکھتے ہیں کہ اُسکے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکھنے کے لحاظ سے برابر ہوتے ہیں جیسے کوا چکوز اور عصفور کی ایک مختلف اقسام تو دوسری نوع کو کیا دیکھتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اوسکے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا اور مرغی۔ بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر انتظام کے ساتھہ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کبوتر اور بلی میں دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو ہی جاتی ہے۔

چنانچہ اے اہل سائنس میں نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے منقش ہونے کی وجہ یوں بیان کرتے سنی ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا اور شاخوں میں سے گذر کر آفتاب کی شعاعیں اوسپر پڑا کرتی تہیں اسلئے اُسکی جلد پر اس طرح کے نقش بنگئے۔ مجھے امید ہے کہ یہ معلل صاحب اسکی بھی کوئی وجہ بیان کر سکیں گے کہ طاؤس کے پروں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرمئی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر بنگئیں۔ اور اسکی کیا وجہ ہوئی کہ مرغی کے ہر ہر فرد کے نقش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں۔ جسکی نظیر اسی نوع کے بکثرت افراد کی دیکھہ بہال سے بہی مشکل سے ملے گی۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے منقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالٰے نے اسی سبب سے اوس میں یہ رنگ پیدا کر دیا ہو جیسے کہ اوس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ اسباب پر مسببات کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پہر انکے لئے واہی تباہی وجہیں تراشی جائیں بلکہ ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پہر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پہر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اُسکی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہر آتا ہے۔ اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جسکے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں۔ بعض ایسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جم کر رہ جاتی ہے ہٹنے کا نام ہی نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس۔ زرّافہ۔ اور بعض بعض مرغ۔ اور سچ پوچھئے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنمائی میں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر سے

وہ بھی حیران رہجاتی ہے۔ ہوش جدا اُڑ جاتے ہیں۔ دل قابو میں نہیں رہتے۔ بڑے بڑے عقلار کی عقلیں جواب دیدیتی ہیں۔ بڑے بڑے زبردست اور حکومت والوں کی شان و شوکت بھی کام نہیں آتی۔ اپنی بھی بینو نکا رعب اپنا قبضہ کر ہی لیتا ہی بہلا بتلاؤ یہ کبھی کہ بندروں میں بھی اس کا نام و نشان کہیں پایا جاتا ہے؟ قسم اُسکے حق کی جس نے آنکھوں کو ایسا جادو بھرا بنایا اور پیشانی کو گیسوؤں سے زینت بخشی۔ ہرگز نہیں اب اُن لوگوں کی عقلوں کو آفریں کہئے جو انسان اور بندر دونوں کو ایک ہی اصل سے بتلاتے ہیں۔

اور بعض حیوان تو ایسے ہوتے ہیں جنکو دیکھکر بدن کے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل کانپ جاتے ہیں جیسے کہ بھیڑیا۔ اژدہا۔ جنگلی سور وغیرہ۔ بعض کو مادہ کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے بعض کو نہیں۔ بعض اپنی غذا تنہا رہکر تلاش کر لیتے ہیں۔ بعض گروہ کے گروہ ملکر جستجو کیا کرتے ہیں۔ بعض کا مجمع ہونا جمہوری انتظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ بعض کا اجتماع کی حالت میں شاہانہ انتظام ہوا کرتا ہے۔ اُن میں سے کچھ پہرے پر مقرر ہوتے ہیں۔ کچھ راہبر اور جستجو کرنے والے۔ پانی اور گھاس کی تلاش میں آگے آگے جاتے ہیں حیوانات کے اخلاق اور عادات میں بھی عجب اختلاف پایا جاتا ہے اسبارہ میں تو متعدد کتابیں بھی تالیف ہوئی ہیں چنانچہ کوئی تو بڑا دلیر ہوتا ہے۔ کوئی بودا۔ بعض انسان سے جلد مانوس ہوجاتے ہیں بعضوں کے لئے مدتیں درکار ہوتی ہیں ایسی ہی اور بہت سی باتیں ہیں۔ اسی طرح اُن میں قوت اور ضعف کے لحاظ سے اختلاف ہوا کرتا ہے بعض کو اگر غذا نہ ملے تو اُسکو بھی برداشت کر سکتے ہیں بعض ایسے نہیں ہوتے۔ بعض خارجی صدمات کا پورا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بعض اسکے متحمل نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ اگر اُنکے حرام مغز میں ذرا سی سوئی بھی چبھو دی جائے تو وہ فوراً مر جائیں۔ اور زندگی رخصت ہوجائے جیسا کہ انسان کی نسبت کہا جاتا ہے اور کسی کی یہ حالت کہ اگر اُسکے تین تین ٹکڑے بھی کر دئے جائیں۔ سر الگ۔ دھڑ الگ۔ دُم الگ۔ اور پھر چند روز تک اُسے یونہیں چھوڑ دیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ سر میں دھڑ اور دُم نکل آئی ہے۔ دھڑ میں سر اور دُم اگ آئے ہیں اور دُم میں سر اور دھڑ دونوں کے دونوں لگ گئے ہیں اور اُن میں ہر ایک ٹکڑا پورا جانور بنگیا ہے اور سب سے پہلے سر میں باقی چیزیں لگ کر پورا جانور بنجایا کرتا ہے۔ اِس قسم کا چھوٹے چھوٹے جانوروں میں ایک جانور ہوتا ہے جس کا نام ہیڈرا ہے۔

پس یہ سارے اختلافات اس بات کی کھلی کھلی دلیلیں ہیں کہ اس حیوانی دنیا کے بنانے والے پر کوئی قدرتی قانون حکومت نہیں چلا سکتا اور نہ کوئی ضرورت اس بات پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ اپنی ایجاد میں کسی ایک طریقہ کا پابند ہوجائے بلکہ وہ نہایت ہی وسیع القدرت اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا اور بڑا ہی مدبر اور منتظم ہے وہ اگر ایک نوع کو کسی کیفیت پر پیدا کرتا ہے جو اُسکی زندگی اور نظام حیات کے قایم رکھنے کے لئے کافی ہو اور اُس سے اُسکی صورت کی پوری زینت ہوگئی ہو تو وہ دوسری نوع کو ایسی کیفیت پر بناتا ہے جو پہلی کیفیت کے بالکل مخالف ہو اور پھر وہ اُس کی زندگی کے قایم رکھنے اور اُسکے مکمل بنانے کے لئے ویسی ہی کافی ہوتی ہے۔

اور مقصود اُس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متنبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چونکا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا فاعل مختار ہے اُسے کوئی شئے عاجز نہیں کر سکتی اور نہ اُسکے کامل علم سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے - وہ تمام اُن بیجا باتوں سے جنھیں جاہل لوگ بکا کرتے ہیں - بالکل پاک اور مُبرّا ہے -

پھر حیوان کی جو چیز دیکھیے اُس کی عجیب و غریب ترکیب - اوسکے ظاہری اور باطنی حواس اور اعضا رکی ساخت ہر عضو کا ایک خاص فعل - اُسکے بناوٹ کے اختلافات - اُن کی باریکیاں اور پھر اُن کا بے شمار فوائد در مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں - المختصر یہ سب ایسے امور ہیں جنسے عقل کو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے - افہام حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات وضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا ضرور کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم رکہنے والا مدبر ذی حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے -

اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے جن کا کام یہ ہے کہ اعضا رحیوانات کی حقیقت - اُن کی ساخت - اُنکے افعال - اور اُنکے فوائد و اغراض سے بحث کریں -

ف پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مضبوطی اور استحکام کے اعلےٰ درجوں پر پہونچے ہوئے ہیں جس وضع پر کہ وہ موجود ہیں اُسکے اعتبار سے وہ سراسر حکمتوں اور کہلے کہلے فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علےٰ وجہ الصدفۃ بن گئے ہوں - بلکہ وہ اِس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جسنے حیوانات کو وہ حواس دئے ہیں اُسنے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے -

ف چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکہہ کے ایک مجوف پٹھے میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جا کر لگ گیا ہے تاکہ جو چیزیں دیکھی جائیں اُن کی صورت وہاں تک پہونچا دے اور پھر نفس اُن کا ادراک کرلے - پھر آنکہہ کو دیکھیے وہ اسباب کا آلہ ہے جسمیں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مرتسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں آنمیں نہایت ندرت اور مشکل سے واقع ہو سکتی ہیں کسی چیز کے صاف طور پر دیکھ لیے جانے کا فیصلہ خود اوسی سے ہو جاتا ہے وہ اُس ہڈی کے جوف میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقۂ چشم کہتے ہیں - اُس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین رطوبتیں شامل ہیں لیکن رباط - وریدا ورشریان کی رگیں جھلی اور عضلے جن کی اُسکو ضرورت ہے وہ اُنکے علاوہ ہیں -

اب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلبہ ہے وہ ایک لچک دار مضبوط اور دھندلا پردہ ہے جسکے آر پار

روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اُسکے اُدہر کوئی چیز نظر آسکتی ہے - وہ باقی طبقوں اور ساری رطوبتوں پر اسلئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں اُن کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اُسکے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے محدب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گھڑی کے شیشہ کی سی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اوترا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گھڑی کا شیشہ پیتل کی چوڑی میں اُترا رہتا ہے اس قطعہ کا نام قرنیہ ہے -

دوسرے طبقہ کا نام مشیمیہ ہے وہ سیاہ رنگ کا مخمل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے صلبیہ اور شبکیہ کے بیچ میں رہتا ہے -

تیسرا طبقہ شبکیہ کہلاتا ہے - اسکی ساخت آنکھ کے اُس پٹھے کے پہیل جانے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دماغ سے نکلکر آنکھ کے پچھلے حصہ سے اسمیں داخل ہوجاتا ہے اب رطوبتوں کو لیجئے پہلی رطوبت کو رطوبت مائیہ کہتے ہیں وہ پتلی صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرنیہ کے اُدہر ایک گڑھے میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور اُس گڑھے کو اِدہر اُدہر سے ایک پردہ گھیرے ہوتا ہے جسکے بیچ میں ایک سوراخ پایا جاتا ہے - اور اس پردہ کا نام قزحیہ ہے اوس کا رنگ سیاہ یا نیلگوں یا سیاہ مائل بسبزی یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سوراخ کو عربی میں بوربور کہتے ہیں - دوسری کا نام رطوبت بلوریہ ہے وہ ایک لچک دار چکنا اور مسور کی طرح دونوں طرف سے محدب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قزحیہ کے اُدہر کہڑا رہتا ہے - تیسری رطوبت کو رطوبت زجاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور لسدار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلوریہ کے اُدہر جسقدر خالی جگہ بچتی ہے - اوسکو بھرتا ہوا شبکیہ تک پہونچ جاتا ہے - پھر جس چیز کیوجہ سے دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرتسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ اُن چیزوں پر جنھیں کہ ہم دیکھتے ہیں گرتی ہے - اور اون سے منعکس ہوکر آنکھوں کے اندر پہونچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو لیجاتی ہے - اور پھر اُنہیں مرتسم کردیتی ہے - لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترتیب دینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضا کے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے - اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پہیل کے رہجاتیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور کھُرکھُرے جسم پر گرتی ہے تو اُس سے منعکس ہوجاتی ہے اور اُس کی صورت مقابل کی شے پر مرتسم کردیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کردہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کرکے مقابل کے جسم تک پہونچتی ہے تو صورت کو اوس پر غیر واضح طور پہ مرتسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعاعیں جسقدر دراز ہوتی جاتی ہیں اوسیقدر وہ پہیلتی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑہتی جاتی ہے اسلئے مقابل کے جلا کردہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پہ مرتسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ نوری خطوط اسیوقت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی مسور کی شکل کے شفاف جسم سے گذریں یعنی مسور کی طرح اسکی دونوں جانب محدب اور

ابھری ہوئی ہوں یا ایک جانب محدب اور دوسرا برابر ہو یا ایک جانب محدب اور دوسرا مقعر ہو۔ پھر ایسی شکلوں میں گذرنے کیوجہ سے جو ان خطوط میں اجتماع آجاتا ہے وہ زیادہ تر وسط میں پایا جاتا ہے۔ ان اشکال کے کناروں پر اس درجہ کا اجتماع موجود نہیں ہوتا خصوصاً جبکہ وسط کناروں سے زیادہ دبیز بھی ہو۔

اسی طرح یہ نوری خطوط اسوقت بھی مجتمع ہوجاتے ہیں جبکہ وہ کسی لطیف جسم میں سے گذرنے کے بعد کسی کثیف اور شفاف جسم پر سے گذریں اور یہ بات اسوقت نہیں پائی جاتی جبکہ پہلے وہ کسی کثیف جسم سے گذر کر پھر ایسے جسم سے گذر جائیں کہ جسمیں پہلے سے کسیقدر کم کثافت پائی جاتی ہو کیونکہ اسوقت یہ نوری خطوط پھیلنے لگتے ہیں اور باہم اُن میں دوری آجاتی ہے۔ پھر یہ دیکھیئے کہ سیاہ رنگ کے علاوہ جتنے رنگ ہیں سب سے نور منعکس ہوتا ہے ہاں سیاہ رنگ سے منعکس نہیں ہوتا ہے.......... کیونکہ وہ اسکو پی جاتا ہے اور جذب کرلیتا ہے اسلیئے اُس سے انعکاس نہیں ہوسکتا چنانچہ وہ جسم جو سیاہ یا اُسکے قریب قریب کوئی رنگ رکھتا ہو تو اُسکے آر پار نور نہیں جاسکتا ہے لیکن یہ سارے رنگ نور کو چوستے اور اوس کو ہلکا کردیتے ہیں جنمیں سے سیاہ رنگ نور کے جذب کرنے اور چوس لینے میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر نوری خطوط کے مجتمع ہونے کے بعد وضع طور پر اُسوقت صورت مرتسم ہوسکتی ہے جبکہ وہ جسم جس پر صورت مرتسم ہوتی ہے اُس جسم سے جس سے کہ نور منعکس ہورہا ہے یا جسکے اندر سے وہ نفوذ کررہا ہے ایک خاص دوری پر واقع ہو۔

جب یہ جملہ امور قرار پاچکے اور آپ روشنی کے قوانین مذکورہ سے واقفیت حاصل کرلی تو اب آیئے ہم دیکھنے کی کیفیت کی تشریح بیان کریں پس ہم کہتے ہین کہ جب روشنی اُن چیزون پر پڑتی ہے جو کہ نظر آتی ہین تو اونسے منعکس ہوتی ہے اور اوسکے خطوط آنکھون مین جاکر طبقۂ شبکیہ پر اُن کی صورتون کو مرتسم کردیتے ہین اور وہ اُن کو احساس کرکے دماغ تک پہونچا دیتا ہے لیکن شے مرئی سے منعکس ہونے کی وجہ سے نوری خطوط مستقیم ہوا کرتے ہین پس اگر بغیر اجتماع کے اسی طرح پر شبکیہ تک پہونچتے تو ضرور وہان پہونچنے کے وقت منتشر اور پھیلے ہوئے ہوتے اور واضح طور پر اُس کی صورت کو مرتسم نہ کرسکتے اسلیئے خداوندی حکمت نے یہ انتظام کررکھا ہے کہ نور آنکھوں میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے قرنیہ سے ملتا ہے اور اُس سے نفوذ کرکے آگے جاتا ہے اور چونکہ اُس کا بیرونی رُخ محدب اور اندرونی مقعر ہوتا ہے اسلیئے نوری خطوط میں کسیقدر اجتماع حاصل ہوجاتا ہے اسکے بعد وہ نور رطوبت مائیہ سے نفوذ کرتا ہے اس میں بھی چونکہ کثافت پائی جاتی ہے اسلیئے اس میں سے نفوذ کرتے وقت بھی نوری خطوط میں زیادہ اجتماع آجاتا ہے اور وہ باہم ملجاتے ہیں تاکہ صورت مرتسم کرنے کی اُن میں قابلیت آجائے لیکن جبکہ طبقہ شبکیہ جس پر صورت مرتسم ہوا کرتی ہے مقعر ہوتا ہے پس وہ سارے خطوط جو رطوبت مائیہ سے گذرے ہیں اگر اسی قدر اجتماع کے ساتھ شبکیہ تک پہونچتے تو ضرور تھا کہ وہ اُسکے وسط اور دونوں جانب صورت کو مرتسم کرتے پس اوسوقت وہ پھیلی ہوئی اور منتشر ہوتی خصوصاً اُس حالت میں جبکہ نور بکثرت ہوتا اور اپنی کثرت کیوجہ سے نگاہیں چکاچوند ڈالدیتا اسلیئے باحکمت خدائے پاک

نے اس بات کا انتظام کیا اور رطوبت مائیہ کے پیچھے پردہ قزحیہ کو رکھدیا جسکے وسط میں حلقہ کے مثل ایک
سوراخ پایا جاتا ہے جسکو عربی اصطلاح میں یُوبُو کہتے ہیں اور اُسکے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات
کے سبب سے جنکے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کر دیا ہے تاکہ دیکھنے
والا اوس نور میں سے جو کہ رطوبت مائیہ سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ
جب نور کم ہو تو اُسے وسیع کر لے اور پھیلا لے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہو سکے اور جب نور بکثرت
پایا جائے تو وہ اُسے تنگ کرے تاکہ صورت پراگندہ نہ ہونے پائے پھر اطراف قزحیہ کا رنگ کبھی سیاہ
ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ مائل بسرخی یا اسکے علاوہ بہر حال وہ ایسا ہوا کرتا ہے جو نور کے نافذ ہونے
کو روکے اور اسکو جذب کر کے خفیف بنا دے تاکہ وہ نوری خطوط جو یُوبُو کے گرد اطراف قزحیہ پر واقع ہوں
وہ نفوذ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہونچ جائیں گے تو صورت پریشان ہو جائیگی جیسا کہ ہم
کہہ چکے ہیں پھر یہ خطوط رطوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محدب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی
وجہ سے بھی اُن میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اُسکے اطراف
سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اور ذی حکمت اور خبیر خدا نے اس بلوریہ کو بھی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع
بنایا ہے تاکہ اوسکے تحدب یعنے ابھار کو بڑھا گھٹا سکے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ
کرتے ہیں اُسکا تحدب جسقدر بڑھتا جاتا ہے۔ اوسیقدر ان نوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی
کہ اُسکے تحدب میں کمی ہوتی جاتی ہے اُتنی ہی اُنکے اجتماع میں بھی کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے
والے کو جسقدر ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی اُنمیں تصرف کر لیتا ہے کبھی اُسکے تحدب کو بڑھا لیتا ہے
کبھی کم کر لیتا ہے اسکے بعد خطوط رطوبت زجاجیہ میں سے ہو کر گذرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے اُن میں اتنا
زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے کافی و وافی ہے اور اس رطوبت
کی دبازت کی مقدار اُس مسافت کے لئے جتنی کہ نور قزحیہ میں داخل ہونے اور اُس سے اور اُسکے
بعد والی رطوبت وغیرہ سے لیکر شبکیہ تک پہونچنے کے وقت تک ممتد ہوتا ہے بالکل کافی
ہوتی ہے پھر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہونچتے ہیں اور اوس پر صورت کو مرتسم کرتے
ہیں تو بباعث اسکی شفافیت کے اُنمیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کر کے صلبیہ پر
جا کر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اوس سے منعکس ہو کر کہیں ان شعاعوں سے
متصادم نہ ہو جائیں جو کہ باہر سے آرہی ہیں اور اس طرح پر صورت پراگندہ ہو جائے خدائے حکیم
نے جسکی قدرت بہت بڑی ہے صلبیہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر
سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کر لے اور انہیں منعکس نہ ہونے
دے۔ پھران وسائط و وسائل کا متعدد ہونا جنھوں نے کردینے کیفیت ہونے اپنی تشکل کے

محدب ہونے شبکیہ اور اُس جسم کے درمیان کی مسافت معین کرنے جسمیں سے کہ نور نفوذ کرتا ہے - اور شعاعوں کے گذرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کرنے پر اور نیز محدب کے زیادہ اور کم کرنے پر ارادہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے ایسے درجہ پر پہونچا دیا جو کہ صورت کے وضح طور پر مرتسم کرنے کے لیئے بالکل کافی ہو اور اوسکے ساتھہ ہی یہ بھی ہوا کہ بذریعہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھہ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اسکے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ نور جب کسی محدب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فن طبعیات میں مشہور ہیں منحل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں -

پس وہ صورت جسکو کہ نور محدب جسم کے اندر سے نفوذ کرکے پہونچاتا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی معلوم ہونے لگتی ہے اسکو خطا رلونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں -

اور آلات بصری کے صناع پہلے جسم کے ساتھہ ایک شفاف اور محدب جسم کو ملاکر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف منحل کر دیتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پر وہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہونچا دیتا ہے اور خطا رلونی اُٹھہ جاتی ہے - پس اُن بعض لوگوں کے قول کی بنا پر اسباب میں کہ وسائط و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز پر اکتفا نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیتی منجملہ باری تعالیٰ کی اور حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطا رلونی اُٹھہ جائے پس جب نور مثلاً قرنیہ سے نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں منحل ہو گیا تو باقی اور وسائط یعنی رطوبت مائیہ - بلوریہ - اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرنیہ کے خلاف اسکو اُسکے ہی رنگ کی طرف منحل کر دیتے ہیں اس طرح پر کہ وہ پھر اصلی رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اُٹھہ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ صحت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے -

اب میں کہتا ہوں کہ حکما ر اسبات کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائط مذکورہ یعنی قرنیہ مائیہ - بلوریہ - اور زجاجیہ کے حاصل ہوتے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اسوقت تک پہونچیں جبکہ اُن میں تقاطع ہو چکے اور جو شئے کہ نظر آتی ہے اوسکے اوپر کیجانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارہ پر واقع ہوں.................................. اور جو شعاعیں اُسکے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اُسوقت جو شئے نظر آئیگی اُس کی صورت اُلٹی ہوگی - لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے چکرائے ہیں کہ باوجودیکہ شبکیہ میں صورت الٹی مرتسم ہوتی ہے لیکن پھر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اُسکی صورت سیدہی ہی معلوم ہوتی ہے اور جتنی وجہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں اُن سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدہی ہی دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اس اُلٹے ہوئے ہونے میں سب کی سب یکساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر اُنہوں نے

کی وہ بالکل لچر ہے۔

میرے خیال میں جو اس کی وجہ آئی ہے وہ یہ ہے کہ نوری شعاعیں ہوا سے ہو کر قرنیہ۔ مائیہ۔ بلوریہ میں سے جو کہ وسط میں شدت کے ساتھ دبیز ہیں نفوذ کرنے کے بعد صورت کے واضح طور پر مرتسم کرنے کے لئے متقاطع ہونے سے پہلے ہی کافی طور پر مجتمع ہو جاتی ہیں پھر جب زجاجیہ سے نفوذ کرتی ہیں تو شاید اسوجہ سے کہ وہ بلوریہ سے کسیقدر کم دبیز ہے تو یہ شعاعیں اُس مسافت میں جسمیں کہ اُنہیں زجاجیہ کے اندر چلنا پڑتا ہے پہیلنے لگتی ہیں جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ نور جب کسی لطیف جسم میں سے گذرنے کے بعد کسی دوسرے جسم سے جو کہ اُس سے زیادہ لطیف ہو نفوذ کرتا ہے تو اسکی شعاعیں پہیل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسی طرح شبکیہ تک جا پہونچتی ہیں پس اُس پر سیدہی صورت مرتسم کر دیتی ہیں اسلئے کہ وہ شبکیہ تک اسی کیفیت کے ساتھ پہونچتی ہیں جس پر کہ وہ قرنیہ میں پہلے پہل داخل ہونے کے وقت تہیں یعنی جو چیز نظر آتی ہے اُسکے اوپر کیجانب جو شعاعیں منعکس ہوئی تہیں وہ شبکیہ کے بھی اوپر کے کنارہ پر واقع ہوتی ہیں اور جو اُسکے نیچے کی جانب سے منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارے پر پڑتی ہیں اور چونکہ شعاعوں میں تقاطع نہیں واقع ہوا اسلئے ضروری ہے کہ اسوقت شبکیہ پر سیدہی ہی صورت مرتسم ہو۔ میں احتمالی طور پر ایسا خیال کرتا ہوں اور اِس طرح پر اعتراض بھی اُٹھ جاتا ہے اور زجاجیہ کا فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے جو کہ اِس سے پہلے کسیکے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا اور جو کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے آنکہہ کے پچھلے حصہ کو چیر کر دیکھا تو شبکیہ پر اُلٹی ہوئی صورت مرتسم پائی گئی یہ ایسی بات ہے کہ جس کا صحیح ہونا میرے نزدیک اب تک محقق نہیں ہوا اور اگر یہ امر میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا تو اُسوقت میں اسمیں گفتگو کروں گا۔

پس یہیں تک دیکھنے کی کیفیت سے بحث کرنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اور اسمیں انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ لوگ نظر آنے والی چیزوں کی صورت کا شبکیہ تک مرتسم ہونا دریافت کر سکے اور یہاں تک اُنہوں نے بحث کو پہونچا دیا اور پھر اسبات کے قائل ہو گئے کہ وہ شبکیہ صورتوں کو دماغ تک پہونچا دیتا ہے لیکن رہی یہ بات کہ نفس ان صورتوں کا کیونکر ادراک کرتا ہے یا ان لوگوں کی رائے کے موافق جو نفس کے منکر ہیں عقل یا دماغ کو ان صورتوں کا کس طرح پر ادراک ہو جاتا ہے اس امر کی نسبت ہمیں اُن کی جانب سے کوئی شافی کلام نہیں ملا بلکہ ہم نے اہل سائنس میں سے بہتیروں کو دیکھا ہے کہ جب اسکی حقیقت کی تحقیق میں گفتگو کی گئی ہے تو وہ متحیر ہو کر رہ گئے۔

پس جب ہم آنکہہ کی ترکیبات عجیبہ اور تدابیر مختلفہ میں جن کی وجہ سے اُس کی بینائی اور بصارت کی تکمیل ہوتی ہے غور کریں تو کیا ادنےٰ سے ادنےٰ عقل کیلئے بہی اسبات کے یقین کر لینے کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے کہ آنکہہ کی ایسی عجیب و غریب ساخت بغیر ارادہ اور بلا کسی حکمت اور تدبیر کے خود بخود ہو گئی ہے یا محض ضرورت اُسکو مقتضی ہو گئی اور اتفاق نے اُسکو ایجاد کر دیا اور انتخاب طبعی نے اُسکو ضایع اور ہلاک ہونے سے روک رکھا؟ ہرگز نہیں

ہرگز نہیں۔ اسباب کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کرلیں اور میرا تو یہ خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہوگا اور اُسے کچھ بھی سمجھ ہوگی تو وہ آنکھہ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کریگا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا مدبر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کرسکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اُسکے منکر جن بیہودہ باتوں کے قائل ہیں اُنسے بالکل منزّا اور مبرّا ہے۔ اور پھر ہم اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھہ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پھر بھی اُسکے شبکیہ پر اتنی بڑی زمین کی صورت سخت و نرم زمین۔ پہاڑوں۔ وادیوں چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی جملہ اقسام کے ساتھہ مرتسم ہوجاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ٹھہرا جس کی طرف نوری موجیں چاروں طرف سے چلی آتی ہیں۔ اور کروڑوں کے کروڑوں ہی اُسکے پاس آکر ٹوٹتے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرتسم ہوتی ہے ہماری عقلیں چکرا جاتی ہیں اور خوبی یہ کہ باوجود اسکے حجم کے اسقدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور اُن تمام اشیاء کے ساتھہ جو اُس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے حتےٰ کہ ذراسی شے بھی اُس میں سے چھوٹنے نہیں پائی اب اس موقع پر سمجھیئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اُسکو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اُس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بری ہے اور جب ہم آنکھہ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُسکے عضلات و اعصاب کو دیکھیں جو کہ اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور وریدوں سے واقف ہوں جنسے کہ اُس کی پرورش ہوتی ہے اور اسکے علاوہ رباطات اور رطوبات وغیرہ سے آگاہی حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑہ جاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھہ کے باہر تک پہونچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالےٰ نے آنکھہ کی حفاظت اور اُسکے کام کے باسانی انجام پانے کے لیے جو تدبیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلےٰ درجہ کی صناعی پر مبنی ہیں۔

ف

بیان اسکا یہ ہے کہ آنکھہ جبکہ لطیف شے تھی اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اُسکو صدمہ پہنچ جانے کا بہت اندیشہ تھا اسلیئے اُسکے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جدہر سے کہ اُس میں صورت کے مرتسم کرنے کے لیئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لیئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھدیا ہے اور اُسکا پہلا طبقہ جسے کہ صلبیہ کہتے ہیں مع قرنیہ کے لوچدار بنایا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا تھوڑا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہوسکے۔ علاوہ بریں اُسکو پپوٹوں ہی چھپادیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے زینت بھی حاصل ہو پھر پپوٹوں کے کنارے پر اُسنے مژگاں کو اُگادیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کسیقدر دبیز لوچ دار اور کہنچے ہوئے بال ہوتے ہیں جنمیں سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی

کو اور اُنکے رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اُس نور میں سے جو کہ باہر سے آنکھہ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ نور میں زیادہ قوت بھی پائی جائے دونوں بھویں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا اُسکے مشابہ رنگ کی بغرض زینت رکھی گئی ہیں اور نیز اسلئے کہ جو نور باہر سے آنکھہ پر آکر پڑے اُنھیں سے کسیقدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جسکی بھویں اور مژگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اُسکی آنکھہ چوندھیا جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ذرا بند کر کے دیکھتا ہے۔ رہی یہ بات کہ نور کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سوراخ قرنیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں لیا گیا تو اُسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چندھی رہا کرتیں اور دیکھنے میں بھی بدنما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دبیز اور باوجود لوچ دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجسام کا جو آنکھہ پر گریں مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھہ جب کوئی مٹی کا ریزہ گرتا ہے تو اکثر وہ مژگان پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند رہتے ہیں اُس کو اندر جانے سے روک سکتے ہیں بلکہ اپنی لچک سے اُسکو دور پھینک دیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں مائل رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے تاکہ جب پلکوں کا کھولنا منظور ہو تو آسانی سے کھل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مژگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور آنسو کی تری سے چپٹ کر رہ جاتے تو پھر اونکے جدا ہونے میں بڑی دقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اِس طرح پر قایم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو آنسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے اونکے جدا کرنے میں اور بھی زیادہ دقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح پر ہونے سے وہ نور کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک اونکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظر آتیں اُنکی صورتوں میں پراگندگی واقع ہو جاتی۔ پس اُن دونوں کا اِس طرح پر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب اُن میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے لیکے سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر بھی کیا جائے تو مژگان سے زینت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسیکو انکار نہیں ہو سکتا ہاں کسیکو ذوق سلیم ہی نصیب نہو تو بات ہی دوسری ہے پھر جب آنکھہ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ پپوٹوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت اُنکے کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مژگان ہی ... اسکی دافع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ سے قرنیہ کی شفافیت میں فتور پڑتا تھا اور جو غرض اُسکے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھہ میں غبار کے جم جانے سے اُس کا ضرر بھی متصور تھا اسلئے خدائے حکیم نے اُسکے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ آنسو کی گلٹیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھہ کے ڈھیلے کے پاس اور باطرفنہ پائی جاتی ہیں کسی قدر آنسو نکلا کرے اور اُسکی وجہ سے آنکھہ میں تراوٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھلنے اور بند ہونے کے اعتبار سے تو خدا نے

ایسا سریع بنایا ہے کہ اُنکی سرعت ضرب المثل ہو رہی ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ دیکھنے میں حرج واقع نہ ہو اور پراگندگی نہ آنے پائے پس آنسو تو اُس غبار کو جو پتلی پر واقع ہوتا ہے دہو دیتا ہے اور پلکیں اپنی حرکت سے اُسکو صاف کرتی ہیں اور غبار آلود آنسو کو دفع کر دیتی ہیں - پھر یہ آنسو جو کہ غبار سے ملکر میلا ہو گیا ہے - اُس کا آنکھ سے کسی مناسب طریقہ سے نکلنا بھی ضروری ہے پس اگر وہ پلکوں کے باہر نکلکر گالوں پر بہا کرتا تو چہرہ نہایت بدنما معلوم ہوتا اور گویا کہ چہرہ پر دو گندے نالے ہر وقت بہا کرتے اسلئے خدا ئے حکیم نے ایسے گرد آمیز آنسوؤں کے تکلیف سے دور کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اُسنے اندر سے پلکوں کے کنارے اِس ڈہب سے بنائے ہیں جس سے یہ آنسو اس گوشۂ چشم کی طرف جو ناک سے ملا ہوا ہے باسانی بہ سکیں پھر اُسنے اس مقام پر ذرا اوپر کو سوراخ بنایا ہے جو کہ ناک کے اندر آر پار واقع ہے - اُسکو قنات دمعیہ یا آنسو کے بہنے کی نالی کہتے ہیں یہ آنسو اُسکی راہ سے ہو کر ناک کے اندر پہونچتے ہیں - اور اوسکی رطوبت سے ملکر وہاں جم جاتے ہیں پھر حیوانات اس کو ناک چھینک کر یا کسی اور طریقہ سے نکال ڈالتے ہیں -

اب میں کہتا ہوں ان ساری تدابیر سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو فقط قناۃ دمعیہ یعنے آنسو کے بہنے کی نالی ایک ایسی چیز ہے جس کی نسبت میری عقل تو اس امر کو کسی طرح نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ اتفاقی طور پر یا علے وجہ الضرورت بنگئی ہو بہلا کوئی بتلائے تو سہی کہ کونسی ضرورت اسکو مقتضی ہو گئی تہی اس موقع پر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے کہ وہ ذی حکمت اور پوری واقفیت رکھنے والا خدا نہایت منزہ ہے - جسکی قدرت کے یہ سارے کارخانے نظر آتے ہیں -

اگر ہم اُن منافع کی طرف نظر ڈالیں جو حیوان کو آنکھ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنے معاش کے طریقے دریافت کرتا ہے خوفناک چیزوں سے نجات پاتا ہے خوش آیند چیزوں کو دیکھتا ہے اُسکے ذریعہ سے اُس کو لاکھوں میل کی دوری کی چیزیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ قریب کی اور ایسے ہی اور فوائد کو سمجھ لیجئے پس ان سب باتوں سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جسنے آنکھ عنایت کی ہے اُسنے بہت ہی بڑا احسان کیا اور بہت کچھ بخشدیا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ اعلے درجہ کے سلوک سے پیش آیا وہ نہایت ہی مقدس ذی شان اور بڑی قدرت والا ہے - پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب ان اوضاع اور ان قوانین قدرت کے ساتھ نظر آنے کی کیفیت کے انتظام کو دیکھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں اور اسی بات کا انہیں یقین ہوتا ہے کہ نظر آنا تو محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے -

ہاں یہ اوضاع اور یہ قوانین قدرت جن پر کہ دکھلائی دینا مشروط سمجھا جاتا ہے وہ صرف عادی شروط ہیں یعنے خدا نے یہ اپنی عادت جاری کر رکھی ہے کہ ان شرطوں کے پائے جانے کے وقت وہ نظر کو پیدا کر دیتا ہے - جس کی وجہ سے چیزیں دکھلائی دینے لگتی ہیں - اور اگر وہ اسکو بغیر ان شرطوں کے پیدا کرنا چاہے تو بھی پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ وہ اسبات پر قادر ہے کہ باوجود ان ساری شرطوں کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے

بھی اگر وہ اوس کا پیدا کرنا نہ چاہے تو ہرگز اوسکا وجود نہ ہو اور کوئی چیز بھی نظر نہ آئے اور اس امر کی انکے پاس بہت سی قاطع اور یقینی دلیلیں موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنکا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدائے عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے ...... مقام پر پیشتر ہمارا بیان گذر چکا ہے ....
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر بغیر خدائے پاک کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے کے ہرگز نہیں پایا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا بھی منجملہ آثار کے ہے تو اسکی بھی یہی حالت ہونا چاہئے۔ اور اے اہل سائنس اور اے مادہ کے قدیم ماننے والو تمہارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری شرطیں عادی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو تمہارے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچا ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے فلاسفروں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں میں سے بھی بعض بعض نے اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں ایک جوان عورت کو کوئی مرض ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوتے میں جاگنے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی۔ اٹھتی تھی اور باتیں کرتی رہتی تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہونچی کہ دن و رات وہ انہیں ابتلا رہا کرتی تھی جب مرض کا اسکو دورہ ہوتا تھا تو اسکی آنکھ عجب قسم کی ہو جاتی تھی کہ اس سے عجیب تر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی اسوقت وہ بڑی شدید تاریکی میں نہایت ہی باریک حرفوں کو پڑھ لیتی تھی اور خوبی یہ کہ اوسکی دونوں آنکھیں اس حالت میں بند رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے احساس کے لئے جتنی شرطیں کہ مقرر ہیں وہ سب عادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر ہم سننے سونگھنے چکھنے۔ اور چھوکر دریافت کرنے کے اعضا سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر کریں اور ان عجیب و غریب تراکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے مکمل ہونے کے لئے کئے گئے ہیں بیان کریں اور انکے ذریعہ سے ادراک کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان حواس سے حیوان کو کیا منافع حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس دئے گئے ہیں جتنے کہ اسے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مصنوعات میں کس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے اور بلا تامل خلوص قلب سے ہم اس امر کی شہادت دینے لگیں کہ جسنے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت۔ نہایت وسیع علم اور اعلے درجہ کی حکمت والا ہے۔ اسکی عطیات بکثرت ہیں اور اسکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام خرافات سے بالکل مبرا اور منزا ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی۔ اور عجب نہیں کہ ناظرین اکتا جائیں۔ اور اصل مقصود ہاتھ سے جاتا رہے اسلئے

میں اپنی قلم کو روکتا ہوں نمونہ کے طور پر میں نے کچھ بیان کر ہی دیا ہے۔

ف
اگر ہم ساخت انسانی اور اُسکے بدن کے باقی اعضا پر غور کریں اور اُن میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور اُنکے اور اُنکے منافع کو لحاظ کریں تو ہمیں یہ امر کھلی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لیئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور اعلےٰ درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کردوں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور و فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور اُنہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ اُن چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا۔ گودے دار ہڈی۔ پٹھے۔ دل۔ دو پھیپھڑے۔ جگر۔ طحال۔ دو گردے۔ معدہ۔ آنتیں۔ ورید۔ شرایین۔ اوتار۔ عضلے۔ غدود۔ کری ہڈیاں۔ سخت ہڈیاں۔ جالی دار ہڈیاں۔ سائل اشیا جیسے کہ خون۔ صفرا۔ لعاب۔ معدہ۔ آنتوں اور پنکریاس[ع] گلٹی کے عرق۔ مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال۔ تحریکات۔ اور وہ اعمال جو اُنسے بدن میں مثل ہضم کرنے۔ پرورش کرنے۔ سانس لینے اور اشیا کو باہم جاذب کرنے کے انجام پاتے ہیں اُنپر مطلع ہوتے ہیں اور اعضاء توالد۔ اُنکے افعال اُنکا استحکام اور توالد و تناسل اور اُن تعلقات کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالد کے انجام پانے۔ بچہ کے محفوظ رہنے۔ اُسکے نشو و نما وغیرہ کے لیئے ضروری ہیں اور اُسکے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بھری جاسکتی ہیں۔

ف
اور وہ علماء جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور اُن پر ان سب کی باریکیاں۔ اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لیئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ اُن علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اجمالی دلیلیں قائم کرتے ہیں بگر خدا پر ایمان لانے اور اُسکے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیاء کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ خدائے پاک کے وجود پر سوائے اُسکے کہ اُسکی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اُسپر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہوسکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور اُنکی تفصیلی حالت پر اُسے اطلاع ہوگی اُنکا استحکام اور یہ امر کہ اُنکے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اُس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اُسکے نزدیک ساقط الاعتبار قرار پائیں گے تو اُسوقت آپ دیکھیں گے کہ ایسی شخص کے دل میں ایمان نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جما لیا ہے اور آپ کو نظر آئیگا کہ ضلالت و گمراہی کی دست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اُس پر

ع پنکریاس معدہ سے متصل ایک گلٹی ہوتی ہے جس سے عرق ہاضم نکلتا ہے۔ ۱۲

اس کا جادو ہرگز نہیں چل سکتا۔

ف

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جو لوگ اُن کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑہایا جاتا ہے تو اُن میں سے اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ اسکے ساتھہ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہوجاتے ہیں اُنکے عقائد اسلامی عقائد سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزا مادہ کی حرکت طبیعت۔ قوانین قدرت فطرت وغیرہ اشیاء کے حوالہ کرتے ہیں اُنکے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو نیچر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی بے شعور نا سمجھ نیچر سے ہوجاتا ہے۔ پس جب انہوں نے اتنا بڑا اسلامی رکن منہدم کردیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا ہے؟ اب اون سے کس عبادت کی امید ہوسکتی ہے؟ اور ان کی کونسی خصلت کونسا ادب قابل ستایش ٹھیر سکتا ہے خصوصاً جب وہ فن طبیعیات بھی پڑھ لیتے ہیں جب اُنہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہوجاتی ہے اور جب وہ اُنکے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہوجاتے ہیں تب تو اُنکے ملحدانہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ کہنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھہ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور اسکے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔

اس اشکال کا جواب مجھسے سنئے انشاء اللہ میں اس اعتراض کا شافی وکافی جواب دونگا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی بھائیوں کو متنبہ کرکے اس امر کی طرف متوجہ کرونگا کہ وہ اس بلائے بے درمان کے دور کرنے کی جانب راغب ہوجائیں جو کہ انکی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آیندہ نسلوں میں جاکر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہوجائیگا اسلئے بہتر ہے کہ اس باوقعت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اسکے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھہ متوجہ ہوجائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات وعلم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنمیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کیجاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کہربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں ان میں تو ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر جنکے احوال سے ان علوم میں بحث کیجاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھہ دلالت کرتے ہیں اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اسکے آثار ہی کو دیکھکر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہوجاتی ہیں اور اسکے نزدیک یہ امر ظاہر ہوجاتا ہے کہ ضرور یہ چیزیں کسی ذی اختیار نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور اُنکے بنانے میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور

انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلیئے ان مباحث سے خدا پر بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ مؤثر پر استدلال کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں بسا اوقات بڑی دشواری درپیش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم ذرا مشکل سے جمنے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا لغزش سے بچا رہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلیئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی ہے اور انکے اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اُسنے باریک بینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب تک پہونچکر رہ جاتی ہے اور اُسیکو مؤثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور پھر اپنی رفتار کو وہیں ختم کر دیتی ہے اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں اُن میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر جنسے کہ ان علوم میں بحث کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوئی اور وہ بغیر اسکے کہ باریک بینی سے کام لیتے اور بحث میں غور و فکر کرتے اُن آثار کے اسباب سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و نکو متنبہ کرتا اور مؤثر حقیقی اور سبب واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تہا اسلیئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تہے پہونچکر رہ گئیں اور انہوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اُسیکے وجود کے معتقد ہو کر رہ گئے اور چونکہ انکی نظریں باریک بینی سے قاصر تہیں اسلیئے انکی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اثبات میں غور نہیں کیا کہ آیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا نہیں ہے اور نہ انہوں نے اسکو سوچا کہ کہیں مادہ میں یہ قابلیت موجود ہی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ مادہ کسی سے صادر نہ ہوا ہو یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی بہی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا ہے اس سبب سے یہیں پر وہ ٹہر کر رہ گئے اور انہوں نے اپنی عقلوں سے اس سے آگے کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس امر کا اعتقاد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ۔ قوانین قدرت اور اُسکے ذرات بسیطہ کی حرکت ہی ہے اور خدائے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس انکار کے ایسے عادی ہوئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا اُسکی حرکت اور اُن قوانین قدرت کیجانب جو اُنہیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا اختیار کیا جسکے وہ صرف اپنی من سمجھوتی کر لیتے ہیں پس کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ اثر طبیعت کے فعل سے ہوا۔ کبھی کہتے ہیں قوانین قدرت کا فعل ہے اسی طرح اور مختلف عنوانات بہی ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اس ناتمام تحقیقات کے نتیجہ شدومد سے معتقد تہے پھر بعض کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ انہیں علوم کی رنگ آمیزیوں کیوجہ سے اُن مدارس میں جنمیں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی مدرسہ کے ٹیچر ہو گئے اور انکے پاس نوجوان ناواقف طالبعلم ان علوم کے حاصل کرنیکے لیئے آئے جنہیں اسلام کے سچے اعتقادات کی اطلاع تک نہیں اور نہ انہوں نے اسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حادث ہونیکی کیفیت کی نسبت مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہیئے اور نہ انہوں نے اسکو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجد کے پیدا کرنیسے موجود ہوئی ہے اب ان علوم کے پڑہانیوالوں کو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو اُنکے دلوں میں ناتمام تحقیقات کیوجہ سے جمکر رہ گئے تہے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پہیلائیں پس جب کبھی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے یہ کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجاد کرنیوالے خدا کی حیرت انگیز صنعت کو دیکھو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے اُنسے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب خیز فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا القیاس ایسی ہی اور مخرب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ تم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب و غریب ہے اب اس سے سمجھ لو کہ جسنے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا باحکمت اور قادر مطلق ہوگا؟ لیکن انہوں نے یہ تو کیا نہیں بلکہ قوانین فطرت تک پہونچکر رہ گئے اور اُسیکی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا گئے اور برابر اسی طریقہ کا اُنکے ساتھ برتاؤ کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت اُنکے دلوں میں بخوبی جاگزین ہوگئی اور اسی قسم کے خیالات اُنکی عقلوں میں بھی منقوش ہوگئے ہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں رہنے کا زمانہ ختم بھی نہیں ہونے پاتا کہ اس سے پہلے ہی اُنکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوائے طبیعت مادہ کے ذرات بسیطہ کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور اُنکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جسوقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو اُنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اُسکے ساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی اپنے آبائی دین کو بھی خیرباد کہہ چکتے ہیں اور اہل اسلام کو اُنسے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوئی یہ لوگ دین سے واقف ہوں گے اُنسے اسلام کو نفع پہونچیگا شریعت محمدیہ کی حمایت کرینگے اپنے ہم وطنوں کے کام آئیں گے اُنکے کامیاب ہونے کی تدابیر بتلائیں گے لیکن حقیقت میں اُنکی یہ ساری امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں اُنکی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور اُنکو ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جنکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہمیں لوگوں میں سے ہیں ہمارے تعلیم یافتہ دینی بھائی ہیں اور واقع میں دیکھئے تو وہ دین ملت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد اُنکے اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں اُنکے طرز رفتار گفتار برتاؤ وغیرہ جسمیں دیکھئے کسی میں اسلامی بوتک نہیں پائی جاتی اُنکے مقاصد اور ارادے اسلامی شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اُنکی حالت دیکھکر تو بڑا جی دکھتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلجاتا ہے خدا اُنکو ہدایت کرے۔ پس بہی خواہان اسلام کے ذمہ یہ امر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تدارک کریں خصوصاً اُن لوگوں کو تو اسکا پورا انتظام کرنا چاہئیے جو حامین اسلام میں سے صاحب حکومت اور ذی اختیار بھی ہیں اُنکو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اُن امور کے لئے حتی القدور ایسے ہی اشخاص معلم قرار دئیے جائیں جنکا عقیدہ اسلام کے موافق صحیح صحیح ہو طبیعت میں سلامت روی پائی جائے اسلامی تعلیمات کے صدق دل سے معتقد ہوں صرف نام ہی کے

ع اسموقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کردوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون فطرت کسی با اختیار کام کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اس کی مثال ریل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی ہے جدہر کہ اُسکی پٹری بچھی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے لئے محض پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرایور کی ضرورت ہے جو اُسکو آگے لے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹری بچھانیوالے کو اختیار ہے کہ وہ جدہر چاہے اُس کا رخ بدلدے اسی طرح خالق کائنات کو بھی اختیار ہے کہ جیسے کہ اُسنے اپنا طرز عمل ایکطور پر مقرر کرلیا تہا جسکو قانون قدرت کہتے ہیں وہ بجائے اُسکے کوئی دوسرا قانون مقرر کردے پس جیسے کہ ریل کے چلنے میں موثر اسٹیم یا ڈرایور سمجھا جاتا ہے اور پٹری کو کوئی موثر نہیں کہتا اسیطرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اُسکا طرز عمل ہے جسکو کہ اُسنے اپنے اختیار سے مقرر کررکھا ہے اسلئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں ہوسکتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت اللہ ہے ١٢

مسلمان نہوں بلکہ باوجود درستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب و اخلاق سے بھی آراستہ ہوں اور حتی الامکان شریعت کے پورے پابند ہوں
اسلیئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار سے بالکل آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہے اسکی صورت
اسمیں منقش ہوجاتی ہے اور نظر آنے لگتی ہے اسیطرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کرجاتی ہے استاد کے
خیالات کا شاگردوں پر بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدارس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں اسوقت
تک ہرگز داخل نہ کیے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تک دینی مدارس میں قیام نہ کرچکے ہوں اور وہاں رہکر انہوں نے اپنے
اسلامی عقیدے پورے طور سے صحیح نہ کرلیئے ہوں تاکہ اسکے بعد شبہات لایعنی سے انہیں تزلزل نہ آنے پائے اور لوگوں کی بے
سروپا باتیں اور رنگ آمیزیاں انکو پس و پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ سے انکی اصلاح ہوجائے اور عبادتوں کی بجا آوری کے
عادی ہوجائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جو ان دنیوی علوم کی تحصیل کرنے کے لیئے
زیادہ مناسب ہے ہاتھ سے جاتا رہیگا تو پھر امر ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علماء رکھے جائیں
کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرر کا مقابلہ کرسکیں ان مدارس میں داخل ہونیکے وقت سے لیکر انکے چھوٹنے
کے وقت تک دینی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی ہی دیر کیوں نہو لیکن ہو بلاناغہ اور جب تک
انکا مدارس میں قیام رہے اس زمانہ تک برابر علماء انکے عقائد آداب عبادات وغیرہ کے نگران ہیں اور انکی اصلاح کرتے ہیں اور
جہاں کہیں دینی احکام بظاہر ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں انہیں باہم تطبیق دیں اور دینی امور کو عقلی دلائل سے طلبہ کو ثابت
کر دکھائیں پس اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کیجائیگی جنمیں اول تو یہ کہ جو اساتذہ ان مدارس کے لیئے انتخاب کیئے جائیں وہ اسلام کے
پابند ہوں اور انکے عقائد اسلامی تعلیم کے موافق صحیح صحیح ہوں اور دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کو اسلامی احکام کی عموماً اور عقائد اسلام کی خصوصاً کافی نگرانی کیساتھ تعلیم دیجائے تمام عمر اسکولوں
اور کالجوں میں داخل ہونیسے پہلے ہی اسکا انتظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیساتھ دینی تعلیم بھی جاری رکھی جائے تو پھر یہ
تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے انکے دینی خصائل و آداب میں فتور نہ آنے پائے گا عبادات میں انکے بے پروائی
ظاہر نہ ہوگی بلکہ انکے عقیدے پکے اور نہایت ہی پختہ ہونگے خصوصاً اسوجہ سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں انکو خداوندی
مصنوعات کے حیرت انگیز افعال۔ اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب
صنعت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راز مشاہدہ کرینگے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ خداوندی
صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو اسنے اپنی اعلیٰ درجہ کی پائدار اور محکم حکمت سے کام لیا ہے اسمیں غور کرو پس اسوقت
بلا تامل انکی زبان حق تعالیٰ کی حمد و ثنا نکلیگی اور اسکی تسبیح اور تنزیہ میں مشغول ہوجائیں گے اسطرح خداوندی عظمت انکے دلوں
میں روز افزوں ترقی کرتی رہیگی اور اسکی قدرت انکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اس سے قبل ہی انکے
قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائیگا کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موحدین میں سر آمدہ اور فضل شمار کیے جانیکے مستحق ہوجائیں گے
اسوقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہوسکیں گے کہ اسلامی دین کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک۔ اور سلطنت
کے کام آویں اور جب تک یہ کیفیت نہوگی اسوقت تک ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کرکے تعلیم یافتہ اشخاص
میں شمار کیے جانے لگے انسے اسلام یا مسلمانوں کو کچھ بھی نفع پہونچ سکتا ہے کیونکہ جب انکے عقائد جو اسلام کا رکن اعظم ہے وہی

عـ۵ خطبۂ صدارتی کے اندر ترجمہ کی تقریب ۔

درست نہیں تو اہل اسلام کو اُنسے کیا امید ہو سکتی ہے جبکہ وہ خود ہی اسلامی تعلیم سے ناآشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو بحیثیت اسلام کے کیا نفع پہونچا سکتے ہیں رہے دنیاوی فوائد تو دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اُس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے ہرگز قیمت نہیں ہو سکتی یہ امر اسلامی مقتضی کے بالکل خلاف ہے بفرض محال اگر اُنسے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کیجاوے تو دینی ضرر کے مقابلہ میں جو اُنسے پہونچیگا اُسکی کوئی قدر نہیں کیجاسکتی علاوہ بریں اس امر میں اُنکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہونچانے میں انسانی ہمدردی کے موافق تو غیر قومیں بھی برابر ہیں میری اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ میرا مقصود اُنکی تحقیر کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی مجھکو مجبور کرتی ہے کہ اپنے بھائیوں کو متنبہ کر دوں) اب میں خدائے پاک سے اس امر کی التجا کرتا ہوں کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے جسمیں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور اُنکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے آمین۔

ف
اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال میں تو ہم نظر کر چکے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت متذکرہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو ہمکو ایک بہت وسیع میدان نظر آئیگا جسکو دیکھکر بیخبر رہجاتے ہیں اور کچھ نہ ہو سکیگا اور بھلا اسکے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ اشیا کی صورتیں انسان کے نزدیک کیونکر محفوظ رہتی ہیں بھولنے کے بعد اُسے کیونکر یاد آجایا کرتی ہیں اُسکے صفحہ فکر سے کس طرح یہ چیزیں بالکل زائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا ہے کلی اور جزی کے احکام کیونکر اُسکے ذہن میں قایم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کہاتے رہینگے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ لیجیے گا اُسکی نسبت یہی دریافت ہوگا کہ علمار اور حکما کی عقلیں اُسکو حل نہ کر سکیں اُسکا راز کسی کی سمجھ پورے طور سے نہ آیا یہ معما کسی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی بھی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ جو لوگ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہدیتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ ہی سکتا ہے پس انسانی معقولوں سے ان حقایق کے مخفی رکھنے میں عجب نہیں کہ خدا تعالیٰ کو اُنکا عجز ظاہر کرنا مقصود ہوتا کہ لوگ اپنے کو ان اشیا کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز پاکر اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب فکر انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پوری طور سے دریافت نہ کر سکے تو وہ اُسکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیونکر قدرت رکھ سکتی ہے کہ جسنے ان حقایق کو پیدا اور ایجاد کیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ انسان کہ جسنے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے افلاک اور سیارات کو دریافت کیا جمادی نباتی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی وہی اپنے نفس اور اپنی اور ان قوتوں کی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز رہا اور تمام عقلا سر پٹک کر مر گئے اور آجتک اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قایم کی جس سے کہ دوسروں نے انکار کیا بہرحال قطعی فیصلہ ان امور میں سے کسی میں بھی نہ ہو سکا اب اُس مُبرا اور منزا خدا کی قدرت کو دیکھیے کہ جس نے بتلانے کو تو انسان کو عقل دیکر وہ وہ چیزیں بتلائیں کہ جنسے وہ بالکل ناواقف تہا لیکن پہر بہی اُسکو اُسکے نفس اور اُسکی قوتوں کی حقیقت پر آگاہی نہیں بخشی اس موقع پر پہونچکر تو انسان کا ناطقہ بالکل بند ہو گیا اور متحیر کیوں جسے ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا اُسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

ف روح حیات عقل وغیرہ کے بیان میں ... [illegible]

پس اے مادہ کو قدیم ماننے والو اور مدعی الوہیت انسانی بہائیو کیا سبب ہیں تمام کائنات کے حادث ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کرنیوالے کے واجب الوجود
ہونے پر اتنے دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا تو کیا اسکے بعد بھی آپ مادہ کے قدیم ہونے پر اصرار کرینگے اور یہی کہے جائینگے کہ مادہ و ذرات
بسیطہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانیوالی ہے اور خدائے عالم کا جسنے کہ ایسے چودہ سو روز روشن کی مثل کھلی کھلی دلیلیں قائم کردی ہیں انکار
ہی کرتے رہیں گے میں آپکے لیے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپکی عقلیں مختلف ہو سے محفوظ رہیں اور آپ تمام اشیاء کو انصاف کی نگاہ
دیکھیں میں بمقتضائے انسانی ہمدردی کے آپ لوگوں سے اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں
اور سوچیں اور ان مغالطہ آمیز باتوں اور واہی تباہی شبہوں پر کان نہ لگائیں جنکی وجہ سے خدانخواستہ آپکو سخت مصیبت اٹھانا پڑے
کیونکہ زندگی کی مدت بہت ہی تھوڑی ہے چند روز میں گذر جائیگی اور جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو کہتے ہیں اسکے صحیح ہونیکی
صورت میں آپکو اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد سخت ہولناک چیزوں سے سامنا پڑیگا اسوقت پشیمانی کچھ کام نہ آئیگی اور اپنی اس غلطی پر
ہمیشہ افسوس کرنا پڑیگا اور عاقل کو تو چاہیئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جسکا
متوقع ہونا دشوار و مشکل ہے کیوں نہ سوچ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل امکان ہی ہو اور اسکے وجود میں آجانیکی امید بھی پائی جاتی ہو
بھلا اپنے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا بھی غور کریں تو معلوم ہوجائے کہ آپکی مثال انکے ساتھ
ان دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوٹھی میں داخل ہوئے ہوں جسمیں کہ متعدد مستحکم کمرے اور نشستگاہیں
پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور کھڑکیوں سے آراستہ ہوکر برآمدے اور ڈیوڑھیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں
اور ان کمروں میں اعلی درجہ کے فرش بچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں. نہایت بیش قیمت برتن انکے چاروں طرف
قرینہ سے رکھے ہوں مختلف گھڑیوں متعدد مقیاس الحرارت اور مقیاس الہوا کے ذریعہ سے اسکی دیواروں کی زیبائش کیگئی ہو انمیں
بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت سیرگاہیں
نظر آتی ہوں گرد اگرد ایسی چمن بندی کیگئی ہو جسمیں درختوں کا صف باندھکر ایستادہ ہونا دیکھنے والوں کو بہت خوش آیند معلوم ہوتا ہو
قسم قسم کے پھولوں کی کیاریاں موقع موقع سے بنائی گئی ہوں اسکی نہروں اور حوضوں میں پانی شوخی سے بہہ رہا ہو. اسکی مستحکم
بنی ہوئی حوضیں لبالب بھری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں دیکھے یہی کہے کہ فلاں چیز
فلاں حکمت پر مبنی ہے. اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانیوالا کیسا ذی اختیار اور مدبر تھا جسنے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے
بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویز کیا اسکے لیے وہی مناسب تھا اب ایسے مقام پر پہونچکر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
یہ کہنے لگا کہ ساری صناعی خود بخود تو ہو نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صناع نے اسکو بنایا اور اسکی تمام اشیاء کو مستحکم کیا ہے صاحب
اسمیں تو ذرا بھی شک نہیں کہ اس کا بنانیوالا ان ساری صناعیوں پر خوب ہی قادر تھا اسکے تالیف و ترتیب کے طریقوں سے
بھی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب تو اسنے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اسقدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اسکے تمام ہی
لوازمات کامل طور پر اسنے مہیا کردیے تاکہ یہاں رہنا اور کماحقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر آسایش میں مخل نہ
ہونے پائے اسکا بنانیوالا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے ہمنے اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک رسائی ہوئی
کہ ہم اسکی حقیقت دریافت کرلیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور ایسا ہی علم و قدرت و تدبیر

حکمت وغیرہ ایسے اوصاف جنکی کہ اس کوٹھی کے بنانےمیں ضرورت پڑسکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے
کے وجود کا اور اُسکے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اُسکو ہمنے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھہ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی
اثر ہمکو معلوم ہوجاتا تو ہم یقیناً سمجھہ لینگے کہ وہ شے بھی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کوٹھی کے بنانیوالے کے اثر کا یعنی
اسی کوٹھی اور جو جو صناعیاں اسمیں پائی جاتی ہیں دیکھہ لینا اسکے بنانیوالے اور اُسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لیے بالکل
کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہوجاتی ہے پھر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کوٹھی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض
ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھہ میں نہیں آئی لیکن اُن میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی اگرچہ میں اُسکو دریافت نہیں کرسکا
کیونکہ جن اشیاء کی حکمت میری سمجھہ میں آگئی ہیں میں نے اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھہ سمجھہ لیا ہے کہ اسکا بنانے
والا بڑا حکمت والا ہے تو اُسنے بلا کسی حکمت کے اُسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرا شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اُسکے
بنانیوالے کا تونے جو اعتقاد کرلیا ہے تو اُسکو اپنی آنکھہ سے اس کوٹھی کو بناتے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اُسکے وجود
کا ہرگز اعتقاد نہ کرونگا اور نہ اُن صفات ہی کو مانونگا جنکا کہ تونے اس کوٹھی کو دیکھکر اُسکی نسبت اعتقاد کرلیا ہے لیکن
ہاں اس کوٹھی کے اس استحکام کیساتھہ موجود ہونیکے لیے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہیے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ کہکر
وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اُسکی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اس کوٹھی کے پاس ہی ایستادہ تھا اور اُسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ
جاری تھا جسکا پانی اس کوٹھی کی نہروں میں آتا تھا یہ دیکھکر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اس شے کو دریافت کرلیا جس سے
کہ یہ کوٹھی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی اشیاء کہ اسمیں پائی جاتی ہیں اُن سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی
چوٹی سے اس قطعہ زمین کی جانب جسمیں یہ کوٹھی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گذرا
جیسے کہ یہ ہوا مٹی پتھروں کو پہاڑ سے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی رہیں
اور بارش کا پانی ہمیشہ اُنمیں کچھہ تصرف کرتا رہا کبھی اُنکی شکل کچھہ ہوگئی اور کبھی کچھہ اسطرح کبھی وہ سب چیزیں مجتمع ہوگئیں اور کبھی
پراگندہ۔ اور اُنکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کیوجہ سے ہمیشہ کچھہ نہ کچھہ تبدیلی واقع ہوتی رہی گو کبھی یہ تبدیلی بد انتظامی کے ساتھہ
ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھہ یہانتک کہ کروڑوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد اس کوٹھی کی باقاعدہ صورت بنگئی جسمیں
کہ کمرے نشست گاہیں۔ دروازے جنگلے۔ برآمدے۔ رستے۔ حوضیں اور نہریں سبھی کچھہ پائی جاتی ہیں مٹی کے ڈھیلے اور پتھر بارش کے
پانی سے جو مٹی گیلی ہوگئی تھی اُسکی خاصیت کیوجہ سے جم گئے ہیں اسطرح پر اسقدر مستحکم اور مضبوط کوٹھی مع تمام صناعیوں کے تیار ہوگئی
رہا نہروں کا جاری ہونا اُسکی یہ صورت ہوئی کہ اسی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے ہمیشہ پانی بہکر اس قصر کے صحن میں مختلف
طریقوں سے جاری ہوا کیا کبھی بد انتظامی کے ساتھہ اور کبھی باقاعدہ اسلیے کہ پانی سے اُسکی مٹی نکلتی رہی ہوا اور بارش کا اُسکے راستہ میں
اثر ہوتا رہا شدہ شدہ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گذرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور حوضیں بنگئیں اور اُنمیں پانی اس خوش
انتظام کے ساتھہ بہنے لگا اب اسکے برتن۔ فرش۔ گھڑیوں۔ اور مختلف قسم کے مقیاسوں کو لیجیے اُنکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ
جو کبھی اس پہاڑ پر یا اس زمین میں اُترا تو قافلہ والوں کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا اُنکو مختلف طرح پر ادھر اُدھر منتقل کرتی رہی کبھی
کوئی چیز نزدیک آگئی کبھی دور چلی گئی۔ کبھی کوئی شے کمرہ کے اندر چلی آئی کبھی باہر گئی خلاصہ یہ کہ کروڑوں برس کے زمانے کے بعد یہانتک

نوبت پہونچی کہ فرش باقاعدہ بچھ گئی برتن قطاروں میں آراستہ ہوگئے گھڑیاں اور مختلف قسم کے مقیاس دیوار پر آویزاں ہوگئیں یہی حالت اُن درختوں
اور پھولوں کی ہوئی جو یہاں کی سیرگاہوں میں باقاعدہ لگے ہوئے ہیں اُنکے بیج ہوا میں اُڑکر یہاں تک پہونچگئے اور اس میں یہ جمکر اُگ آئے اور ہوا کیوجہ
سے اِدہر اُدہر منتقل ہوہوکر باقاعدہ طور پر آراستہ ہوگئے حتے کہ وہ موجودہ حالت پر نظر آنے لگے خلاصہ یہ کہ ہواؤں کی آمد و رفت اور بارش کے اثر سے
کبھی کوئی چیز اِدہر ہوئی کبھی اُدہر کبھی اُنکی صورت مناسب وضع پر ہوئی کبھی اسکے خلاف اسطرح مختلف صورتیں بدلا کیں یہاں تک کہ ان اسباب نے اسکو
موجودہ ساخت پر پہونچادیا اور جب وہ (کوٹھی) استحکام اور باقاعدگی کے اس مرتبہ کو پہونچگئی تو اب اُسمیں ہوا اور بارش کا اثر نہیں ہوتا کیونکہ پوری قوت کبھی اُنکی وجہ سے
ان سب چیزوں میں جو تبدیلیاں اس سے پہلے واقع ہوا کرتی تہیں اب نہیں ہوتیں اور اُسکی وجہ بھی یہ ہے کہ پہلے کی شکلوں میں اسقدر استحکام نہیں آیا تہا جسقدر اب
موجود ہے اور میرے نزدیک اس کوٹھی کا مع سارے ساز و سامان کے انہیں اسباب مذکورہ کیوجہ سے موجودہ مرتبہ پر ہوجانا کچھہ مستبعد نہیں ہے کیونکہ ہوا اور بارش میں
اگرچہ نہ کچھہ عقل ہے اور نہ علم اور نہ وہ دونوں کوئی کام اپنے قصد اور ارادہ سے کرتے ہیں لیکن اُنکی حرکات اور تصرفات کا بکثرت واقع ہونا اور اُن میں فرق کا لگاتار پایا
جانا یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے اس کوٹھی اور اسکے سارے ساز و سامان کو حالت موجودہ پر پہونچادیا اور اُسمیں اسقدر استحکام آگیا اور میرے نزدیک اس بات کی دلیل
کہ یہ کوٹھی کسی نے اپنے قصد سے نہیں بنائی اور نہ کسی حکمت کی سے بنائی یہ ثابت ہوگئی ہے کہ اُسمیں بعض ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنمیں ارادہ اور حکمت کا نام و نشان بھی
نہیں معلوم ہوتا پس اے اہل سائنس اور مادہ کے قدیم ماننے والو ان دونوں شخصوں میں سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال تو پہلے شخص کی سی ہے جو یہ
کہتے ہیں کہ جسنے یہ تمام کائنات ایجاد کی ہے وہ صاحب ارادہ بھی قدرت علم اور حکمت رکھنے والا خدا ہی ہے اگرچہ یہاں تک اُنکی رسائی نہیں ہوئی کہ خدا کو وہ اپنی آنکھہ سے
دیکھہ لیتے لیکن اُسکی مصنوعات کو دیکھکر انہوں نے اُسکے وجود اور اُسکی صفات پر استدلال کرلیا اور اگر کہیں اُسکی کسی مصنوعات کی حکمت اُنکی سمجھہ میں نہیں آئی تب بھی اُنہوں نے
اس امر کو تسلیم کیا کہ اسمیں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے جو ہمپر پوشیدہ ہے اور کیونکر نہ تسلیم کرتے وہ اُسکی باقی مصنوعات میں انتہا حکمتیں مشاہدہ کرچکے تہے اور
دوسرے شخص کی مثال آپ لوگوں کی سی ہے جو اسبات کے قائل ہیں کہ مادہ کی حرکت ہی نے تمام کائنات کو زمانہ دراز میں اسطرح بنایا ہے کہ وہ حرکت اجزاء مادہ کیطرح طرح کی
صورتیں لیتی رہی حتے کہ تمام کائنات موجودہ حالت پر پہونچگئی اور انتخاب طبعی کے قانون کے موافق وہ ایسے درجہ پر جا پہونچی جسپر کہ اُنکو قرار ہوسکے اور یہی قانون کائنات
کے نظام کا حافظ ہے اور یہی نہایت عمدہ اشیاء کو باقی رکھتا ہے اس عالم میں حکمت اور قصد کے پائے جانے پر آپ کا استدلال یہ ہے کہ بعض چیزیں عالم میں ایسی پائی جاتی
ہیں کہ جنمیں حکمت اور قصد کا نام و نشان بھی نہیں معلوم ہوتا اور آپ لوگ ہزاروں لاکھوں حکمتوں سے جو اس امر کی کھلی کھلی شہادت دے رہی ہیں کہ اس کائنات کا بنانے والا
بڑا ہی صاحب حکمت و عاقل ہے پس ذرا غور تو کرو کہ ان دونوں شخصوں میں سے کون اس امر کا مستحق ٹہیر سکتا ہے کہ عقول سلیمہ اوسکی بات مانیں اور نفسانی تعصبات
اور شیطانی خواہشات سے آزاد عقلیں اُسے تسلیم کریں لیے عقلمند و ایسا انہیں کہ حق کو واضح ہوجانیکے بعد بھی اُسکے ساتھہ روگردانی سے کام لیا جائے اور امر محسوس
کے ظاہر ہوجانے کے بعد بھی اپنی ہٹ کیجائے۔ اشہدم! اشہدم! ہم سبکی ہدایت کا خدا ہی مالک ہے جسے چاہے وہ ہدایت کرے۔

اب جبکہ میں صانع عالم کے وجود پر اُسکے تمام صفات کمال کیساتھہ متصف ہونے پر تمام نقائص سے منزہ ہونے پر اور اس امر پر کہ وہ مادہ اور جمیع کائنات کا پیدا کرنیوالا
وہی خدا ہے آپ لوگوں کے لئے ایسی دلائل قایم کرچکا جنسے مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آپکی عقلوں کی تسکین ہوجائیگی اور وہ دلائل آپ لوگوں کے لیے راہ ہدایت میں چلنے
کا باعث ہوجائینگی تو اسکے بعد مجھے آپ لوگوں سے کچھہ اور عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں چند شبہے دیکھے ہیں کہ اگر آپ لوگ اُنکو قطعی دلائل
سے دفع نہ کریں تو وہ آپکے ایمان میں ضرور رخنہ اندازی کا باعث واقع ہوں اور اُنکا نتیجہ نہایت برا ہو لیکن ہاں اگر آپ لوگ اہتمام کیساتھہ حق تک پہونچنے کے
طالب ہوجائیں اُن دلائل کو جو میں نے آپ لوگوں کے لئے قائم کی ہیں اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ اس خدا کی عظمت کو پیش نظر کرلیں طریق معرفت میں اپنے عجز کا اعتراف
کریں اور تسلیم کرلیں کہ خدا پاک اور اُسکے تمام افعال کے احاطہ کرنے سے ضرور ہم لوگ قاصر ہیں تو پھر یہ سارے شبہے ساقط ہوجائیں اور اس امر کا اعتقاد کرلینا

که خدا موجود ہے اور اُسی نے سارے کائنات کو پیدا کیا ہے آپ لوگوں پر بالکل آسان ہو جائے اور ذرا بھی دقت پیش نہ آوے۔ اب اُن شبہوں میں سے جو آپ لوگوں کی (یعنی اہل سائنس کی)
کتابوں میں کثرت سے نہایت ہی مشہور ہیں بعض کو ذکر کرتا ہوں اور انشاء اللہ ثابت کر دونگا کہ وہ بالکل ہی لچر ہیں۔ پس سنئیے پہلا شبہ۔ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں یہ بات
نہیں آتی کہ کوئی شے موجود تو ہو لیکن نہ وہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو نہ جسم کی صورت ہو نہ کوئی ایسا مادہ ہو کہ کسی معقول صورت میں سمجھ میں آسکے نہ اُسکی مقدار اور کیفیت سے ہم بحث کر
سکتے ہوں۔ اسکا فعل تو ہمیشہ نمودار ہوتا ہو لیکن اُسکے ساتھ متصل نہ ہو اور اس سے آپکا مقصود خدائے پاک کی ذات ہے۔ دوسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ہماری
سمجھ میں نہیں آتی کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے یعنی اپنے پہلے نہ ہو اور پھر موجود ہو جائے اور اس سے آپکا مطلب یہ ہے کہ مادہ کا عدم سے وجود میں آجانا ہماری عقل نہیں
سمجھ سکتی۔ تیسرا شبہ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ اگر نظام کائنات میں قصد اور حکمت کی رعایت ہوتی تو ہر شے میں قصد اور حکمت کے پورے پورے آثار موجود ہونا ضروری اور لازم
تھا حالانکہ عالم میں ایسی اشیاء بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قصد اور حکمت پر وہ منطبق نہیں ہوتیں بلکہ قصد اور حکمت کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اسلئے علی وجہ الضرورت ہی اُنکا
انطباق ہوگا یعنی تمام اشیاء میں جب قصد اور حکمت کے آثار ہماری سمجھ میں نہیں آئے تو بس یہی کہنا چاہئیے کہ تمام چیزیں علی وجہ الضرورت ہو گئیں۔ میں
کہتا ہوں کہ سابق کی تمام بحث سے آپ اس بات کو جان چکے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو خدائے عالم اور اُسکی تمام صفات پر اسی کائنات سے استدلال کرتے ہیں
اسواسطے کہ کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اسکا خود بخود پایا جانا محال ہے اور یہ کائنات عظمت عجیب صنعت استحکام اور مضبوطی کے اعتبار سے ایسے مرتبہ پر
پہونچ چکی ہے کہ ان سب پر حاوی ہو جانا اور سب کا احاطہ کر لینا انسانی عقل کا کام نہیں ہے اس سے بالکل عاجز ہے پس اسوقت یہ کائنات اپنے پیدا کرنے والے کی صفات اور خود اسکی قدرت
کی عظمت اور اسکی حکمت کے نہایت ہی عالی ہونے پر کہ جسکا حصر کر لینا ممکن ہی نہیں اور نہ افکار اسکو حاوی ہو سکتی ہیں بہت اچھی طرح سے دلالت کرتی ہے اور انسانی
عقل کا یہی خاصہ ہے کہ آثار کی عظمت سے موثر کی عظمت پر استدلال کیا کرتی ہے اور جسقدر کہ آثار عظیم ہوا کرتے ہیں اسیقدر موثر کی عظمت معلوم ہوتی ہے چنانچہ
ہم اور آپ گذشتہ لوگوں کی قدر و منزلت پر انکے آثار کی عظمت ہی دیکھکر استدلال کیا کرتے ہیں۔

ف

پھر اگر آپ علمی تحقیقاتیں دور کریں اور جو چیزیں کہ آپکو دریافت ہو چکی ہیں اُن اشیاء سے انکا مقابلہ کریں کہ جو ابتک معلوم نہیں ہو سکتیں اور جنپر کہ ابتک پردہ پڑا ہوا ہے تو آپکو
معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں آپکی معلومات بہت ہی کم ہیں حتی کہ جو نسبت ایک قطرہ کو سمندر کیساتھ یا ایک ذرہ کو ریگستان کیساتھ ہوتی ہے وہ بھی مشکل سے نکل سکیگی
اور یہ ایسا دعوی ہے کہ جسکا آپ ہرگز انکار نہیں کر سکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تشریح علم فزیالوجی (وہ علم جسمیں اعضاء حیوانات وغیرہ کے افعال اور حکم سے بحث ہوتی ہے)
علم بائلوجی علم جیالوجی (علم طبقات الارض) علم فلکیات علم کائنات جو اور جو اسکے علاوہ اور علوم ہیں جنمیں کہ آپ لوگوں کو مہارت ہے اور جنکی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں
آپ لوگوں نے تالیف کر ڈالی ہیں اور انکے بیان میں آپنے بڑی طوالت سے کام لیا ہے ان سب علوم کو لیجئے انکی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئیے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا ہوگا
کہ جسمیں آپ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے نہ پاتا ہوں کہ فلاں امر کی حقیقت ہمیشہ نامعلوم رہی یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علماء کی رسائی نہ ہو سکی ہمیں انہوں نے یہ لفظ
کہا۔ فلاں شے کے بارہ میں کوئی قطعی رائے قائم نہ ہو سکی۔ فلاں شے کا فعل ہمیشہ مخفی رہا فلاں شے کے فائدہ کی اطلاع نہ ہوئی علاوہ اسکے اسیطرح کی اور عبارتیں پکار پکار کر کہہ
رہی ہیں کہ کائنات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہیں جنکی حقیقت سے ناواقفیت کے آپ لوگ خود قائل ہیں۔ اور آپ لوگ تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ
کسیطرح اشیاء عالم کی حقیقت کو دریافت کریں چنانچہ آپ علمی مجالس میں اکثر اشیاء کائنات کی نسبت اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں اور بہتیرے انکو اپنی رائے کی غلطی بھی جو
انہوں نے اپنا خصوص کر کے خیال اشیاء کی نسبت قائم کی تھی ظاہر ہو جایا کرتی ہے اور یہ ایسی ظاہر بات ہے جس سے کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو ہمیشہ
امور تحقیق طلبیہ کے درپے رہتے ہیں اس امر سے خوب واقف ہیں۔ اسکی اتنی مثالیں موجود ہیں کہ جنکا کوئی شمار ہی نہیں اگر شاید آپ لوگ اس امر کا انکار کریں اور بکثرت اشیاء سے اپنی
ناواقفی اور اپنے علم کی قلت کا ہٹ دھرمی سے اقرار نہ کریں تو میں آپسے کہونگا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل ہے کہ آپ لوگ مادہ کی حقیقت سے کہ جسکی آپ دن رات
جستجو میں رہتے ہیں ابتک ناواقف ہیں اور جتنے فلسفی شاید اُسکی حقیقت کی تفتیش میں مشغول رہے کسی رائے قائم نہ کر سکے حالانکہ مادہ ہی آپ لوگوں کے نزدیک تمام کائنات کی اصل ہے اسیطرح دیکھئیے

سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہوا کرتا ہے آج تک اس کی حقیقت دریافت نہ ہو سکی کہ دماغ ان چیزوں کا کیونکر ادراک کر لیتا ہے غایت سے غایت آپ اس بارہ میں یہ کہیں گے کہ پٹھا اشیاء کی صورتوں کو دماغ تک پہونچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اسکا کافی و وافی بیان تو وہ آج تک پورے طور سے آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا (اور نہ کبھی ہوگا)

اسیطرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کیلیئے اسکی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق یہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں باہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کے نزدیک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو ہی نہ سکی اور نہ شاید کبھی ہوگی

منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھئے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور آنکھ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے قوانین فطرت کے موافق دیکھی ہوئی چیزوں کی شبکیہ پر الٹی صورت مرتسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق نہ کر سکے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے حیرت کسی حصہ دفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں ہمیں بہت بڑی گنجایش ہے اگر میں ان تمام اشیاء کو جنسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں [illegible] کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے میں اتنے مختصر بیان کو بھی منصف کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفی اعلیٰ [illegible] اور بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اُسکے آثار قدرت [illegible] کرکے خیال باندھیں اور حقایق اشیاء کی نسبت اپنی ناواقفی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شرم بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اُس کی مصنوعات میں سے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی حقیقت سے آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ ؎

تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

اور وجہ یہ ہے کہ جو شخص فرض کیجیے کہ ایک گھڑی کی تمام چیزوں کی حقیقت کے دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اُس کا عجز ظاہر ہو گیا ہو تو اُس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اُس گھڑی کو دیکھکر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گھڑی ہی کو دیکھکر بتلا سکتا ہوں کہ اُسکے بنانے والے کی کیسی شکل وصورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ موٹا ہے یا دُبلا اسیطرح اور چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گھڑی دیکھکر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کرلینے کی ڈینگ مارتے ہوئے سنیگا یہی کہے گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں بکتا ہے۔ عقل کے پورے ذرا سمجھ تو سہی کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اُسکا بنانا جانتا ہے اور اُسکے بنانے پر اسکو قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی یہ بات کہ اس گھڑی کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے

اور اُس کی شکل وصورت کیسی ہے محض گھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز یہ مقتضا نہیں ہو سکتا کہ اُس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ تو اُسکے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ تیرے سامنے موجود ہیں تو پھر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے ناحق اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے۔ یہ امر نہایت بیجا اور سراسر بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھکر اُسکے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اسباب کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اُس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے اُسکی حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خواص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو اُن کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اسبات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جا سکتی کہ جو اُن خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادۂ جسم ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجوداتِ عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جسمیں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اسکے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اُسکے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ بکثرت ایسے حقائق ہیں کہ جنکو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور پھر بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لئے کہ اُن کے وجود پر دلیل قائم ہے اُن کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کر لینا کہ ایسی شئے کا جو اِن خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں قیاسِ تمثیل[عہ] سے ناشی اور اُسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اِس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجوداتِ عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں۔ جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی اشیا کہ مشاہدہ کیں اُنپر قیاس کر کے یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجود کا ان خواص مذکورہ کے اضداد کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ڈھوکے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ بسا اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اُس دوسری شے پر بوجہ کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اسوقت آپ لوگوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے اور اسکے ماننے سے کونسا امر مانع ہے۔ آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالہ کی دلیل نہیں بن سکتی اسی طرح اُن چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جسکی وجہ سے آپنے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کی وجہ موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اسکی ضرورت کیا ہے اور کونسی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اسکا جواب ہم سے سنئے کہ وہ شے اُس کے آثار قدرت ہیں کہ جو اُسکے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس خدا کو جسم

عہ ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اُسکا حکم دریافت کرنا قیاس تمثیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ مانیں تو ہم کہیں گے کہ اسکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اسبات پر دلائل قایم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدائے سبحانہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر وہ مادی ہوگا یا اُس میں مادہ کے خواص پائے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھیریگا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل ملجائے جسکے ذریعہ سے ہم اُس خدا کی حقیقت تک پہونچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہونچ جانا اور اُسکو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدائے سبحانہ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقلوں کا ادراک اُسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ادراک کی حیثیت سے پستی میں پڑا ہوا ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور باعظمت ہو اُسکی رسائی ہونا ناممکن ہے اور اُنکی شریعت نے اُنکو سمجھا دیا ہے کہ اُس خدا کی جانب سے اُنکو اسیقدر اُس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اُسکے آثار قدرت سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام اُن صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت دے چکے ہیں اور اُن کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور اُن کی شریعت نے خدا تعالےٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ نہ جنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قایم ہے۔ اور نہ اُن کی نفی پر اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات اُنکو بتلا دئے ہیں پس اُنہوں نے اُس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے اُن کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ اُسکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اسکو وہ اپنی عقلوں میں جیساکہ وہ واقع میں ہے اُسکے خلاف نہ خیال کر لیں اور پھر قابل مذمت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کرنے لگیں چنانچہ بعض پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز تیرے (یعنی انسان) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اوسکے خلاف ہے)[عــه]

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت کے رکھنے والا ہے اُسی طرح اُس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم ہوتے ہیں اور یہ بات اسی کائنات اور اُن عجائب و غرائب میں جو اُنمیں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ اُن عجائب میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور اُمیں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اُسکی مصنوعات میں سے بکثرت اشیاء کے سمجھنے اور اُن کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بیان کئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت قوت کہربائی کیجانب منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کہربائی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشیاء مذکورہ بعض بعض کیجانب کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر سمجھکر کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپنے سمجھا ہے

عــه کل ما خطر ببالک فہو ہالک واللہ اجل من ذلک ۱۲

بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے ہیں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت بینش غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس تغیر کا واضح کر دینا اور اذہان کا اس کی حقیقت کو دریافت کر لینا پھر پہلے اور دوسرے انتقال میں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ اُسکے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز ہیں پس جب اُس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا عجز ظاہر ہو چکا ہو تو پھر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہوتا ہے اگر آپ اسبات کو تصور نہ کر سکیں کہ اُس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سکنا اُس شے کے فی نفسہ معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ بیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسی وجہ سے موجود ہو جائے کیونکہ جتنی چیزیں ہمنے مشاہدہ کیں اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہو گئی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا اسیواسطے ہم اُسکے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہوتے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسیکو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت حکم لگانا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعی الدلالت نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات سخت غلطی میں ڈالدیا کرتا ہے جیسا کہ بیشتر بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدرت پر خدا کے علم کو اپنے علم پر۔ خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو جدا رہا یہ تو دیکھیے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

بھلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا جسنے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ ٹھکانا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیمیا میں بڑے فضل و کمال کی ڈینگ مارتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر[عہ] کی تحلیل کر لیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جسمیں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اُس کی صورت ہوتی۔ ان دونوں بسیط امروں کے بنانے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اسکے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اُس خدائے قادر کی ذات پاک پر اور اپنے اعمال کو اُس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ بریں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو سوچیں تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں بھی آپ کا حقیقی فعل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی جو اُسکے عناصر کیجانب تحلیل کرتے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عنصروں سے ترکیب دیتے ہیں تو اسکو دیکھیے۔ آپ کو یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ آپ نے تحلیل یا ترکیب میں اُنہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور اُنہیں کو جاری کر دیا جن پر

عہ یعنی ہر عنصر کی تحلیل کر کے اُنکے ذرات بسیطہ نکال لیتے مثلاً آکسیجن کو تحلیل کر کے اُسکے ذرات بسیطہ نکال لیتے ۱۲

کہ آپ کو اطلاع حاصل ہوگئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھا دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تحلیل یا ترکیب حاصل ہوگئی۔ باقی رہی عناصر کے متمیز ہوجانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہوجاتے ہیں یا ذرات مادہ کے خاص طور پر ملجانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوب حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کرسکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کرسکیں کہ دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کرکے بالکل جدا کرلیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جو لازمی ہیں ملا کر ترکیب دے لیں۔ اور اس سے آپ لوگوں کا صناعت اور عمل میں بھی عجز ظاہر ہوگیا جیسے کہ ادراک اور معرفت میں ظاہر ہوچکا ہے پس اے عقلمندو! کیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈینگ مارتے رہو گے اور یہی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا نہ کرسکے تو وہ خدا لئے تا ور بھی اس سے عاجز رہیگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ! باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجز ظاہر ہوچکا پھر بھی آپ دہوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہیے جس پر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دور اندیشی بیدار مغزی اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انکے نزدیک خدائے عالم کے وجود پر۔ اس کی قدرت کے عجیب و غریب اور باعظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قایم ہوچکی۔ اور انہیں بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ اس خدائے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں انکے قوائے ادراکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے اسکی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کرلینا انکے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے انکے نزدیک ثابت ہوچکا ہے منتفی نہیں ہوسکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہوچکا ہے ایمان لے آنے کے منافی ٹھہر سکتا ہے۔

پھر انکے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور اس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس احداث اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے انکے نزدیک ثابت ہوچکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہوگیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسے خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اس کے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے اسمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادے طور پر

یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندھا دھند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان بھولے بھالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمدیہ میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنے ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعہ سے اُن ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو جنکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اُسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور منقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدائے عالم کے وجود کے ساتھ اور اِس بات کے ساتھ کہ اُسنے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذاتِ خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے ادراک سے کہ اُسنے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہنا جسکے کہ نفس الامری وجود پر دلیل قایم ہو چکی ہے اُس شے کے وجود کے اعتقاد جازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس اُن بعض لوگوں کا کیسا لچر خیال ہے حق بات کے بیان کرنے میں انہوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق کرنے میں کیسی غلطی کھائی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب سے کامل نوع کو ایمان کہتے ہیں۔ ناواقفی بھی کیا بُری چیز ہے۔ خدا اِس ناواقفی اور جہل کا ستیاناس کرے۔

اور سُنئے کہ پھر پیروانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعاتِ خداوندی میں طرح طرح کے اسرار اور ایک سے ایک بڑھکر بیشمار حکمتیں مشاہدہ کیں اور روز بروز جو حکمتیں برسوں تک اُنپر مخفی رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اِس سے اُنکے نزدیک یہ بات اور بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی کہ یہ خدائے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اُس کی حکمتوں کو ہرگز حاوی نہیں ہو سکتیں اس کے بعد کائنات میں سے جب اُنہوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ جسکی حکمت اُنکو ظاہر نہ ہوئی تو اُنہوں نے اُس کی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض عبث اور بلا کسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنے والا حکمت والا ہے اس دلیل سے کہ ہم نے اُس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کیں ہیں کہ جنکا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور اُن میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر مدتوں تک مخفی رہیں اور پھر اُسکے بعد ظاہر ہوئیں پس اس شے کی نسبت بھی جسکی کہ حکمت ہمارے نزدیک ابھی ظاہر نہیں ہوئی ہے ہمیں یہی کہنا چاہیئے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہگئی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلا کسی حکمت کے پائی گئی اور ہمارہ میں جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی تسکین ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے چنانچہ ہم اُسکے صفات اسرار اور حکمتوں کی عظمت اُسکی خلق میں دیکھتے ہی ہیں۔ اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ اُس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اُسکی عظمت پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی ادراک کی اُسکے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امر صواب یہی ہے کہ آپ بھی اسی سراپا منصفانہ طریق پر جس پر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں اُن بے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپ کے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز اُن کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے بھی حکمت سے خالی نہیں۔

اور یہیں سے آپ لوگ یہاں تک پہونچ جائیں گے اور سمجھنے لگیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھند ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوئی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ آپ اسکو تمام کائنات کی بلا حکمت اور بغیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی دلیل ٹھہرائیں اور اسکو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے درپے ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں انپر قیاس کر کے ہم کو بھی حکم لگانا چاہیئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔

اور اس بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں اُن کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علو قدر کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی لحاظ رکھیں کہ انسانی عقلیں خدائے تعالے کے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور اُن کا ادراک اُسکے مقابل میں کسی شمار میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں جو آپ کو دھوکا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

ف خدا کی عظمت کے مقابلہ میں انسان کی آنکھ کی انسان جیسے ہی حاجت مقابل میں خورد بینی نظر نہ آنے والے پانی کے کیڑے کی

پس اے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر اُن کیڑوں میں جو کہ بذریعہ مائکرسکوپ (خوردبین) پانی کے ایک ذرا سے قطرہ میں ہزاروں اور لاکھوں ہی نظر آتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجودیکہ ان کو اپنی زندگی قایم رکھنے کے لئے جسقدر ادراک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں انکے کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ سونگھنے چکھنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے اُسکے اعضا رغذا کیا کیا افعال کیا کرتے ہیں دوران خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اُسکے خیالات اور ادراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں یعنی یہ کہ دخانی کلیں کن اصول پر مبنی ہیں کیونکر اپنا کام انجام دیتی ہیں مختلف قسم کے کپڑے انسان کسطرح بنا کرتا ہے اسکی اشیاء خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح اُسکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فوٹوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اُسنے انکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ لوہے اور باقی معدنیات کو اُسنے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور کلوں کے ہر ہر پرزے میں کیا حکمت مدنظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہو سکتے ہیں اور اسپر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور بجائے وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری کلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بلیوں اور لوہے کے تاروں کے جو اُنپر لگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر انکو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اُس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور انسان کے بکثرت اعمال اور اُسکے عمل کرنے کی کیفیت اُن پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے اُسکی مصنوعات کی

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کریں اور اس سے انہوں نے اسباب پر استدلال کرلیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہوگا کہ میں اتنے سے ادراک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اُسکے اعمال کی عظمت اور اُسکی حکمت کی وسعت کے مقابل ہیچ کر کرنا بھی نامناسب ہے اُس کی حقیقت کے ادراک کر لینے کا دعوے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھسے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُسکے وجود اُسکی قدرت اُس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اُسکے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اُسکے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز فکر اُس کا ادراک نہ کر سکی اُسکے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اُس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھپر ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اُسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اُسکے اعمال کی بکثرت حکمتوں سے اُسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور اُسمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی رہگئی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بلیوں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اُنکے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب ستونیں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مدنظر رکھی گئی ہوگی اگرچہ وہ ہمپر مخفی ہے۔

پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اُس خدا کی عظمت اُسکے اعمال کی عظمت اور اُسکے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مائکراسکوپی کیڑوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اُسکے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اُسکے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور معارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھہ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گمراہ اور مبتدع فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدائے تعالےٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اُسکے خلق کے بارہ میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اُس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسبات کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے ذمہ اُسکا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مائکراسکوپی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہا درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدائے پاک وہی ہے جسنے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ اُنکا اور اُن کی جانوں کا علی الاطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی مملوک چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی مملوک میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کرے لیکن اُس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہوسکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ لیلے حالانکہ اُسمیں ان مائکراسکوپی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پھر وہ اُسے آگ میں ڈالدے

جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں لیسا اوقات لتنے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہونگے سب کے سب بالکل نیست ونابود اور ہلاک ہوجائیں تو کیا اس موقع پر کسیکے دل میں یہ بات گذر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بیچارے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اسبارہ میں منازعت کرسکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز اُن تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اسبارہ میں بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ خبطی اور ایسے امور سے ناحق تعرض کرنے کا عادی ہو جسمیں کہ اسکا کوئی بھی ساتھ نہ دے اور کوئی منازعت نہیں کرسکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو بیشمار نعمتیں دیکر مالا مال کردیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطور وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُسکی مہربانی اور احسان ہے یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں ندیتا اور بجائے اسکے طرح طرح کی مصیبتیں اُنپر مسلط کردیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے منازعت کرنے کا کسیکو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اُسکا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس اے اہل سائنس بعد اسکے کہ حق آپ پر ظاہر ہوگیا اور آپ کے واہی تباہی شبہے ساقط ہوگئے تو آپ کو چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے منازعت کریں آپ اُنسے کہدیجئے کہ ہماری انسانی عقلیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں۔ ہمکو اُسکی اتنی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپکے نفوس اسبات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسنے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کردیا تو آپ اُنسے کہدیجئے کہ ہمنے خدا کے تمام اعمال کو تو جانا نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکے وہاں یہ بھی سہی اور ہم لوگوں کا اسکو تصور نہ کرسکنا اسکا مقتضی نہیں ہے کہ ہم اُسکا انکار کردیں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپکو یہ کہدینا چاہئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات میں بکثرت حکمتیں ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسمیں کوئی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سکنا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کردیں اور اندھا دھند ضرورت کو مان لیں کہ اسی سے سب چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے آخرت میں نجات ملے۔ آمین۔

اے اہل سائنس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُس کے تمام تنوعات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قایم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جسنے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور شبہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو باقی ہے اور وہ گفتگو چار اہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سماوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو ہے یعنے پہلے

ایتھر کے اجزا سے ایک بہت چھوٹے چھوٹے غیر قابل قسمت ذرے سے بنے پھر اُنسے آفتاب بنگیا اسکے بعد آفتاب سے تمام ستارے جدا ہونے لگے چنانچہ منجملہ اسکے ہماری زمین بھی ہے پھر اس زمین میں عناصر بنے اُسکے بعد معدنیات پیدا ہوئیں اور تکون اول یعنی برتُو بلاسم[۵] بنا۔ پھر یہ ترقی کرنے لگا اور اسمیں توالد و تناسل شروع ہوا یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ادنےٰ درجہ کی نبات یا حیوان تک پہونچ گیا۔ پھر یہ حیوان اور نبات اُن چار قوانین قدرت یعنی قانون تبائنیات۔ قانون وراثت۔ قانون تنازع بقا (جسکے موافق قوی ضعیف کو ہلاک کرڈالتا ہے وغیرہ) اور قانون انتخاب طبعی کے موافق برابر ترقی کرنے لگے اور طرح طرح کی انواع میں منقسم ہوتے رہے پھر اُن انواع سے اور انواع نکلنے اور پیدا ہونے لگیں یہاں تک کہ وہ دونوں (یعنی نبات حیوان) حالتِ موجودہ تک پہونچ گئے اور یہ سب کچھ ذرات مادہ کی اضطراری حرکت اور انہیں قوانین قدرت کیوجہ سے ہوتا رہا۔

۲ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انسان بھی منجملہ اور حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہے بطریق نشو کے پیدا ہوا ہے خوبی اور عمدگی میں قانون انتخاب طبعی کے موافق ترقی کرکے حالتِ موجودہ تک پہونچ گیا۔ اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے اسلیئے کچھ بعید نہیں کہ وہ اور بندر دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر ترقی کرکے اپنی اصل پر فوقیت لے گیا ہو۔

۳ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیات اور انسانی عقل صرف مادہ کے ذرات متحرکہ اور اُسکے عناصر ممتزجہ کے باہم تاثیر اور تاثر کے آثار میں سے ایک خاص قسم کے ظہور کا نام ہے اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے خالی تھا اور یہ کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں کے ساتھ صرف مقدار میں مخالفت رکھتی ہے حقیقت کے اعتبار سے اسمیں اور دیگر حیوانات کی عقل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۴ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگ شریعت کے باقی مسئلوں سے جیسے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا۔ آسمانوں کا موجود ہونا وغیرہ انکار کرتے ہیں اور آپ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ کے علوم میں اس قسم کے مسائل کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی بلکہ بعض کو تو آپ کے علوم رد کرتے ہیں اور انکے محال ہونے پر دال ہیں۔

اب انشاءاللہ میں آپ کے ساتھ ان مسائل میں بتوفیق خداوندی گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے ان مسائل میں آپ سے گفتگو کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ پہلے میں دو مقدمے بیان کرلوں۔

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جو نصوص اور اقوال شریعت میں وارد ہوتے ہیں اور جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں بھروسہ کیا جاتا ہے جیسا کہ اُنپر اعمال اور احکام کے بارہ میں بھی بھروسہ ہوتا ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہیں ایک متواتر۔ دوسرے مشہور۔ متواتر اُسے کہتے ہیں جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے ثابت ہے کہ اُسکے شریعت میں

---

[۵] پروٹوپلاسم یا بیوپلاسم ۱۲ عـــہ برتُو بلاسم ایک قسم کا زلالی مادہ ہے جو متعدد عناصر سے ملکر بنتا ہے جسمیں غذا حاصل کرنے منقسم ہونے اور توالد و تناسل کی قوت موجود ہوتی ہے اسی سے وہ خول تیار ہوتے ہیں جنسے کہ عضوی جسم کی ساخت حاصل ہوتی ہے فلسفہ قدیمہ کی اصطلاح میں اس کو نفس نباتی کے فیضان کا محل قابل کہہ سکتے ہیں ۱۲

وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعی طور پر ثابت ہو۔
اور مشہور وہ ہے جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانیکی وجہ سے جنسے کہ قلب کو اُسکے وارد ہونیکا اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب قریب یقینی کے ہو اور اسکا مرتبہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر متواتر اور مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہوگا جسکے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اُس میں احتمال ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنے کی طرف نہیں پھیرا جا سکتا اور اُس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جتنے مقامات پر کہ وارد ہوئی ہے اُن میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اُسکے معنے کی مناقض نہیں واقع ہوئی اس قسم کا نام ہم متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہوگا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اُس کی دلالت ہو لیکن اُسمیں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو قسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اسطور پر بھی واقع ہوئی ہے کہ قطعی دلیل عقلی اُسکے ظاہری معنی کی مناقض ہے اسکا نام ہم ظاہر المعنے رکھے لیتے ہیں۔ پھر جاننا چاہئے کہ شریعت محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنے متعین کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور اوسکے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اُسکے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنے اسلامی دین سے خارج ہو جانے کو مستلزم ہے اُس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنے کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اوسمیں تاویل کا احتمال ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اسکی مناقض ہے یہاں تک کہ اوسکی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین المعنے مشہور ہے تب بھی اُسکے وارد ہونے اور اُسکے معنے کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُسکے معنے کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اُسکی تاویل کرنا اور اُسکو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اُسی دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اُسکے وارد ہونے اور اُسکے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اُسکے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اُسکے معنی کی بلا کسی تاویل کے تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اُسکی تاویل کرنا بھی جائز نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اُسکے ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی جانب احتمالی طور پر پھیر دینگے اور اُس کی تاویل کرینگے اس طرح پر کہ اُس میں اور اُس امر میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہو جائے۔ اور اگر نص ظاہر المعنی مشہور ہے تو اُسکا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ اُسکے وارد ہونے کے انکار کرنے سے یا اُسکے معنے کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم آتا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جسکے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اُسکی تاویل ہی جائز ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور اُن میں سے بھی کسیکی تاویل کرنا اور اُسکے ظاہری اور متبادر معنی سے کسی دوسرے معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اُسکے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہو جائے اُسوقت بیشک اُس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اُسکے متبادر معنی کے اعتقاد پر جمے رہنا اور اُس امر کو جس پر کہ قطعی عقلی دلیل دلالت کرتی ہے چھوڑ دینا اصل اور بنیاد ہی کو گرا دینا ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اُس رسول کی جسنے کہ یہ تمام نصوص شرعیہ ہمیں بتلائی

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اس رسول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال نہ کر سکتے
پس جب یہ اصل ہی منہدم ہو جائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدام ہو جائیگا پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا
ہے اور یہ خلاف مقصود ہے اسلئے ہر نص ظاہر المعنی کا جسکا کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے مناقض ہو یہی حکم ہے یعنے اس میں تاویل کیجائیگی
اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی بکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی
میں آیت لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح منہاج صدایہ و مواقف میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ (یعنی یہاں تک کہ جب (سکندر ذوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اُس نے اُسے ایک دلدل والے چشمہ میں ڈوبتا پایا۔
پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں ڈوبا کرتا ہے پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری معنی کے خلاف اور مناقض نہ قایم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں اسی معنا و ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اُس کی تاویل جائز نہ ہوتی اور اسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اسبات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین کے چشموں سے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اسلئے اسکا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اسبات پر قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار ہی پر باقی بھی رہیں محال ہے اور علاوہ اسکے اسبات پر بھی عقلی قطعی دلیل قایم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اسکو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب ہے یوں تو اللہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے لیکن مثلاً یوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خداتعالےٰ کا یہ مطلب ہو کہ ذوالقرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اُس مقام پر پہنچا تو اُسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک دلدل والے چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص مغربی بلاد کے سواحل پر آفتاب کیجانب نظر کریگا تو اُسکے خیال میں یہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جو اُن بلاد کو گھیرے ہوئے ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کیچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اُس جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھیرے ہوئے ہے خواہ ہم اسکو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقۃً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل تفسیر رازی۔ جلالین۔ اور تفسیر کواشی سے ماخوذ ہے جیسا کہ اسکو شیخ مرعی الحنبلی نے کتاب عجائب المخلوقات میں نقل کیا ہے اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہدیا ہے کہ آفتاب حقیقۃً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹھکانے بات ہے اور امر یقینی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل مبرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی صورت باقی نہیں ہے ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح پر تو لوگ بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دریا میں ڈوبتے ہوئے پایا اور فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے پیچھے۔ یا فلاں وادی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا حالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اُسیکو

ف حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدہا تغرب فی عین حمئۃ کے ظاہری معنی عقلی قطعی دلیل کے معارض ہیں

بیان کر دیا جاسکے -

لیکن جب کوئی عقلی غیر قطعی یعنی ظنی دلیل شریعت کی کسی نص کے متبادر معنے کے مناقض واقع ہو تو اس نص کی تاویل کرنا اور اسکو متبادر معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع کر دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اسکے ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اسکو اپنی حالت ہی پر باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر واضح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو اپنے مدلول پر یقینی طور پر دلالت کرے اور جسمیں اپنے مدلول کی نقیض کا احتمال بھی نہ ہو - اور ظنی دلیل عقلی اسے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر رجحان کے ساتھ دال ہو اور جسمیں مدلول کی نقیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اسپر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اسی لئے ظنی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنے کے معارض بھی نہیں ٹھہر سکتی اور یہ اسی دلیل ظنی کی وجہ سے نص کو اسکے ظاہری معنے سے پھیرنا ہی جائز ہے -

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرائط جنسے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہنچ جاتیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے انکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد ہے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اسپر وجوباً اعتماد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی معتقدات کے بارے میں اسپر استقلالاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے وارد ہونے کا ثبوت ظنی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اسکے شریعت میں وارد ہونے یا اسکے معنے کا منکر کافر نہیں سمجھا جاتا -

(چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتماد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادات کے بارے میں ان پر اعتماد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معارض نہ ہو اسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک نوبت نہ پہنچ جائے خدا اپنا پناہ میں رکھے)

ہاں جب خبر آحاد کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جنسے اس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اس سے حاصل ہو سکے اسوقت البتہ اسلامی معتقدات میں بھی اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتماد کیا جاتا تھا -

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود ایسے امور کا بیان کرنا ہوا کرتا ہے جنسے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کیجانب ہدایت ہو - اسکے موجود ہونے اسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو - اسکی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو - اسکے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جاوے جنسے کہ معاش کا انتظام درست ہو - معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے - یہ علوم کائنات (طبعیات وغیرہ) کے مباحث اور انکا بتلانا جنسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی اشیاء میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور - پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

ع البتہ بلا دلیل شرعی یہ انکار بوجہ ترک واجب کے موجب معصیت ہوگا - ۱۲

کے معلومات ہیں جنکو سمجھدار لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کبھی تو انسے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کبھی محض اُن کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور کیجانب اول تو مقصودیت کی حیثیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ اُن کی تفاصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کبھی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو اسقدر ذکر کر دیا کرتی ہیں جتنے کو کہ اُنکے مقاصد میں دخل ہوتا ہے چنانچہ اُن میں مثلاً مختلف آسمان وزمین کی پیدایش کا۔ اُن کو عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اُسکے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدائے عالم کے وجود پر اُسکے علم۔ قدرت۔ اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کبھی کسی مقتضا کیوجہ سے کہ جسکا مرجع اُنکے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سنئے کہ شریعت محمدیہ میں جو نصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدایش اور اسکے انواع الانواع میں متنوع ہونے کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی نصوص ہیں جنمیں کہ پیدایش اور اُسکی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اسکی وہی ہے جو ہمنے آپسے بیان کی کہ اس قسم کی اشیاء شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں لیکن ان مباحث میں سے شریعت میں اسیقدر مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ آسمان کی جانب اُس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ دھوان تھا پس اُسنے اُسکے سات آسمان بنا دئے (یعنی اللہ تعالےٰ نے آسمان کی جانب اُس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ پانی کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر جلالین میں مذکور ہے) آپ پیروانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چھ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے ساتھ متمسک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ مدت زمانی مقدار میں ہمارے چھ ایام کے برابر تھی کیونکہ اسوقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ آخرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیساکہ وراق کی مباہج الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالےٰ آسمان اور زمین اور اُنکے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لحظہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اُنکے نزدیک اُس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قایم ہو چکے ہیں اور اُسنے جو صرف چھ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا اسمیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق اسکی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدایش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کو پہونچا کر انہیں سکھا دے کہ جلدی کرنے سے ٹھیر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کیوں نہ معلوم ہو کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہیگا۔

انہیں نصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان[۵] اور زمین پہلے پیوستہ تھے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں کو شگافتہ کردیا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصل واحد کی طرح تھے - پھر اللہ تعالےٰ نے اُن دونوں کو جدا جدا کردیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اُس کی جگہ پر رہنے دیا (اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے ایسے ہی عطار و ضحاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور یہی سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے - جیسے کہ جلالین کے حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجوہ تاویل میں سب سے اولےٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورۂ انبیا میں انہوں نے بیان کیا) اور بعضوں نے اس کی دوسری بھی تفسیر کی ہے -

اور بعض پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نصوص شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بچھی ہوئی یعنی پھیلی ہوئی اور بود و باش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالےٰ آسمان کیجانب متوجہ ہوا اور وہ اُسوقت تک ایک دھواں تہا - جو اسکے قبل پیدا ہوچکا تھا پھر اُسکے ساتھ آسمان بنا دئے اُسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پھیلا کر بود و باش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اُسنے اس نص کی جسکا ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کردی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اُس کی اُنہوں نے تاویل کردی - سورۂ فُصِّلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے (مصنف حمیدیہ نے) اُنہیں اُسکو دیکھہ بھی لیا - اور سارے میں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے - شریعت کی نصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور اُنہیں آسمان دنیا (یعنی اُس آسمان کے لئے جو زمین سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہے) زینت بنا دیا پس بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں (یہ جمہور مفسرین کا قول ہے جیسا کہ وراق کی مباہج الفکر میں منقول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آسمان سے نیچے زمین و آسمان کے درمیان ہیں (اسکو سورہ تکویر کی تفسیر میں قاضی صنہاجی نے اپنی تفسیر کنز الاسرار میں کئی سے نقل کیا ہے اور بہجۃ النفس کے مصنف نے وہب سے نقل کیا ہے اور قرمانی نے اپنی کتاب مختصر الہیئۃ السنیۃ میں مفسرین اور اُنکے علاوہ اور علمار کی کثیر تعداد سے نقل کیا اور ایسا ہی شیخ مرعی الحنبلی مقدسی نے اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں بیان کیا اور ایک آحادی حدیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دال ہے اسی طرح اِس حدیث کو ابوجعفر محمد بن عبد اللہ کسائی نے کتاب الملکوت میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کرکے سورۃ القدر کی تفسیر میں اِس امر کو تصریحاً بیان کردیا کہ آفتاب آسمان دنیا سے نیچے ہی ہے) اور اُن کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زینت ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گڑے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اُس کی زینت ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی کیوں نہ ہوں - میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالےٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے چاند کو اُن میں (یعنی آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں -

---

۵ قرآن شریف میں اِس مضمون کو یہ آیت ادا کرتی ہے - اِن السموٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰہما ۱۲

بعضوں نے تو اسکو جسم[ع] بتایا ہے جوکہ ان کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے
یعنی وہ خلاء[ع] جسمیں کہ وہ چلتے ہیں (یہ ضحاک کا قول ہے جیساکہ تفسیر رازی میں ہے) اور نصوص اس امر پر دال ہیں کہ آسمان
موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیساکہ گذشتہ نصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اس موقع پر جہاں کہ
آپ سے ان چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپ انسے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان
آتا ہے اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہم کو نظر آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی
کہا ہے کہ وہ نہیں دکھلائی دیتے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا ہے (عجائب المخلوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی
نقل کیا ہے اور شاید وہ اس نص کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل کردیں ۔)
آسمان زمین اور ستاروں کی پیدائش کے اعتقاد کے بارے میں جن نصوص شرعی پر کہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز ان نصوص کے معانی کی سمجھنی میں علماء کے اقوال
ہیں ان سب کا یہ خلاصہ ہے۔ باقی رہی ان کی پیدائش کی تفصیل یا آفتاب ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیت
جیساکہ آپ لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر اُنسے آفتاب بنا اسکے بعد اس سے
ستارے جدا ہونا شروع ہوئے چنانچہ انہیں میں سے ہماری زمین ہے جسمیں کہ متعدد قوانین قدرت پائے جاتے ہیں
جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں یا کسی دوسرے طریق پر ان کی پیدائش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت
محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ اس کی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا نفیاً یا اثباتاً پتہ چلتا ہے
لیکن ہاں قرآن شریف کی عبارت سے اشارتاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ میں نے آسمان[ف] و زمین کے پیدا کرنے کے وقت انکو حاضر نہیں کرلیا تھا۔
اور جب ہم ان تفصیلوں میں جنھیں آپ لوگ آفتاب ستاروں اور زمین کے تدریجی طور پر بننے کے بارے میں ذکر کیا
کرتے ہیں انصاف کی نظر سے غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیساکہ آپ لوگوں کی کتابوں
میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالے نے اسی طریق سے
جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقہ سے پیدا کردیا ہو۔ کیونکہ جب
تک یہ تخمینی باتیں گمان کے درجہ پر ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے اعتقاد میں انکا ہرگز یقین نہیں کرسکتے اور
انکے لئے اسیقدر کافی ہے جتنا کہ ان کی شریعت میں اسبارے میں وارد ہوا ہے اور اس سے جو کچھ ان کی شریعت کے
علماء سمجھے ہیں ہاں جب تخمینی امور قطعی دلیلوں سے ثابت ہوجائیں جنمیں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو انکے ترک کرنیکی

عہ پس ان لوگوں نے افلاک اور سموات کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ عہ ان لوگوں نے افلاک کو سموات کا مغائر مانا ہے
کہ سموات کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خطی یا سطحی ۱۲ منہ مثلاً یہ تاویل کرسکتے کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا لیا جائے
یعنے جہاں یہ وارد ہوا ہے۔ کیا تم آسمانوں کو دیکھتے نہیں۔ اس کے معنے یہ کہے جائیں کہ کیا تم آسمانوں میں غور
نہیں کرتے ۱۲ مترجم۔
ف وہ آیت یہ ہے ما اشھدتھم خلق السموات والارض ۱۲

گنجایش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہوسکتا ہے) اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اسکے قائل ہوجاویں گے یعنے اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالے نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اس سے ستاروں اور زمین کو اسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت جنکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدایش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض انکے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر اُن میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیساکہ وہ قوانین قدرت جنھیں کہ اللہ تعالے نے دیگر کائنات کی پیدایش کے لئے مقرر کیا ہے پس نبات مثلاً بذریعہ پانی روشنی اور مٹی کے بنجاتی ہے اور نبات کے پیدا کردینے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالے ہی ہے ہاں اُس کی عادت جاری ہوگئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت اُنکے مسببات کو بھی پیدا کردیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئیں اُن میں سے کوئی بھی اُس طریقۂ پیدایش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیساکہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔

بہرحال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار کو دیکھکر اُنکے موثر پر استدلال کرنا ہے۔

ف اے اہل سائنس جب آپ اسلامی دین کو قبول کرلیں اور اس امر کے معتقد ہوجائیں کہ اللہ تعالے اُسکے پیدا کرنے سے مادہ حادث ہوا ہے جیساکہ ہمنے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قایم کردی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کرلیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیساکہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آیندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا بننا اور پھر اُس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اُس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہوجائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُسکے موافق جیساکہ اُسے شریعت کے بعض علما سمجھے ہیں اپنے اعتقاد کی تقریر کریں پس اسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اُسکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اُسنے دخان یعنی دہوئیں سے موسوم کیا ہے جسکی تفسیر علما نے پانی کے بخار کے ساتھ کی اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرے ہیں جو خلا میں منتشر ہیں۔ پھر اللہ تعالے نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیا یعنے مادۂ آسمان کو اُس مادہ سے متمیز کرلیا جس سے کہ اُس کا ارادہ آفتاب ستارے اور زمین بنانے کا تھا (رتق اور فتق کی تفسیر میں ابن عباس اور اُنکے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اُسکے موافق یہ تقریر چل سکتی ہے جیساکہ ابھی گذرچکا ہے) اسکے بعد مادۂ آسمان کو اُسنے اشیاء مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اُسنے آفتاب بنایا اُس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر اُنکے قول کے موافق ہوسکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کواکب کے مدار کا نام ہے یعنے اُس خلا کا جسمیں کہ وہ کواکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں) لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اسوقت پھیلی ہوئی نہ تھی یعنی اس صورت پر نہ تھی کہ بودو باش کے قابل ہوتی۔ پھر اللہ تعالے نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دہواں ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اُسنے اُسکے سات آسمان بنادیئے۔ اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ کرہ ہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیساکہ پیشتر بیان ہوچکا ہے) پھر اُسکے بعد اُسنے زمین کو پھیلادیا یعنے اُسکو بودو باش کے قابل بنادیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالے نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور اسمیں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالے نے چھ دن کے ساتھ موسوم کیا ہے جیساکہ

وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب۔ ستارے اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالے نے انہیں رکھدیا ہے قایم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالے ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علمار شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب۔ ستاروں۔ اور زمین کی پیدایش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپکے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو جب تک کہ یہ تفصیل جسکے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت ملگیا تو بے شک اسکا التزام کرلیں گے ورنہ اعتقاد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں اسبارے میں واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور اجمالی طور پر سمجھنے کے لئے لپنے یہاں کے جمہور علمار کی رائے کا اتباع کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالے کے حوالہ کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنسے ایسے امر یا اسکے مثل اور امور کی نسبت جنکی کہ اُنکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ اُنپر قطعی دلیلیں قایم ہو چکی ہوں بلکہ اُن کے دلائل ظنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ دیکھیں گے کہ وہ امور اُن کی شریعت کے منافی ہیں یا نہیں اگر وہ منافی ہوئے تو وہ اُن کو ترک کر دینگے اور ہرگز اُنکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر مظنون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اسقدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اسلئے اُس کے واسطے ضرور کسی محدث کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالے ہے جسنے اُسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اُسکو اُن انواع پر منقسم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کیجاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں جنکو کہ اللہ تعالے نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے اور اسیقدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر۔ اُسکی قدرت۔ علم اور تمام اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر جن پر کہ اُسکے آثار دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی ووافی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاصکر زمین کے تین عالم یعنی معدنیات۔ نباتات۔ اور حیوانات کے بننے کیجانب التفات کرینگے تو ظاہر ہے کہ اُنکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالے نے ان تینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُسنے ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جداگانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عام اس سے کہ اُسنے اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اِس طرح پہ بنایا ہو کہ اُسنے مادہ کو اُسکی ابسط حالت سے ترقی دیتے دیتے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدائے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے اُسے کوئی
نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اُسنے
بسیط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اُسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر معادن یا سب سے بسیط ذی حیات جسم (برٹوپلاسم) تک پھر ادنیٰ
درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دیکر پہونچا دیا ہو پھر اُسپر باقی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور بعض کو باقی
رکھا ہو.......... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب اُن قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے مادہ میں رکھدیا ہے اور اُنہیں کیوجہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں حتے کہ یہ تینوں عالم موجودہ
انواع تک پہونچ گئے پس یہ دونوں صورتیں یعنی طریق خلق اور طریق نشو جس حالت میں کہ انکو اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب
نسبت کیا جاوے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے
کافی ہیں اسکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مانی جاوے یعنے خواہ انواع ہی کو ابتدائی
مخلوق مانا جاوے جسمیں جنس کا وجود محض ذہنی و انتزاعی ٹہیریگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں
سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہونچتا ہوا کہا جاوے دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود
وصفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ووافی ہیں لیکن وہ نصوص جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے
کائنات ارض کی پیدایش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اُنکا خلاصہ یہی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیات
شئے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اُسنے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسنے پراگندہ کیا یعنے اُسنے زمین میں جانداروں کو پھیلا دیا
اور یہ کہ اُسنے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اُسنے چوپایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی نر اور مادہ جیسا کہ
تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسنے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تمام اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اُسنے جوڑے جوڑے
پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) نر اور مادہ۔ اور یہ کہ اُسنے زمین میں ہر ایک ثمرات جوڑے جوڑے
پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقہ
خلق کے موافق کیجاوے یا طریقہ نشو کے۔ اور اے اہل سائنس پہلی کی دونوں نصوص کے تو آپ لوگوں کا جدید قول کہ ذی
حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے۔ اب رہیں باقی نصوص مذکورہ انکے متبادر اور ظاہری معانی یہی
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنے اُسنے
ہر نوع کو جداگانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے۔ عام ہے کہ اُسنے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ
جیسا کہ یہ امر اُس شخص پر مخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میںنے اپنے مہمانوں
کے سامنے کہانے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اُسکے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے ہر نوع کو مستقل طور پر
طیار کیا اور اُسے اپنے مہمانوں کے سامنے پیش کیا رہا یہ امر کہ اُسنے پہلے سارا کہانا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو۔ پھر طباخی
کی صنعت کے موافق اُسکو ترقی دے کر اُس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنے ارادہ سے دور ہیں اسکا دل میں خیال
کبھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض آحادی نصوص کہ جو مدار اعتقاد نہیں قرار پاسکتیں ان نصوص کے ظاہری معانی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیا ہے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض آحادی نصوص میں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چھ دنوں میں سے جنمیں کہ اُسنے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے درخت کو فلاں دن پیدا کیا۔ پھر اُسکے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدایش درخت کے بعد ہے رہا یہ امر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بنابر نصوص مذکورہ کے بوجہ اُس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت معارضہ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی متعینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات۔ حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو اُسنے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق اُن قوانین قدرت کے جنھیں کہ اللہ تعالےٰ نے اسی لیے مسخر کیا ہے تو ان دونوں امروں میں سے وہ کسیکی نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ اُن کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہوجائے اور حکم شریعت کے مقتضا کے موافق انکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کرکے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کرلیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری اور متبادر معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو اُن کو اُن کی تاویل کرنے پر مضطر کردے قایم نہیں ہوئی اور جو دلیلیں آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال یقینی ساقط ہوجایا کرتا ہے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑکر اُن دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک یہ کیفیت رہیگی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُنکے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پھیر سکیگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے انکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قایم ہوجاتی اسوقت اُنکے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنا پر ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھہ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لیے تاویل کردینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کرلیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیلیں بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہونچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد یہ ہے کہ کسی شے کے لیے سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی خالق نہیں ہے ہدایت ہوجائے تو تمھیں کوئی مضایقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کریں اور انکے ظاہری معانی سے پھیر دیں اور اس طرح انکو طریق نشو کے جسپر کہ قطعی دلیلیں (بالفرض) قایم ہوچکی ہیں موافق بنالیں اور اُسکے ساتھہ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو انہیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہلِ اسلام میں کیا جائے اور اس طرح پر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کے وجود اور اُسکی قدرت۔ علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز رہ بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈرائے دیتا ہوں کہ آپ ظنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قایم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اسلئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہیئے خدا ہی ہم سب کا ہادی ہے۔ کائنات ارض کی پیدایش کی نسبت جو کچھ مینے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کرکے تحریر کیا ہے اسکی پیدایش کی نسبت میں مستقل طور پر گفتگو کرتا ہوں۔

پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی اُن نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدایش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جا سکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ[ع] نے اُس کی پیدایش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اُسنے[ع] اسی مٹی سے چپکتے ہوئے[ص] گارے سے۔ نتھرے[لف] ہوئے گارے سے۔ سڑی ہوئی[ح] سیاہ مٹی سے۔ ٹھیکرے[ح] کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اُسنے اُسے پانی[مع] سے پیدا کیا۔ پس پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علما (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اُسکو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لیے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ[ل] تعالےٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ عبارت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدایش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا[لع] ئے پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اُس سے اُسکی زوجہ (حوّا) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ اُس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نص جسکا[۱] مضمون ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدایش مٹی سے شروع کی ہے۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اسکی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدایش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ آحادی نصوص کو بانفراد ہا مدار اعتقاد نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گذری نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کردیں۔ علاوہ بریں یہ امر غایت درجہ مستبعد ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیطہ ہو پھر اُسنے عناصر تک ترقی کی ہو پھر جاندار مادہ تک اور وہ بھی تو بلا نسم ہے پھر ادنیٰ حیوان تک پھر اُسکے بعد ترقی کرکے بندر تک پہونچا ہو پھر بندر سے انسانی بندر تک اور پھر اُس سے ترقی کرکے انسان بنگیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالےٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدایش کو اُسنے مٹی سے شروع کیا ہے

[ع] آیت یہ ہے بدء خلق الانسان من طین ۱۲ [ع] آیت یہ ہے خلقہ من تراب ۱۲ [ص] انا خلقناہم من طین لازب ۱۲ [لف] ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۱۲ [ح] لقد خلقنا الانسان من صلصال من حماٍ مسنون ۱۲ [ح] خلق الانسان من صلصال کالفخار ۱۲ [مع] واللہ خلق کل دابۃ من ماء ۱۲ [ل] ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ۱۲ [لع] یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء ۱۲

[۱] آیت یہ ہے بدء خلق الانسان من طین ۱۲

بلکہ اُسکی حکمت کا تو مقتضا یہ تھا کہ ان تطورات اور ترقیات کی تشریح کرتا اور اسکی تفصیل بیان کرتا جیسے کہ اُسنے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اُسنے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا (یعنے اسلئے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے منی بنتی ہے اُس کی اصل مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر رازی سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنے کہ اُسنے (خدا نے) انہیں مٹی سے پیدا کیا یہ لکھے ہیں کہ اُنکے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اوروں کو اُنکے نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے پھر اُسکے بعد اُنکو بچہ بنا کر نکالا پس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحانہ کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت با وقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں۔ پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو اور انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدا کیا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو مٹی سے دفعتاً پیدا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسلئے اُن نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امروں میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جا سکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آحادی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اسپر ایک طویل زمانہ گذرا۔ اور اللہ تعالےٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالےٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اُس نے مٹی سے پیدا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پھیلنا شروع ہوئے۔عہ یہ تصریح کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے حالت موجودہ تک ترقی کر کے نہیں پہونچا ہے اور اسبارہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہو جانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا الاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنا لینے کے بعد لفظ کُن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نبات ہوا۔ پھر حیوان پھر اسکے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامیعہ سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول اسکو نامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیدا کرنا ہے پھر اُن انواع میں اُسی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالےٰ نے مرتبۂ اخیرہ ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ اوپر سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جسمیں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم

پس پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشو پر نہیں اور نہ انکو ان نصوص کی تاویل کرنا اور انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیرنا ہی جائز ہے مگر ہاں جب کوئی عقلی قطعی دلیل قایم ہو جائے جو اسبات پر دال ہو کہ اللہ تعالے نے انسان کو بطریق نشو ہی کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اسوقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کرنے پر مضطر ہو جائیں گے جیسا کہ اُنکے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق دینے کا قاعدہ ہے اور اسکے بعد بھی اس امر میں خفا نہیں کہ طریق نشو اگر اُنکے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو وہ نہیں ہو سکتا جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں اسلئے کہ اگر اُنکے نزدیک نشو ثابت ہوگا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے ہے کیونکہ اُنکے نزدیک اسبات پر دلیل قایم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ موثر۔ رہے قوانین قدرت جنسے کہ وہ کام لیتا ہے وہ محض عادی اسباب ہیں۔ اُن میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشو آپ مانتے ہیں وہ آپ کے زعم کے اعتبار سے انہیں قوانین قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں زمین و آسمان کا فرق نکل آیا۔

یہ بھی ذہن نشین کیجئے کہ جو دلیلیں آپ اپنی کتابوں میں نشو پر ذکر کیا کرتے ہیں اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیلیں نہیں ہیں جنکی وجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں اور اُنہیں نشو کا قائل ہونا پڑے کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جنکی بنیاد چند تخمینی چیزوں پر ہے۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا۔ جسکی بنیاد اسبات پر ہے کہ اللہ تعالے ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اُسکے سوا کسیکی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بغرض تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈرائے دیتا ہوں کہ کہیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر آگے قدم بڑھایئے۔ لیکن اسوقت پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے جمہور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہ وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ سُدّی ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سماء دنیا میں پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہوگا اسلئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو کے موافق نہیں ہیں جنکی بنیاد اسپر ہے کہ وہ اسی زمین میں ہوا ہے۔ پس آپ اُن میں سے بعض علماء (اور وہ منذر بن سعید بلاطی اور ایک بڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کنز الاسرار میں ہے) کے قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جنتوں میں سے کسی جنت (باغ) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طور پر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اُس کی زوجہ کو پیدا کیا اور اُن دونوں کو جنت میں ٹھیرایا

ف اگر اہل سائنس اسلام قبول کریں اور انکے پاس طریق نشو کی قطعی دلیل قایم ہو تو نصوص کی [illegible] طریق نشو پر تطبیق کر سکتے ہیں اور اگر وہ [illegible] میں [illegible] آدم علیہ السلام کی پیدایش [illegible] اور حوا [illegible] علمائے اسلام میں سے بعض کے قول پر اعتقاد کر لیں جب بھی اسلامی دین سے خارج نہ ہوں گے ۱۲

اور یہ جنت وہی مقام ہے جہاں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو مرنے اور پھر زندہ ہونے کے بعد جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور وہ ہماری زمین کے علاوہ ہے اور یہی جمہور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ پس آپ اُن میں سے بعض (اور وہ ابو القاسم بلخی اور ایک بہت بڑے مفسر ابو مسلم اصفہانی ہیں جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے) کے قول کو اختیار کرکے اس سے بھی خلاصی حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ یہ جنت زمین ہی میں تھی اور اُن دونوں کا اُس سے اہباط یعنے اتارنا ایک حصۂ زمین سے دوسرے حصہ کیجانب منتقل ہونے پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے قول میں دوسرے مقام پر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہیں) واقع ہوا ہے کہ تم سب شہر میں اتر جاؤ یعنی شہر میں چلے جاؤ۔ اور اگر آپ کو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں اکثر کا یہ قول مشکل معلوم ہو (حالانکہ وہ کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ عقلاً ممکن ہے کچھ خداوندی قدرت کے تصرف میں داخل ہوتا ہے چنانچہ آبی حیوان ہیڈرا کو دیکھئے اُسکے تین حصے کر دئے جاتے ہیں اور اُن میں سے ہر حصہ ایک مستقل حیوان بنجاتا ہے جیسا کہ پیشتر گذرچکا ہے لیکن ہم اپنے مقابل کی آسانی کی غرض سے اُسی کے خیال کے موافق گفتگو کرتے ہیں) کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اُس سے اُس کی زوجہ (حوا) کو پیدا کیا یعنی اُس کی بائیں جانب کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے کیونکہ اُن کی شریعت کی بعض احادی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور نیز بعض جلیل القدر صحابہ نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے (اور وہ ابن مسعود اور ابن عباس اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں جیسا کہ تفسیر ابی السعود میں ہے) پس آپ اس سے بھی خلاصی حاصل کرنے کے لئے اُس قول کو مان سکتے ہیں جیسے کہ اُن میں سے بعض نے (ابو مسلم اصفہانی نے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اختیار کیا ہے اور اس نص کی تاویل کردی ہے جسمیں یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انسان اول سے اُسکی زوجہ کو پیدا کیا اور وہ تاویل یہ ہے کہ اُسکی زوجہ کو اُس سے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اُسکی جنس سے پیدا کیا جیسا کہ اُسنے (خدا نے) دوسری نص میں کہا ہے (خدا نے) تمہارے نفسوں سے تمہاری ازواج کو بنایا۔ اور اس طریقہ سے آپ ایک قسم کی تاویل کرکے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء کے ساتھ موافق ہو سکتے ہیں اور اس سے آپ کی اسلامی دین کے ساتھ ایسی مخالفت نہ ہوگی جس سے آپ اسکے پیروی کرنے والوں کی شمار سے خارج کردئے جائیں اسلئے کہ آپ نے کسی ایسی نص کی تکذیب نہیں کی جو کہ مدار اعتقاد ہو اور نہ آپ نے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے اجماع کی مخالفت کی جو کسی ایسے امر پر جسکا دین میں بالضرورت ہونا معلوم ہوچکا ہو منعقد ہوا تھا غایت سے غایت آپ نے جو روش اختیار کی اسمیں آپ نے اکثروں کی مخالفت کی اور بعض کے موافق ہوئے اور عقلی و نقلی دلیل میں تطبیق دینے کے لئے آپ نے نصوص میں تاویل کرلی ہم سب کو خدا ہی سیدھا راستہ دکھلانے والا ہے۔

پھر سنیئے کہ ہماری تقریر سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں اپنی شریعت کی ان نصوص کے ظاہری معانی پر جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں اعتماد کرتے ہیں کیونکہ شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہے۔ اور اگر

عـہ وہ آیت یہ ہے اہبطوا مصراً ۱۲ عـہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً ۱۲

عقلی ظنی دلیل اُنکے معارض واقع ہو تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ اُنکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی
دلیل اُنکے معارض واقع ہوتی ہے اُسوقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں - اِس تقریر سے دل میں یہ شبہ گذرتا ہے
کہ آپ لوگوں کو اسے اہل سائنس یہ کہنے کی گنجایش نکلے کہ ہم مانے لیتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے
نصوص متعین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری
معنی کا احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ یہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ظنی ہیں گو
شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو پس دلالت کے اعتبار سے اُن ظنی دلیلوں کے ساوی ہوگئیں کہ جو ہمارے نزدیک
قایم ہو چکی ہیں پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اسکے
جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت ظنی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری
معنی مراد لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن تخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں
نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کیجانب داعی ہو پس بلا کسی ضرورت کے بعید معنے کے
ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے خلل لازم آئیگا اور اصل کو چھوڑنا پڑیگا اور اسمیں جو کچھ خرابیاں
ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں پس اسیوجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات پر اجماع کر لیا ہے کہ ظاہری معنی
ہی پر اعتماد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس صورت کے جب کوئی ضرورت
اُس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یہ امر داعی لفظ سے غیر ظاہر معنے مراد لینے
کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کیوجہ سے یہی دوسرے معنے ظاہر بنجاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی شریعت
کیجانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتماد کریں اور اُسکے خلاف سوائے اُس صورت کے کہ کوئی داعی
و مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے اُنکو ظاہری معنی کو چھوڑنا
ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے معتقد رہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جسکا اُنہیں حکم دیا گیا تھا اور اُنپر کوئی گناہ
نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہری معنے سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی و داعی ظاہر
ہو گیا اور اُنہوں نے اُس نص کو اُسکے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لانے والے ہوئے جسکی اُنہیں
تکلیف دی گئی تھی اور اُنپر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہو باقی رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول
کرنے کے لئے مقتضی و داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا اُسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑ دینے
سے اس اصل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جسکے ذریعہ سے اُنکے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جیساکہ پیشتر
ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنے کے چھوڑنے
کے لئے اسوجہ سے مقتضی و داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑ دینے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا
کہ ظاہر ہے کیونکہ اسمیں غلطی کا بھی احتمال موجود ہے پس اگر وہ ظاہری معنے کو چھوڑ دیں اور اُسکے معتقد ہو جائیں اور اُسکے
جس پر دلیل ظنی دلالت کرتی ہے اس صورت میں اُنکے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت اُنکو

شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اسوقت انکو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اسوقت
انکو ضرورت درپیش تھی جبکہ عقلی قطعی دلیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اتباع
کرکے اپنی نصوص کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا خبط لازم آئے اور بڑی گڑبڑ مچ جائے کیونکہ
لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت ہیں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتماد کیا جاتا ہے
پس امر صواب یہی ٹھہرا کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی اُن نصوص کے (کہ جنکا وارد ہونا یقینی ہے) ظاہری
معانی کے ساتھ تمسک کریں اور محض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے انکو ظاہری معانی سے نہ پھیریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا ہے
اب اسبات کا وقت آپہونچا کہ میں آپ کے لئے اس امر کو بیان کردوں کہ جو دلیلیں اور توجیہات آپ نے طریق نشو پر اپنی کتابوں
میں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ظنی ہیں اُنکی وجہ سے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی نصوص کی جنکے ظاہری
معنی یہ ہیں کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہوسکتے۔ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ آپ نے اپنے اس
دعوے کے ثابت کرنے میں جو تقریریں کی ہیں میں اُن سب کے باطل کرنے اور رد کرنے کے درپے ہوجاؤں کیونکہ اس طرح
بات بہت بڑھ جائیگی اور ہمیں اپنی بحث کے موضوع سے جسکے کہ درپے ہم ہورہے ہیں نکلنا پڑے گا اور اسکے لئے تو
ایک جدا کتاب بننا چاہیئے خدا اُسکے تصنیف کرنے میں میری مدد کرے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے اس
امر کو بیان کردوں کہ نشو کے بارہ میں دلیلوں اور توجیہوں کا جس امر پر مدار ہے تو ظن و تخمین اور اٹکل سے اس کا درجہ نہیں
بڑھا اور صرف اسی سے ہماری غرض حاصل ہوجائیگی۔ پس میں کہتا ہوں کہ طریق نشو یعنی انواع کے ایک اصل سے نکل کر ترقی
کرنے پر استدلال کے بارے میں سب سے بڑی چیز جس پر آپ لوگوں کا اعتماد اور آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ
یہ ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ اعضا کے نشانات بعض حیوانات میں مشاہدہ کئے کل یا اکثر میں کبھی نہیں۔ اور وہ ایسے اعضا کے
آثار تھے جو کہ حیوان میں پائے جاتے ہیں مثلاً پیروں کے غیر مکمل نشانات۔ پس آپ لوگ کہنے لگے کہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر نوع
مستقل طور پر جدا ہوئی جیساکہ طریق خلق کے ماننے والوں کا مذہب ہے تو لازم آئیگا کہ ان آثار کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔
کیونکہ مذہب خلق کا یہ مقتضا ہے کہ ہر نوع کے لئے جتنے اعضا کی ضرورت ہے اسمیں اُتنے ہی اعضا موجود ہوں کچھ کمی و بیشی
نہ ہو اور سب کے سب کام کے ہوں اور ان ناتمام آثار میں حالت موجودہ کے اعتبار سے کوئی بھی فائدہ نہیں پس معلوم ہوا
کہ یہ اُن اعضا کے آثار رہگئے جو اس سے پیشتر کی نوع میں تھے اور اُنکے لئے ضروری تھے پھر جب اُس نوع پر ایسے
تغیرات طاری ہوئے جنکا یہ مقتضا تھا کہ اُن اعضا کی ضرورت نہ رہے تو وہ نابود ہونے لگے یہاں تک کہ اب انکا
صرف نشان باقی رہگیا یا یہ نوع ان اعضاء سے خالی تھی پھر اُسپر ایسے تغیرات طاری ہوئے کہ جو اسکو اس قابل بنا دیں
کہ وہ دوسری نوع بنجائے جسمیں ان اعضاء کی جنکے کہ یہ نشانات ہیں ضرورت ہو پس اسمیں یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں خلاصہ
یہ کہ یہ آثار یا تو اُن اعضاء کے آثار ہیں جو کہ پیشتر تھے اور اب معدوم ہونے لگے ہیں اور یا اُن اعضاء کے مبادی ہیں جو آئندہ
مکمل ہوجائیں گے بہرحال دونوں صورتوں میں انواع میں تبدیلی واقع ہونا اور ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب منتقل ہونا ثابت
ہوجائیگا۔ اور یہی امر اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ طریق نشو اور انواع کا ترقی کرنا صحیح ہے ورنہ پھر یہ آثار کس کام کے طریق نشو

ف جو دلائل [illegible] نے اپنی کتاب میں طریق نشو [illegible] بیان کئے ہیں [illegible] ظنی [illegible]

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم جیالوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے پھر اسکے بعد کچھہ ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھکر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہوگا جسکا وجود سب کے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ اسکی پیدایش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ والے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد نابود ہوگئے پس اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہیئے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ جیالوجی کے پہلے۔ درمیانی۔ اور آخری سب زمانوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ نیچے کا ہوتا۔ یا درمیانی۔ یا اوپر کا سب میں اسکے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کرکے بنی ہیں جس بنا پر اصل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پاوینگی۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے حالت موجودہ تک پہونچ گئیں اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تنازع بقا کے قانون کے موافق نابود کرتی رہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات ہے۔

پھر آپ نے اس ترقی کرنے۔ انواع کے ایک دوسرے کیجانب منقلب ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے ملیست ونابود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت ہے یعنی فرع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تبائنات ہے یعنی ہر فرع کے لیئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھہ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں مختلف اور مبائن بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں سبقت حاصل کرنے کے لیئے منازعت واقع ہوتی ہے اور اکثر خارجی صدمات جیسے کہ گرمی وسردی طاری ہوتے ہیں اور ضعیف بباعث قوی کے غالب ہونے کے یا بسبب صدمات کے ہلاک ہوجاتا ہے اور قوی جو ان صدمات کو برداشت کرسکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہوجاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع موجودہ کو انتخاب کیا ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے موافق نشو اور اس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار اجسام میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوئی وہ مکون اول یعنی برٹو پلاسم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض عناصر کے اجتماع سے بنا پھر اس میں توالد ہونے لگا۔ پس اسکے فروع وراثتاً اسکے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے مبائن اور مختلف ہونے لگے اور اسی طرح سے فروع کا یہ معاملہ اصول کے ساتھہ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک نوبت پہونچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ رہی۔ پس زمانہ دراز تک فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں انسے مختلف ہونے اور ان تبائنات کے جو کہ وراثتاً حاصل کیئے گئے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے یہاں تک نوبت پہونچی کہ انواع بننے اور ایک دوسرے سے نکلنے لگیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرنے پر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہوگیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہونچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے صورت اور بعض

اعمال کے اعتبار سے انہی کے قریب قریب ہے تو آپ اسکے قائل ہوگئے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کرکے حالت موجودہ تک پہونچگیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو آپ کے مذہب کو نہیں مانتے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیا ہے جن پر کہ آپ کی دلیلوں کا اس بارہ میں مدار ہے اور آپ حیلہ اور حوالہ کرکے انسے جان بچاتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں اس بارہ میں آپ کا انکے بہت ہی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور اس بارہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے درپے نہیں ہونا چاہتا جس کے درپے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کردوں کہ طریق نشو اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض ظنی امور ہیں جنپر کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ امور ان کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ ان کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انکو سوائے امر یقینی کے معارضہ کے اور کوئی چیز مضطر نہیں کرسکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کرچکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس دلیل سے استدلال یقینی ساقط ہوجاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے۔ پس جب یہ امر قرار پاچکا تو اب سنئے کہ آپ کا نشو پر اعضار کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جسکا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ اسمیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام نباتات۔ اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فوائد ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فزیالوجی کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں ایک رنگین مادہ کو لے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزا بدن میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھ کی پتلی میں اسکے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو نوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیا ہیں پس آپ کائنات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یہ یقین کرلیں کہ ان اعضار کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ ان میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض نوع میں موجود ہیں کل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے یہاں تک کہ آپ کلی حکم لگاسکیں۔ کل کیا معنے اکثر انواع میں بھی تو انکا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہ تغیر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جنمیں ان اعضار کے نشانات دیکھے گئے۔ پس ان میں سے بعض انواع بعض کیجانب غذا کے متغیر کردہ اعضا بیکار ہوکے بدل گئے ہوں باقی رہیں وہ انواع کہ جنمیں یہ اعضار

ف بعض حیوانات میں اعضاء کے بیکار نشانات پائے جانے سے تغیر انواع پر استدلال نہیں ہوسکتا ۱۲

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اُنپر یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشو جسکے آپ لوگ عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنمیں آپ نے اعضا رکے نشانات پائے ہیں واقع ہوا ہو پس ابتدا میں حرزوں[عہ] کی طرح پیروں والا ہو پھر جب انسان یا کسی اور حیوان کو اُس سے تکلیف پہونچی ہو تو وہ اُسکے قتل پر مسلط ہو گیا ہو۔ پس اس وجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اُس سے ڈرا ڈرا پھرتا رہا ہو اور زمین میں گھسا کرتا ہو اور اس حالت میں ضرورت نہونیکی وجہ سے اُسنے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گذرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اُس کی خلقت کو بدل دیا ہو اور یہ تبدیلی اُس کی فروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اُس کے پیر بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ پہونچگیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہگئے ہوں (یہاں پر کچھ گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض آحادی اخبار میں ابن عباس۔ ابن وہب اور انکے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہو جانے کا یہ ذریعہ بنا تا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالے اسلئے اللہ تعالے نے اُس کو زمین پر اُتار دیا اور اُس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا اسکو کنز الاسرار میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے جنمیں کہ اعضا رکے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ باقی رہیں اور انواع اور وہی تعداد میں زیادہ ہیں یا ہم کہتے ہیں کہ اُن میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں ویسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا ر پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشو سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ٹھیرے گا جو کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں رہنے والے مانے جائیں اور اُنہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ اُنہیں جانوروں کو دیکھکر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگانے لگیں کہ کوئی جاندار پانی میں رہتا ہی نہیں تو اُن کا یہ استقرار محض ناقص ہوگا اور اُن کا یہ حکم لگانا غلط ٹھیرے گا چنانچہ جب وہ سمندروں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو اُنکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائیگی)

یہ تو ہو چکا پھر علم جیالوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنےٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پھر اُسکے بعد اُس سے ترقی یافتہ پھر اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نبات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اوسکے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے ادنےٰ درجہ والا پہلے معدوم ہوا پھر اُسکے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشو پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیق مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی اِن سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ جیالوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشو اور ترقی انواع پر تسلیم بھی کرلیجائے تو وہ بھی ظنی ہوگی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنےٰ درجہ کا حیوان پایا گیا پھر اللہ تعالےٰ نے اُس سے اعلےٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عہ حرزون سوسمار نریا جانور یست مشابہ بجرباوآں در نواحی مصر خیزد ۱۲ منتہی الارب۔

اپنے سے اونے درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر ادنے درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کی وجہ سے ہلاک کر دیا مثلاً اس وجہ
سے کہ زمانہ کا وہ دور اُس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اُس کے بعد والی نوع کے مناسب رہ گیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع
کو اس ادنے درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہو گیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے پھر زمانہ کے دوسرے دور میں اُس نوع سے
اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ بھی اپنے سے ادنے درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اسکو بھی اور دنیاوی اسباب کی وجہ
سے نابود کر دیا جیسا کہ پیشتر گذرا پھر اسکے بعد والے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلےٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا
پھر اسکو بھی ہلاک کر دیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ نوبت پہونچی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل
طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور خدا نے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے
دنیاوی اسباب سے نابود کر دیا صرف طبقات ارض میں اُنکے نشانات اور آثار باقی رہ گئے پس جب تک یہ احتمال قایم ہے تحقیقات
جیالوجی سے ترقی اور نشو پر آپ لوگوں کا استدلال کیونکر سے یقینی ہو سکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم جیالوجی کی
تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں رہتیں۔ اور مشاہدات کی نظیر کہ جیالوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات
کا مستقل طور پر موجود ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں بنیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یہ امر ہے
جسکا کہ ہم ہر سال مشاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ جاڑے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل ربیع
اور گرمی کی آمد آمد ہوتی ہے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اسوقت جو شئے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ ادنے درجہ کی نباتات
ہے جیسے کہ کائی اور گھاس پھر جوں جوں گرمی (ایک درجۂ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلےٰ درجہ کی نباتات
پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا انڈے سے اُسکا بچہ نکلتا ہے وہ ادنے
درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدبو سے پیدا ہوتے ہیں اور مچھر اور مکھی وغیرہ۔ پھر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے
یہاں تک کہ اعلےٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدایش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک دوسرے
سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اُس خاص درجہ سے) زیادہ
ہوتی جاتی ہے اُن میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ اُن میں گرمی کا تاثیر کرنا یا اُن
انواع کا اُنپر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہونے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے اُن اعلےٰ درجہ کی انواع
کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہو جاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں زمین میں
اُنکے کم آثار باقی رہجاتے ہیں۔ پس یہ سالانہ کیفیت علم جیالوجی کی اُس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسے کہ آپ نے اپنی تحقیقات
سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے ادنے درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اُس سے اعلےٰ درجہ کی نوع کا پھر اُس سے بھی اعلےٰ کا
یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہونچ گیا اور اُنکے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہو گئیں۔ پس نشو پر علم جیالوجی کی تحقیقات
سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل ساقط ہو گیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو کو حوالہ کیا ہے دلیلیں نہیں ہیں جو ان دونوں امر پر قایم کی گئی ہوں
بلکہ عالم نباتات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو کا واقع ہونا مانا گیا ہے اُس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو ذریعہ ٹھہرایا

اسلئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اُس روش کو نہیں اختیار کرنا چاہتا کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور اُن قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ اُنکے مقابلہ میں اُنکو ثابت کرنے میں مصروف ہوئے بلکہ میں آپ کے سامنے صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایۂ ثبوت کو پہونچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے اُن سے کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروع کا وراثتًا حاصل کرنا تو ایسی چیز ہے جسکا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اسکا حاصل ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو - علیٰ ہذا القیاس تنازع بقا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جسکے ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اُسکے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلاک ہو جاتی ہیں گو ہر حالت میں اسکا مرجع اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہے علاوہ بریں ہم اس قانون کو مخلوقات میں حتی کہ انسان کے اصناف میں بھی آج تک مشاہدہ کرتے چلے آتے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ خواہ نشو کے ساتھ پائے جائیں یا خلق کے ساتھ کوئی خرابی نہیں لازم آتی دونوں امر ممکن ہیں - اور جب یہ بات ٹھیری تو اس سے کونسی شے مانع ہو سکتی ہے کہ تمام انواع مستقل طور پر بنی ہوں اور باوجود اسکے فروع اپنے اصول کی صفات کو وراثتًا حاصل کریں اور باقی رہنے کے لئے باہم انواع میں منازعت واقع ہو - پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جاوے اور پھر بھی ہر نوع اُن میں سے مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون تباینات اور وہ یہ ہے کہ ہر فرع گو اپنی اصل کی صفات وراثتًا حاصل کریگی لیکن تاہم اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ مباین بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے مخالفوں نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو تباینات فروع میں پیدا ہو جاتے ہیں وہ عرضی ہیں جوہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ نوع بدل جائے اور دوسری نوع بنجائے اور آپنے یہ جواب دیا ہے کہ لاکھوں برس کے گذرنے کے بعد یہ تباینات بار بار اور پے درپے ہوتے ہوتے جوہری بن جاتے ہیں اور پھر اُن سے نوع کا بدل جانا اور دوسری نوع بنجانا لازم ہو جاتا ہے اور آپ اُنسے اس بحث میں بہت کچھ الجھے ہیں اور بحض تطویل لاطائل کر کے رائی کا پہاڑ بنا دکھایا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون تباینات یعنی یہ کہ فرع اُن صفات کے اعتبار سے جو اُس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مباین ہوتی ہے نبات اور حیوان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم اُن میں تمائز پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم اُن میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں خلل عظیم واقع ہو جاتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے اسی طرح اُسے اپنے اور غیر کے گھوڑے میں بھی تمیز نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ کسی پر مخفی نہیں - اور یہ قانون تو نبات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے - اور نہ اُسکو اصول و فروع کے ساتھ کوئی خصوصیت حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کوئی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو چاہے وہ اُس کی فرع ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کسی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ اُن دونوں کے بنانے والے نے اُنکے پورے طور سے مشابہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی سطح میں چھاپا ہو اسی طرح آپ کسی پیالہ کو دوسرے پیالہ کے بالکل مشابہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و تبائن موجود ہوگا گو وہ کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو اور بغیر باریک بینی سے کام لئے ہوئے نہ معلوم ہوسکتا ہو اور یہ امر محض لطف خداوندی ہے جو اُسنے باہم متمیز کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہے جیسا کہ ہمنے کہا پس تمام موجودات میں تبائن کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ایسا ہی قانون ہے طبعی قانون نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فرع کا یہی حق اور اوسکے لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اُس کی ساری صفات کو وراثتاً حاصل کرے اور کسی شے میں بھی اُس کے ساتھ متبائن نہ ہو ہاں جب اُسکا کوئی عارضی سبب پایا جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ایسا اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اسوقت دو چیزوں کے درمیان تبائن کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں اُترتا نہ اصل اور فرع کے مابین اور نہ اُن دونوں فرع کے درمیان جنکے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو جڑواں بچے جو کہ ایک ہی تھیلی اور ایک ہی جھلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر اُن کی پرورش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہا درجہ کی باریک بینی سے کام لیا گیا ہو تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ اُن دونوں میں ضرور فرق و تبائن پایا ہی جاتا ہے اور اسوقت تبائن اور فرق کے لئے وہمی اسباب ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالنا جیسا کہ بعض نے آپ لوگوں میں سے بعض کو شغل ہے وہ نرا تکلف ہی تکلف ہے اور انصاف کے دائرہ سے بالکل خارج ہے ۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متبائن ہونا جسپر کہ آپ لوگوں نے زمانۂ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بنجانے کے بارہ میں اعتماد کیا ہے ایک معین حد تک ہو جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکل سکے اور اتنی مقدار سے باہم افراد میں تمائز قایم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جاتا ہے پس ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اُس سے چند صفات میں مبائن بنایا ہو اور علےٰ ہذا القیاس ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ تبائن سلسلۂ نسبی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو ایسی حد تک چلا جائے جس سے ایک نوع دوسری نوع کیجانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالےٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور اُنکے اجداد پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے ۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا دور بھی ختم ہو جائے پھر اسکے بعد آنے والی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ ہو جائے اور کیا عجب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آیندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانۂ حال کے لوگوں کی عکسی تصاویر اُنکے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو اُنکے زمانہ میں ہوں تو انپر ظاہر ہو جائے کہ اُن کے اجداد پیشین کی صورتیں اُنکے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں ۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اسقدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی صورتیں جنکو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہوسکتی ہیں اور پھر بھی اُن کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کیجانب نکل جانا

ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود صورتیں ہیں جیسا کہ ہمنے فرض کیا ہے اسی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر اسکے لاکھوں ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر اُن میں کیسا وسیع فرق اور تباین پایا جاتا ہے جیسے درمیان زنگی اور رومی کے۔ کیا اس تباین اور فرق نے کسی صنف کو اس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کرکے اُسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد پیشین کی صورتیں کیسے پھر حاصل کرلیں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں اور وہ قانون (اٹاویسم) ہے یعنے دادا کیجانب راجع ہونا اور بعض اہل سائنس اس کا نام دورواثی یا رجعت رکھتے ہیں پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی رہتی ہیں پھر اسکے بعد اُن کی اولادیں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً جب کوئی حبشی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اُس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے پھر کچھ نسلیں گذر نے کے بعد کبھی کبھی بعض اولادیں اُسکے اس حبشی دادا کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون عادات۔ اخلاق۔ اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تباینات کا محدود ہوکر پایا جانا اور پھر نہیں کا لکمرر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن الوقوع امر ہے جسکو عقول جائز رکھتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت محمدیہ میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کیجانب رجوع کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالے نے جو انسان کو مخاطب کرکے یہ قول (فی ای صورۃ ما شاء رکبک یعنی جس صورت میں چاہا خدا نے تجھے ترکیب دیدیا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اُس کے اور آدم کے مابین جتنے لوگ سلسلۂ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اُس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس جب تک قانون تباینات میں یہ احتمال قایم ہے کہ وہ تباینات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع کیجانب خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تباینات فروع میں پھر از سر نو جاری کئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے اُسوقت تک نوع کا ایسے درجہ تک جا پہونچنا کہ اُس کا تغیر جوہری بنجائے اور اُسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک ظنی امر ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور و شور دکھایا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گذر نے پر جو آپ نے انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہوگیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تباین آپ لوگوں کے زعم کے موافق غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک ظنی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) ظنی ہوگا اور جب یہ حالت ہے تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ پروا نہیں کرتے اور نہ اسکو وہ نشو کا منتج اعتبار کر سکتے ہیں اسلئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طریق خلق اور انواع کے مستقل طور سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی ہے برابر قایم رہیں گے ہاں جب یہ بات مان لیجائیگی کہ یقینی قطعی دلیل اسکے خلاف پر قائم ہوگئی (اور یہ امر کوسوں دور ہے) تو اسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کرکے دلیل عقلی اور نقلی میں تطبیق دینے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔

قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورۃ الصدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے اسلئے وہ بھی ظنی ہی
ہوگا اور اگر اسکا واقع ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے بطریق خلق پائے جانیکے ساتھ بھی پایا جا سکتا ہے اس طرح کہ پہلے ادنیٰ
درجہ کی نوع موجود ہوئی پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی بغیر اسکے کہ اپنے سے ادنیٰ سے بنی ہو مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو اور پھر اسنے اپنے سے ادنیٰ کیساتھ باقی
رہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر موجود ہوئی ہو اور اسنے
بھی اپنے سے ادنیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت
پہونچ گئی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ
زمانۂ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انسب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو کو مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل
طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو پر نہیں دلالت کرتا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے
مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اربعہ کی تقریر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ نے
پہلے ادنیٰ درجہ کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اسنے اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اسکے کہ وہ اپنے سے ادنیٰ درجہ سے بنیں مستقل طور پر پیدا کر دیا ہو
پھر اسنے پہلی انواع کو دنیاوی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہنے میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازع بقا کے قاعدہ
کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تک نوبت پہونچ گئی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے
سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انسب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازع اور قانون بقاء احسن پر مشتمل ہے اور باوجود اسکے اللہ تعالےٰ
نے فروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مباین ہونے
کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ تباین ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اسمیں
حکمت یہ ہے کہ باہم تمیز قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت نے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون
ارث اور قانون تباین ہیں جنکا مشاہدہ کیا ہی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطریق خلق اور مستقل طور پر بننا مانا گیا ہے اور آپ لوگوں
کے علم جیالوجی کی تحقیقات بھی اس توجیہ کے ذرا بھی منافی نہیں پس کیا آپ اس توجیہ کے محال ہونے پر کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں
ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظر میں طریقۂ نشو طریق خلق پر راجح بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر
برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔
اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظر میں نشو کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو کا احتمال عقل کے نزدیک ظنی بھی نہیں قرار پا سکتا بلکہ نشو اور خلق
دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر
پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ اُن کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو
مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو کو ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جبکہ ہم نے اس کا جس درجہ کا ثبوت تھا ظاہر کر دیا۔
کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔
یہ تو ہو چکا اب سابق الذکر تقریر کے بعد جب نشو ہی پورے طور سے ثابت ہو سکا تو اور سپر النسان اور بندر کا ایک ہی اصل سے نکلنا

عہ یعنی راجح ۱۲

قانون انتخاب طبعی

قانون تنازع للبقاء

بھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں ثابت نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بندر کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقتضا کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ محض صوری مشابہت کا یہ مقتضا نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں کہ اس سے لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اسکا ظن اور گمان غالب پیدا ہو جاتا ہے تو میں کہوں گا کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کے بارہ میں ظن پر اعتماد نہیں کر سکتے اور نہ اسکو اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کے لئے معارض اعتبار کر سکتے ہیں علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پیدا ہوا تھا اسکے لئے ایک امر دافع بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنی ابتداے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ ذرا سی حرکت ہی کر سکتا ہے جو با قاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ اپنے ارد گرد کی اشیا کو بھی نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تمیز ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی تمیز نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چھاتی کیسے منہ میں لے چنانچہ وہ کئی روز تک اسکو سکھلانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر قیاس کیا جاے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور سمجھدار ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اسکے پہونچنے کی امید نہیں ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسنے اتنے کمزور اور اسقدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہونچا دیا جہاں تک اور حیوانات نہ پہونچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب غلبہ بنجاتا ہے کہ پتھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت ہی کمزور اور عاجز تھا۔ اسی طرح وہ مدقق عالم اور محقق فلاسفر بنجاتا ہے بعد اسکے کہ وہ نری نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کرتا ہے پرندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی و قمری کا انضباط کرتا ہے اور پھر کبھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خداے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرلے درجہ کا منکر بنجاتا ہے۔ رہا بندر وہ اور اکثر حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اسوقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ اسکی ماں جو اسکی پرورش کرنا چاہے اسمیں وہ اسکی کچھ مدد کر سکے اور اسوقت اسکو اسقدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچہ کے پاس اسکا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کوشش و تدبیر کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچہ کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بندر کا بچہ) اپنی ماں کی چھاتی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جسمیں کہ انسان کا بچہ اپنے سرین پر بیٹھنے کے بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اسکو اسقدر سمجھ بھی جو اسکے امور زندگی کی انجام دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قایم مقام بنجاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے میں بچہ ہی رہتا ہے پس بندر اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہوتے اور انسان

اُس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اُسکا یہ مقتضا تھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جسکا ہم نے ابھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدایش کے وقت بندر
سے تو کم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کرکے بنگیا تھا کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں
اتنی پستی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اُسکا ساتھی جو اُسکے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی
کرکے بنگیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک
(بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کیوجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہگیا تو
ہم کہیں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں اسمیں کامل ہو جاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں (قوت
اور سمجھ) میں کہیں زیادہ ترقی کر جاتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہ امر آپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی
اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بودا اور کمزور ثابت کرتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں - اور اے اہل سائنس
اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائے کہ انسان اور بندر کی صرف صوری مشابہت اتنے
بڑے عظیم فرق کا جو اُن دونوں میں پایا جاتا ہے جسکا کہ ہمنے ابھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی خدا تعالےٰ ہمیں اور آپ
دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا
تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کرینگے تو یہ تقریر یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ نشو کے بارہ میں آپ کے دلائل اور معتقدات محض ظنی ہیں
اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کر سکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپکے مخالف آپ کے ساتھ مختلف
بحثوں میں اُلجھے ہیں جس کی ہمیں کچھ ضرورت نہیں سمجھنا چاہیئے انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا
اور آپ اُسپر دلائل قایم کرنے کے درپے ہو گئے اور اسکا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعی تبدیلی سے بھی - اور اُنہوں
نے مابین ایک اور دوسری نوع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار
کیا اور آپ نے انکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو پائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کر لیا کہ جیالوجی کی تحقیقات
میں عنقریب باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہو جائیں گے یہ ساری باتیں جملہ خبریہ ہیں جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال
موجود ہے بھلا بتایئے تو ہم میں سے اسوقت کون بیٹھا رہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت
حال کو خدا ہی جانے علاوہ بریں اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال برابر قایم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں جیسا کہ
ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلیں ظنی ہی ہیں مختصر یہ کہ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی
طرح اُلجھیں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلیئے ہمارے لیئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے
اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں کہ آپ کی دلیلوں کی جن پر آپ اعتماد کیئے بیٹھے ہیں کیا قدر و قیمت ہے
اور آپ کے سامنے اسباب کو ظاہر کر دیں کہ اُن کی بنیاد وہم اور محض تخمینی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے توفیق دی تو میں
اس مبحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

یہ بحث تو ہو چکی پھر آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزا متحرکہ اور اسکے عناصر ممتزجہ کی باہمی
تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام ہیں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُنسے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکا اسلامی شریعت پر انطباق ممکن ہے چنانچہ حیات کی تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور علم و قدرت کے مغائر ہے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ موصوف ہونا صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور اسکے مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) پس جب اُنکے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ اجزار مادہ کے باہمی تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک ظہور کا نام ہے تو وہ یہ کہد ینگے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلیے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے اسکے حدوث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزار مادہ کی حرکت سے اُسکے حدوث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بنگئی ہو ٹھیک اسی طرح سے جیسے کہ اسباب سے مسببات کو پیدا کردینے کی خدا کی عادت جاری ہوگئی ہے۔ باقی رہی عقل اُسکے بارہ میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اُس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہکر توقف ہی اختیار کر لیا کہ وہ مغیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس انسب اور ادب کی بات یہی ہے کہ اُسمیں گفتگو نہ کیجائے پس اس بنار پر جب آپ لوگ اُنکے سامنے عقل کی ایسی تفسیر بیان کرینگے جو اُن کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ آپسے یہی کہد ینگے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا نہ جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں خوض کیا ہے اور جتنے اقوال ہیں سب اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا ماحصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنے وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم ادراک کر لئے جاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا نور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ ماوردی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اُس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول رد کر دیا گیا ہے (عبد السلام اور اُسکے حاشیہ اسیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ عزیزی یا طبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے۔ رہی عقل مکتسب جو اسی عزیزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل تمیز صحیح ستائے اور رائے کے صائب ہونے کا نام ہے (ماوردی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنار پر یہ امر واضح ہے کہ آپ کے اور اُن لوگوں کے قول میں جنھوں نے عقل عزیزی کی تفسیر میں خوض کیا ہے کوئی منافات نہیں کیونکہ دونوں قول اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے تو پھر اس بنار پر پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزار مادہ کی باہمی تاثیرات کے ظہوروں میں سے ایک ظہور ہے تو یہ کہنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

یہی ہوا اور اسی ظہور سے علوم کا ادراک حاصل ہوتا ہو لیکن اُسکا اور ادراک دونوں کا وجود محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہے اسطرح پر یہ قول ہمارے عقائد کے خلاف بھی نہیں ہوتا اب اُن میں اور آپ لوگوں میں صرف اسی بات پر فیصلہ کا دار مدار آرہے گا کہ آپ اسکے قائل ہوجائیں کہ یہ ظہور خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ قول کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اُنسے مختلف نہیں تو یہ قول بھی شرعی نصوص میں سے جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں اعتماد کیا جاتا ہے کسیکے بھی خلاف نہیں کیونکہ ان نصوص سے غایت سے غایت جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اسیقدر ہے کہ خدا نے انسان کو عقل دیکر باقی حیوانات سے ممتاز کیا ہے اور اسیوجہ سے بخلاف اور حیوانات کے اُسکو شرائع کی تکلیف دی گئی ہے۔ رہا ادراک حیوانی سے حقیقت اور ذات میں اُسکا متغائر ہونا یا نہ ہونا تو شرعی نصوص میں ان دونوں میں سے کسی کی بھی تصریح نہیں کی گئی اسلئے پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جب اسکے بارہ میں سوال کیا جائیگا تو وہ کہدینگے اس سے کوئی امر مانع نہیں کہ ضروریات زندگی کی تدبیر کرنے کے لئے حیوانات کو جو ادراک ملا ہے وہ اور انسانی عقل دونوں ایک ہی مقولہ سے ہوں جو کہ منجملہ اعراض کے ایک عرض ہو اور خدا کے پیدا کرنے سے حاصل ہوگیا ہو لیکن وہ انسان میں زیادہ ہوکر ایسے مرتبہ پر پہونچگیا جسنے اُسے اس قابل بنادیا کہ وہ طرح طرح کے علوم استنباط کرنے لگا اخلاق حمیدہ اور غیر حمیدہ میں اُسے تمیز ہوگئی اور وہ وہ چیزیں حاصل کرلینے کے لایق ہوگیا جنکی وجہ سے وہ اور حیوانات سے ممتاز ہے اور ادراک کے اسی مرتبہ پر پہونچکر وہ شرعی تکلیف کے قابل بنجاتا ہے اسیکو ہم عقل کہتے ہیں اسلئے کہ لغت میں عقل باندھنے اور روکنے کو کہتے ہیں اور وہ بھی اُسکو امر ناصواب کے ارتکاب سے روکتی ہے پس اسکا قائل ہونا کہ عقل انسانی حیوانات کے ادراک سے صرف مقدار کا اختلاف رکھتی ہے اسلامی دین کے منافی نہیں بلکہ یہ قول اُسپر منطبق ہوسکتا ہے اس بنا پر انسانی عقل کی نسبت شریعت میں جو تعظیمی الفاظ جیسے کہ وہ نور ہے۔ مدار تکلیف ہے وغیرہ واقع ہوئے ہیں وہ صرف ادراک کے اسی عالی مرتبہ کی تعظیم کے لئے ہیں کسی دوسری شے کے لئے جو ادراک حیوانات سے اصل حقیقت میں مغائر ہو نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

باقی رہا آپ لوگوں کا باقی مسائل سے انکار کرنا جنکو آپ نے شریعت محمدی میں تو پایا لیکن آپ کے علوم میں اُن کی کوئی دلیل موجود نہیں یا اُن کی رو سے وہ قابل ترک ہیں اُن کی نسبت سنئے۔ ہم سے اور آپ سے جو بحثیں ہوچکی ہیں بعض مسائل کی تو پوری تحقیق ہوچکی تاہم آیندہ موقع بہ موقع ہم تنبیہ کرتے جائیں گے اور جو مسائل باقی ہیں بعون اللہ تعالےٰ اُن کی تحقیق کے لئے میں ابھی گفتگو کرتا ہوں اور آپ لوگوں کو دکھائے دیتا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسکو عقلیں متروک خیال کرتی ہوں بلکہ سب کے سب عقلی قواعد پر منطبق ہیں بشرطیکہ عقل سلیم سے کام لیا جائے چنانچہ سنئے میں بیان کرتا ہوں یہ سب باتیں تو پہلے معلوم ہوچکی ہیں کہ مادہ عالم پہلے نہ تھا اور پھر حادث ہوا اور یہ کہ جسنے اُسکو عدم سے پیدا کیا اور اُس سے انواع کائنات کو اس انتظام خاص پر بنادیا وہ ہی خدا ہے اور یہ کہ وہ ان سب چیزوں کو نیست و نابود اور معدوم کرنے پر بخوبی قادر ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو باقی حیوانات سے علیحدہ اور مستقل طور پر پیدا کیا اُس سے اُس کی عورت کو بنایا۔ اور دونوں کو ایک مکان میں جس کا نام جنت ہے سکونت پذیر کیا پھر جس چیز سے انہیں منع کیا تھا اُس کی مخالفت کیوجہ سے دونوں کو زمین پر اُتار دیا اور یہ کہ جو کچھ عالم میں ہوتا ہے وہ سب خدا ہی کے قضا و قدر سے ہوتا ہے یعنے وہ اُسے جانتا ہے اُس کا ارادہ

کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اُسے موجود کر دیتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اُسکے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اُسکے سوائے کوئی خالق نہیں اگرچہ اُسنے مسببات کو اسباب کے ساتھ مرتبط کر رکھا ہے مسببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اُسکے بعد ہی مسبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام اشیاء میں جو تاثیر مشاہدہ کیجاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اُس کی قوت کیوجہ سے جو اُنمیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدائے سبحانہ موجود ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اُس کا معدوم ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اُسکے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب سے غنی ہے کسی کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اُسی کی محتاج ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اُسکے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گذر چکیں یا آیندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اُسکے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اُس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابق کے مباحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کیونکہ بعض کے تحقق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اُسکا اپنی صفات کے ساتھ متصف ہونا اور بعض کو جنہیں آپکے علوم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی تھیں تطبیق دیدی اور اُسکے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اُس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں بھی کی ہے وہ ادنےٰ غور کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جا سکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جسکا جی چاہے اُسکی جانب رجوع کرے۔

اب رہی یہ بات کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم جسکا نام کرسی ہے اور اُسکے اوپر اُس سے بھی بڑا جسم جسکا نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اُسنے ایک بہت بڑا جسم جسکا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسلئے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں ثبت رہیں اور لکھی جائیں گو وہ اسکا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اُسکے ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اُسکا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تباہ ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کریگا

پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلاء عہ ممتد کے تو قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بُعد ہے جسکی وسعت کو سوچکر عقل حیران رہجاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلاء دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قایم ہیں اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور مؤید معلوم ہوتا ہے

عہ خلاء سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضاء مراد ہے جو دیکھنے میں بجا معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلاء مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضاء میں ایتھر پھیلا ہوا ہے ۱۲ مترجم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گڑے ہوے نہیں ہیں بلکہ وہ خلاء میں قایم ہیں اور اُس خلاء میں جو اُنکا مدار حرکت ہے
وہی اونکا فلک ہے جیساکہ پیشتر گذر چکا پس اس سے کونسی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلاء دور و دراز میں ان ستاروں کے
اُوپر ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور اُن کا نظر نہ آنا پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے
بعض کے قول کے موافق ہے جیساکہ پیشتر گذرا اور وہ ابو بکر بن العربی ہیں) عرش۔ کرسی۔ لوح و قلم۔ جنت اور دوزخ ہیں۔
اور خدا نے اُنکو وہاں اپنی قدرت سے قایم کر رکھا ہے چاہے اُسنے قدرتی قوانین میں سے جنھیں کہ وہ اپنی مخلوقات میں رکھدیا
کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے اُنہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پیروان
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا
کہ اُسنے آفتاب اور ستاروں کو اُس خلاء میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قایم کر رکھا ہے پھر یہ سب ہم سے نہایت ہی دور و دراز
مسافت پر واقع ہیں جیسے کہ باہم خود اُنکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حائل ہیں اور خدا کی اور اُس کی قدرت کی جو عظمت ہم اُس
کی مصنوعات میں جنکا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کرچکے ہیں اُسکے لحاظ سے۔ تو ان میں سے کوئی امر بالکل بعید نہیں معلوم ہوتا پس
یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت
رکھتی ہے۔ رہا اُنکے ادراک تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ بذریعہ حواس ہو یا بواسطۂ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے کو
مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیساکہ بعض شرعی نصوص میں
وارد ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اسی خلاء میں جسمیں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قایم ہیں چھ زمینیں اور بھی قایم
ہوں اور اُن میں مخلوقات بھی پائی جاتی ہو جیساکہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ
کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوربینوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ
بھی احتمال ہے کہ آپ نے اُنکو دیکھا ہو اور اُنہیں ستاروں میں جو کہ خلاء میں قایم ہیں اُنہیں بھی شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں ہمنے مانا کہ یہ
سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اسپر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہوا کہ پیروان محمد
صلے اللہ علیہ وسلم اُنکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث اُن کی شریعت کی نصوص ہیں جو ان اجسام کے موجود
ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُنکے وجود پر اُن کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبریں ہیں سب میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ
ہیں اسلیئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے اُنکا رسول بنکر آنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے
اور اگر آپ پوچھیں تو پھر اللہ تعالے نے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسنے ستاروں زمین اور باقی
عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو فاعل مختار ہے
جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قایم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع اسرار
کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اُسکو یاد کیجیے۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے
بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم اُنکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا جی چاہے اُن کی کتابوں

کو دیکھہ لے۔

اب رہا یہ امر کہ اُس خدا نے کچھہ نورانی اجسام پیدا کئے ہیں جنکا نام ملائکہ (فرشتے) ہے اور جو اپنی شکل کے بدل لینے پر قادر ہوتے ہیں اور یہ کہ آسمان اور زمین کے مابین جسقدر مسافت ہے وہ اُسے ایک بہت ہی تہوڑی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ ہمارے سامنے سے اس طرح گذر سکتے ہیں کہ ہم اُنہیں نہ دیکھیں اور یہ کہ وہ ایسے ایسے افعال کر سکتے ہیں جن سے انسانی قوتیں عاجز ہیں اور یہ کہ آسمان فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں جیسے کہ اُسنے کچھہ دوسرے اجسام بھی جو ملائکہ مذکورہ کے ساتھہ بعض خواص میں (جیسے کہ شکل بدل لینے پر قادر ہونا نظروں سے پوشیدہ رہ سکنا بڑے بڑے افعال پر قدرت رکھنا) مشابہ ہیں پیدا کئے ہیں لیکن وہ ملائکہ سے اس امر میں مختلف ہیں کہ وہ اُن کی طرح نورانی نہیں اسی طرح بعض اور باتوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں جیساکہ گذر چکا ہے اور ان اجسام کا نام جن ہے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے نے کچھہ اجسام انہیں خواص کے ساتھہ موصوف بنائے ہوں جنہیں کہ ملائکہ کہتے ہیں اور کچھہ دوسرے اجسام بھی جو امور مذکورہ میں اُن کی نظیر ہوں پیدا کئے ہوں جنکا نام جن ہو اور ممکن ہے کہ اُن کا مادہ مادۂ ایتھر کی طرح ہو جس کی نسبت آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ تمام عالم میں بھرا ہوا ہے حالانکہ آپنے اُسے دیکھا نہیں یا اُن کا مادہ مادۂ ہوا کی طرح ہو جس کو اللہ تعالے نے بنا کر اُسکے ذروں کو ایسی کیفیت پر مجتمع کیا ہو جس کی وجہ سے اُنمیں خواص مذکورہ کی صلاحیت آگئی ہو جیسے کہ اُسنے حیوان کو جمادی عناصر سے ایسی کیفیت پر بنایا جس سے کہ اُسنے حیات ادراک۔ اور حرکت وغیرہ ساری قوتیں حاصل کر لیں حالانکہ پہلے عناصر میں ان میں سے کوئی شے بھی موجود نہ تھی پس ممکن ہے کہ ہمارا اُنکے دیکھنے پر قادر نہ ہونا اُن کی شفافیت اور لطافت کے باعث سے ہو جیسے کہ ہوا اور ایتھر کا حال ہے علاوہ بریں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس اعتقاد کی بنا پر کہ دکھلائی دینا محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے جیسے کہ سابق میں اسکی تقریر گذر چکی یہ امر بالکل ظاہر ہے اور اُنکے اپنی شکل بدل لینے پر قادر ہونے کی توجیہ باوجودیکہ وہ عقلاً ممکن ہونے کی وجہ سے خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے اس طرح ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالے نے ان اجسام کو ایسی کیفیت پر بنایا ہو جسکی وجہ سے وہ ہوا۔ ایتھر یا اسی کے مثل کسی اور شئے سے کچھہ مقدار لے لینے پر قدرت رکھتے ہوں اور اُسکو کثیف کر کے جس صورت کا چاہیں خول بنا سکتے ہوں پھر اُسے پہن لیتے ہوں اور اس طرح نظروں میں اُسی صورت کے معلوم ہونے لگتے ہوں اور کیمیاوی اعمال ہیں جو اللہ تعالے نے بعض اجسام کو بعض کیجانب منقلب کرنے پر جیسے کہ کثیف کو لطیف اور لطیف کو کثیف بنا دینے وغیرہ پر انسان کو قادر کر دیا ہے اس سے ہماری تقریر کا سمجھنا عقلوں کو بہت ہی آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ اجسام کا مختلف شکلوں پر ہو جانا کیسے ہی کیوں نہ ہو خداوندی قدرت کی عظمت کیجانب منسوب ہوتا ہے جسکے وہ اعمال عقلوں کو مدہوش کئے دیتے ہیں جو حیوان اور نباتات کو مختلف خواص عطا کر دینے کے بارہ میں ہوئے ہیں اسلئے اسمیں ذرا بھی تعجب نہ کرنا چاہئے۔

رہا یہ امر کہ باوجودیکہ لطیف اجسام ہیں لیکن ایسے ایسے اعمال کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جن سے انسانی قوتیں بالکل عاجز ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ہواؤں کے یہ کام کہ وہ کیسے بڑے بڑے درختوں کو اُکھیڑ کے پھینک دیتی ہیں اور نیز قوت کہربائی کے کرشمے کہ وہ کس طرح بڑی بڑی گرانبار اشیاء کو جنکو ہزاروں آدمی ملکر حرکت بھی نہیں دے سکتے کھینچ لیتی ہے دیکھکر ملائکہ اور جن کے اعمال میں کچھہ بھی تعجب نہیں معلوم ہوتا خصوصاً جبکہ اسکا بھی خیال کیا جائے کہ انکو ان اعمال کی قوت بخشنے والا ہی خدا ہے جس کی قدرت

کی عظمت کے سامنے یہ ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اور جب ہم بعض لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی قوت سے لوہے کو توڑ ڈالتے ہیں حالانکہ اُن کی ہاتھ کی قوت محض اُنکے پٹھوں کا عمل ہے جن کی انتہا ایک نہایت ہی نازک اور پتلے گودے (مبدار اعصاب جو دماغ کا ایک حصہ ہے) تک ہوتی ہے جو کہ حرکت کا مبدار ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں اور خارجی جسم کے ادنے صدمہ کو بھی برداشت نہیں کرسکتا بلکہ اُس مقدار سے جو اُسکے لئے ضروری ہے خون کا ایک زیادہ قطرہ بھی اُسکے نیست ونابود کرنے کے لئے کافی ہے جسکے بعد پھر انسان بھی زندہ نہیں رہ سکتا تو یہ دیکھکر ہمیں یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالے لے شئے نازک ولطیف کو ایسی قوت عطا کرنے پر بخوبی قادر ہے کہ جو کثیف اور سخت شئے میں موجود ہو کیوں نہ ہو اُس خدائے پاک کی عجب قدرت ہے۔

حالانکہ کا اتنی بڑی مسافت کو جو ان سماوی اجسام کے مابین حائل ہے ایک بہت ہی تھوڑی مدت میں قطع کر لینا تو میں کہتا ہوں کہ عقلاً اُس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اسلئے کہ حرکت کی تیزی کسی حد کے ساتھ محصور نہیں آپ روشنی ہی کو دیکھئے کہ آفتاب سے کہ جو ہم سے نو کروڑ میل سے بھی کچھ زائد فاصلہ پر ہے آٹھ منٹ اور کچھ کسر کی مدت میں ہم تک پہنچ جاتی ہے اور اگر آپ کہیں کہ روشنی تو ہمارے نزدیک حرکت اور عرض ہے اور یہ اجسام ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ کے طبعی علوم (سائنس) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو جسم زمین پر گرتا ہے پہلے سکنڈ میں اُسکے گرنے کی تیزی سولہ قدم اور کچھ کسر ہوتی ہے اور جب وہ آفتاب کی جانب گرے تو اُس کی تیزی پہلے سکنڈ میں چارسو پچاس قدم اور کچھ کسر ہوگی۔ پھر اسکے مابعد کی تیزی دریافت کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جسم کے ساقط ہونے کی تیزی پہلے سکنڈ میں جسقدر تھی اُسکو اُس عدد کے مربع کے ساتھ ضرب دیدیں جس عدد کے لحاظ سے آپ کو تیزی دریافت کرنا ہے مثلاً دوسرے۔ تیسرے۔ چوتھے سکنڈوں کی تیزی دریافت کرنے کے لئے ۲-۳-۴- وغیرہ عددوں کے مربع کو علیحدہ علیحدہ پہلے سکنڈ کی چال میں ضرب دیدیں تو یہی حاصل ضرب جواب[ع۵] ہوگا۔ پس اس قانون میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت اجسام کی تیزی اسقدر زیادہ ہو سکتی ہے کہ عقل کو سخت حیرت ہو آپ ستارہ مشتری کو دیکھئے جس کی نسبت آپ لوگوں کی ہیئت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل اُس کی چال ہے یعنے توپ کے گولے سے بھی اُسکی دوچند تیز چنانچہ جتنی دیر میں انسان سانس لیتا ہے اُتنے عرصہ میں نو میل چل جاتا ہے اور اُسکی محوری گردش میں اُسکے سطحی اجزار کی تیزی چارسو سڑسٹھ میل فی منٹ کے حساب سے ہے۔ حالانکہ وہ ہماری زمین سے بقول آپ کے یہاں کے ہیئت والوں کے جنکے ساتھ دوسرے ہیئت داں بھی متفق ہیں ایک ہزار چارسو گیارہ گنا بڑا ہے پس وہ خدا جسنے اتنے بڑے اور کثیف جسم کو اس قابل بنادیا کہ وہ اتنی دور و دراز مسافت کو اسقدر تھوڑی مدت میں قطع کر سکے تو اُس خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ فرشتوں کو بھی بہت ہی تھوڑی مدت میں بہت کچھ مسافت کے قطع کرنے پر قادر کردے اگرچہ یہ مسافت اُس مسافت سے جسے کہ ستارہ مشتری قطع کرتا ہے بہت ہی کچھ زیادہ کیوں نہ ہو لیکن تاہم اس ستارہ کی رفتار صحیح طور پر نظر کرنے سے اسبات پر عقل کی کچھ تسکین سی ہو جاتی ہے کہ جس خدا نے اس ستارہ کو اسقدر تیزی سے چلا رکھا ہے اس جنس کے بڑے سے بڑے

ع۵ مثلاً ہم کو چوتھے سکنڈ میں اُسی جسم کی تیزی دریافت کرنا ہے جسکی پہلے سکنڈ میں سولہ قدم چال تھی تو سولہ کو چار کے مربع یعنی سولہ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب یعنی ۲۵۶ جواب ہوگا صورت یہ ہے ۱۶×(۴)۲ = ۱۶×۱۶ = ۲۵۶ جواب ۱۲ مترجم

عمل پر بھی وہ قادر ہے خصوصاً جبکہ گرنے والے اجسام کے قانون نے حرکت اجسام کی تیزی کی بیحد زیادتی اور بھی صاف طور
پر ظاہر کردی ہے اور اگر آپ کہیں کہ مشتری کی رفتار تو بذریعۂ قوت کشش کے ہے جیسا کہ ہمارے علوم میں اسکی تفصیل موجود ہے
اور اسی طرح گرنے والے اجسام کی تیزی بھی اسی کشش کا نتیجہ ہے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر وہ قوت کشش ہے کیا چیز جسکا نام
لیکر آپ ہمیشہ ڈینگ مارا کرتے ہیں اور اس کیجانب کائنات میں بڑے بڑے اعمال کو منسوب کرتے ہیں حالانکہ آپ کو نہ اسکی
حقیقت معلوم ہے اور نہ آپ یہی بتا سکتے ہیں کہ وہ اجسام میں کیوں قایم ہے اور اسکا کیا سبب ہے غایت سے غایت آپ ان
حوادث کائنات کی وجہ بتلانے کے لئے جنکو دیکھکر عقل حیران رہجاتی ہے جیسے کہ نظام شمسی وغیرہ اُسکے قائل ہو گئے ہیں اور اسکے
ثبوت کے تسلیم کر لینے کی تقدیر پر بتائیے تو سہی کہ اُسے ایجاد کسنے کیا اجسام کا خاصہ کسنے بنا دیا اور کائنات میں اتنے اتنے
بڑے اعمال اُس سے کسنے لئے کیا اُس خدا کے علاوہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے جسنے کائنات کو عدم سے ایجاد کر دیا اعلے درجہ کی
حکمتوں اور کامل انتظام پر بنایا۔ پس جب یہ خدا قوت کشش کی ایسی چیز کے ایجاد کرنے اور اُس سے ایسے ایسے اعمال کے پیدا
کرنے پر قادر ہے تو وہ اس سے کب عاجز رہ سکتا ہے کہ ملائکہ (فرشتوں) کو اتنی بڑی بھی مسافت کے بہت ہی تہوڑی مدت میں قطع کرنے
پر قادر کر دے خواہ کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے جو اُن میں اُسنے رکھا ہو یا بلا کسی قانون کے کیونکہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے اور
اُسکی قدرت عظیمہ کچھ ہی کیوں نہ ہو سب کی صلاحیت رکھتی ہے۔

رہا آسمانوں کا فرشتوں سے بھرا ہوا ہونا تو اسمیں کوئی بھی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بھی منجملہ مخلوقات خداوندی کے ہیں جنکو اُسنے
انہیں آسمانوں ہی میں سکونت پذیر کر دیا ہے جیسے کہ کائنات ارض کو زمین میں ساکن کر رکھا ہے اور جیسے کہ کروڑوں ہی حیوانات جو
خوردبین سے معلوم ہوتے ہیں ایک قطرہ پانی میں ساکن بنائے ہیں اور اُسکی قدرت بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سب
کے ساتھ مساوی نسبت رکھتی ہے کسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور آپ اور آپ کے علاوہ اور لوگوں میں سے بہتیرے ہیئت
دانوں کا یہ گمان ہے کہ ان ستاروں میں انسان کی طرح بڑے بڑے کام کرنے والی کائنات موجود ہے جنکے وجود پر اُنکے اعمال
کے آثار سے جو بذریعہ بڑی بڑی خوردبینوں کے خیال میں آئے ہیں استدلال کرتے ہیں وہ آثار یہ ہیں جیسے راستوں کا مفتوح
ہونا اسمیں کچھہ گڑھے سے معلوم ہونا وغیرہ۔ پس اس بیان کے بعد آسمانوں میں ملائکہ کے موجود ہونے اور اُنسے آسمانوں کے
پُر ہونے سے تعجب ہی کا کون موقع ہے اور اگر آپ یہاں بھی یہی کہیں کہ جملہ گذشتہ امور یعنی ملائکہ" اور "جن" کے ثابت ہونے۔
اُن میں ان خواص کے پائے جانے اور آسمانوں کے فرشتوں سے پُر ہونے پر سردار ان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیا دلیل ہے! تو یہاں بھی
میں یہی کہوں گا کہ ان سب چیزوں پر اُن کی دلیل آن کی شریعت کی نصوص ہیں جنکے ساتھہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناطق ہوئے
ہیں اور وہ سچے ہیں اور اُن کے سچے ہونے کی تصدیق اُن کی رسالت کے قطعی دلائل سے ثابت ہو جانے سے ہو چکی ہے یہی
امر ہے جسنے انہیں اس کے اعتقاد پر آمادہ کر دیا ہے اور یہ سب کچھ عقلاً ممکن ہے جس کے ماننے سے کوئی محال نہیں لازم آتا اسلئے
وہ بلا کسی تاویل کے اسکے ساتھہ ایمان لے آئے۔

رہا یہ امر کہ انسان میں ایک جان ہے جسکو روح کہتے ہیں اور وہ اُسکے بدن کے علاوہ ہے اور اُسکو بدن سے ایسا تعلق ہے جسکی
وجہ سے اُس میں حیات پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اُس سے جدا ہو جاتی ہے تو اُسکو موت آجاتی ہے اور یہ کہ یہ روح بدن سے جدا

ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اُسے ادراک ہوتا ہے اور الم حاصل کر سکتی ہے اور یہ کہ انسان کو مرنے اور فناء ہونے کے بعد خدا تعالیٰ پھر لوٹائیگا اور اُسکے ساتھ دوبارہ روح کا تعلق پیدا کر دے گا اور اُسنے جو اپنی زندگی یعنی زندگی کی مدت میں اچھے عمل کئے ہوں گے اُن کی جزا دے گا اور بُرے عمل پر اُن کی سزا کرے گا اور جسوقت بدن کے ساتھ روح کا تعلق ہوتا ہے اور اُنہیں حیات قایم ہوتی ہے اُسوقت لذت اور الم مجموعہ روح اور بدن کے ساتھ قایم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ باقی حیوانات کی بھی انسان ہی کی طرح ارواح ہوتی ہیں اور اُنہیں اُتنا ادراک حاصل ہوتا ہے جتنا کہ اُنہیں اپنی زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہو البتہ اتنا ادراک اور اتنی عقل اُنکو نہیں حاصل ہوتی جتنی کہ انسان کو ہوتی ہے چنانچہ اسی لئے خدا کی عبادت کی تکلیف انسان کو دی گئی ہے نہ باقی حیوانات کو پس میں کہتا ہوں جب آپ نے امور مذکورہ کی تصدیق سے اس بنا پر انکار کیا کہ آپ کے علوم سے محض ہیکل انسانی ہی کا پتہ لگ سکا اور اسکے سوا کسی چیز کو جیسے کہ روح آپ نہ جان سکے علیٰ ہذا القیاس حیوانات میں بھی آپ ارواح کو نہ دریافت کر سکے تو سُنئے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسبات پر متفق ہیں کہ ہر انسان کے ایک روح ہوتی ہے جسے کہ اُسکے بدن سے تعلق ہوتا ہے لیکن ہاں اُس کی حقیقت سے بحث کرنے میں اُنہوں نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے تو اُس میں خوض ہی نہیں کیا اسلئے کہ صاحب شریعت سے اُسپر کوئی دلیل نہیں وارد ہوئی تھی ان لوگوں کے طریق پر اُن شرعی نصوص کے تصدیق کرنے کے لئے جو روح کے وجود پر دلالت کرتی ہیں صرف یہی اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ ہر انسان کے روح ہوتی ہے اور وہ ایک موجود شئے ہے جس کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور اوسکے وجود کے قائل ہو جانے سے عقل کے ذرا بھی خلاف نہیں لازم آتا۔ رہا اُس کا محسوس نہ ہونا اُس کے عدم کو مقتضی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ہم اُسکو اُسکی لطافت کیوجہ سے محسوس نہ کرتے ہوں جیسے کہ ایتھر جسکے آپ لوگ قائل ہیں حالانکہ آپنے کبھی اُسے محسوس نہیں کیا یا اُسکے بہت باریک اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہم اُس کا ادراک نہ کر سکتے ہوں جیسے کہ وہ حیوانات جو بذریعۂ خوردبین (مائی کرواسکوپ) کے نظر آتے ہیں یا کسی اور وجہ سے اور ان میں سے بعض لوگوں نے اُس کی حقیقت سے بحث کرنے میں خوض کیا ہے چنانچہ بعض محققین نے کہا ہے (اور وہ شیخ نووی ہیں جیسا جوہرہ کے حاشیۂ امیر میں ہے) کہ روح کے بارہ میں جتنے اقوال ہیں سب میں زیادہ صحیح بعض محققین (وہ امام الحرمین ہیں) کا یہ قول ہے کہ روح ایک لطیف، شفاف بالذات زندہ جسم ہے جو اجسام کثیفہ میں اُسی طرح رگ و پے میں سرایت کئے رہتا ہے جیسے کہ سبز شاخ میں پانی۔ پھر بعض تو یہ کہتے ہیں کہ بدن میں اُس کی جائے قرار معلوم نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اُسکا مقر پیٹ ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب کے قریب ہے۔ بعض کہتے ہیں قلب ہی ہے۔ پھر اُنہوں نے نفس حقیقت انسان میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعض کہتے ہیں (اور وہ جمہور متکلمین ہیں جیسا کہ رازی وغیرہ میں ہے) کہ انسان بدن ہی ہے لیکن ہاں اُسکے روح ہوتی ہے (جیسا کہ پیشتر گذر چکا) جو اُسکے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور روح کے متعلق ہونے سے خدا کے پیدا کرنے کے باعث سے بدن کو حیات حاصل ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ انسان مجموعہ روح اور بدن کا نام ہے۔ اور بعض قائل ہیں جنکی تعداد بہت کم ہے کہ انسان فقط روح ہی ہے اور بدن صرف اُسکا قالب ہے۔ لیکن بعد اسکے سب اسبات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے مرنے اور اُنکے بدنوں کے فناء اور منتشر ہو جانے کے بعد اُنکے بدنوں کو دوبارہ بنا کر اُنہیں ضرور زندہ کرے گا۔ اور اُن کی ارواح کا اُنکے بدنوں کے ساتھ تعلق پیدا کر دیگا اور اُنسے حساب لیگا پھر اُن میں سے بعض کو جنت یعنی جزا کے مکان میں داخل کر دے گا اور بعض کو جہنم یعنی سزا کے

مکان میں داخل کریگا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اُسکے توابع ہیں سب کچھ اسلامی دین کے قطعی اصولوں میں سے ہے جسپر اُن
سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اُسکے ممکن ہونے یا اُسکے واقع ہونے
سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اسپر دلائل قایم
کئے گئے ہیں[ع۵]۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بعث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے

ع۵ مترجم کہتا ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ اس مقام پر پہونچکر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل ثبوت بعث کے تمام عالم کے فنا ہو جانے کو جس کو قیامت کہتے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہیے کہ اس فنا کا امکان چونکہ نہایت بدیہی تھا کیونکہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں فنا ہو چلے جاتے ہیں سو اُن کائنات فانیہ و دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جاویں اسلئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بعث بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اسمیں گفتگو شروع کر دی مگر زمانۂ حال کے خیالات کے مطابق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اسلئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دلپذیر سے خلاصہ کیا ہے جسمیں امکان سے گذر کر وقوع کو قریب بفہم کر دکھلایا ہے اب قیامت و بعث کا مضمون مکمل و مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید یہ ہے "آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ انرجی (یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا مد مقابل پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں مبدء میل کہہ سکتے ہیں) کبھی ضایع نہیں جاتی اور جو چیز حرکت کر رہی ہے اگر اُسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جائیگی چنانچہ پروفیسر بلفورٹ اسٹورٹ نے بھی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضایع نہیں ہوتی) میں اسکو خوب ثابت کیا ہے اسلئے زمین اور دیگر سیارے جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور اسیلئے ہمیشہ پر آپ بڑے دعوے سے کہا کرتے ہیں کہ جب انرجی ضایع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہوگا میں کہتا ہوں آپ مانتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری[ع۵] یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس[۲۴] گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بھر میں آفتاب کے گرد گردش کر جاتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں بوجہ رگڑ کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کمی آتی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مد و جزر (جو ماہتاب کی کشش سے ہوتا ہے) کی حرکت یا تیار زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اسوجہ سے زمین اور پانی میں بے انتہا رگڑ پیدا ہوتی ہے جس سے پانی بانسوں اونچا ہو جاتا ہے اور یہ رگڑ اگرچہ زور میں گھومنے والی زمین کی رفتار کو فوراً روک یا کم تو نہیں کر سکتی مگر ہاں رفتہ رفتہ اُسکے زور کو کم اور رفتار کو سست کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوی کا ثبوت اُن منجموں کی تحریرات سے آپ کو مل سکتا ہے جنھوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے دریافت کیا اور اُسکا مقابلہ اگلی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کب پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات انکو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کی روزانہ حرکت میں بہ نسبت سابق کے اب کمی ہے اور آخری نتیجہ اس رگڑ کا یہ ہوگا کہ اب چوبیس[۲۴] گھنٹے میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جانے والی زمین آئندہ کبھی اسقدر زمانہ میں حرکت کرے گی جسقدر عرصہ میں کہ ماہتاب حرکت کرتا ہے یعنے انتیس[۲۹] دن بارہ[۱۲] ساعت چوالیس[۴۴] دقیقہ اور تین[۳] ثانیہ اور پھر رگڑ موقوف ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلا کا محال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے مابین کوئی مادی

ع۵ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت اینی ہے ۱۲ مترجم

کہ حسابات کا اعتقاد کرلیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا اُنکے ساتھ مکرر تعلق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بعث اور اوسکے توابع ضرور واقع ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہیئے جس میں کوئی عقلی محال لازم

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۳) چیز ضرور ہے جس کو ایتھر سے تعبیر کرتے ہیں اور جب ایسی مادی چیز موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہو جسکے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہوگا ایک دُم دار ستارہ جسکو انکیز کمٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہوگا ہم کو حساب سے اچھی طرح معلوم ہے لیکن آبزرویشن (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی اسی مادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہوا کی طرح سیاروں کے مابین میں واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر مچھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے مقابلہ میں گو بہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن دق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرےگی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آجائیگا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر پروفیسر بل فور اسٹورٹ کی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضایع نہیں ہوتی) ہمارے ساکت کرنے کے لئے کھولکر رکھدی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضایع ہو جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور پھر اس وسیع اور پر فضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار جانبر نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہو جانا گو نیوٹن[۵] کی آنکھ سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ متحرک جسم کے رکجانے پر انرجی کیا ہوئی کہاں گئی۔ لیکن بعض بعض فلاسفروں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نیوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ سا تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو یورپ کے محققین میں سے۔ سر ہمفری ڈیوی۔ بنجمن ٹامسن۔ کاؤنٹ۔ کر مفرڈ۔ سی کوئین۔ میر کولڈنگ اور ہیرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت اچھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس اسی بناء پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جاندار مخلوق کی حیات مبنی ہے اب خراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم میں پھیلتی جاتی ہے۔ اور سال بسال اسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گو اُسکا بڑھنا ابھی ہمکو محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چلکر ایک ایسا وقت نہ آئیگا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ مسٹر ڈبلو ٹامسن کہتے ہیں "کل یونیورس (عالم) ایک سسٹم (منتظم) ہے جسکی ابتدا بھی اور ختم ہوگا۔ اسلئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹھہر سکتی" ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر[۵] گال اور رابرٹسن صاحب نے کیا خوب کہا ہے "اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اسکو مثل ایسے لمپ کے خیال کریں کہ جو جلایا گیا ہے تو ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئیگا کہ گل ہو جائیگا۔"

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹمپریچر) پر ہے جنکا اعتدال اس قیق مادہ پر منحصر ہے جو آفتاب زمین۔ اور سیاروں کے مابین بھرا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر برابر کر رہا ہے مگر انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے

ع[۵] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۲

ع[۵] دیکھو پامپر ہیڈ نگز آن سائنس بائی گال اینڈ رابرٹسن ۱۲

نہ آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرور خدا کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُنکے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانیکی تفصیل اور اس کی کوئی کیفیت بھی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ ان کی شرع کیجانب سے انہیں اس کی تکلیف نہیں دی گئی لیکن جب انپر اُنکے مخالفین نے جو بعث کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جنسے بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں بظاہر عقلی محالات لازم آتے ہوئے معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جانے اور اسکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اسکی تفصیل میں غوض کریں اور غور کرکے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقلوں کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پریشان نہ ہوں۔

چنانچہ جو اشکالات بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کیجانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کیوجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے اور انسانی افعال اس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جانیکی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کیجانب لوٹ آئیگا تو مرنے سے وہ انسان ہی نابود ہو جائیگا پھر جب اُسی مادہ سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہوگا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلے انسان کا صرف مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابل تعریف یا قابل مذمت اور مستحق ثواب یا عقاب اپنے مادہ کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے۔ پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ نکوکار یا بدکار انسان نہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعتراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھا جائے تو اُسکی غذا بنجانے کی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بعث کے وقت دو روح ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعتراض کہ اکثر روئے زمین پر پرانے مُردوں کی لاشوں کے اجزا ہیں اور اُن میں بہت کچھ کاشتکاری کی گئی درخت لگائے گئے اور اُنسے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بنکر اُنکے بدن کا بھی جز ہو گئی۔ پس ایک اصل اور ایک مادہ اتنے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکر ہو سکیگا فقط۔ ان اشکالات کے مقابلہ میں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم انکے دفع کرنے کے لئے اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے کی وسعت علم اور اُسکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اُسکے مصنوعات کے عجائب اُسکے افعال کے غرائب و دقایق کے ذریعہ سے یقینی دلیل قایم ہو چکی ہے۔ ان دونوں کے لحاظ سے بعث کا ایسے طور پر ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ کسی ایسے طریق پر واقع ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالے اس میں جاری کریگا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہئے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کرنے

(بقیہ حاشیہ متعلقہ ص ۲۱۴) اس ایتھر کا ٹھہراؤ پھر اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ نباتات کا زمین پر کہیں نام نہ رہیگا۔ کنوئیں سوکھ جائیں دریاؤں میں خاک اُڑیگی۔ اور پھر کل جاندار کیا چرند کیا پرند کیا انسان کیا حیوان سب مر کر رہجائیں گے۔ سیاروں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوتے بہت کم رہجائیگی تو اس کمی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ سب سیارے کسیوقت میں آفتاب سے ٹکرا جائیں گے۔ حشر برپا ہو جائیگا۔ زمین پھٹ جائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ جائیں گے ہستی کا یہ سارا طلسم ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۲ مترجم۔

اور منکرین دین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء لوٹائے جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے یعنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زائد اجزاء ایسا ہی اُس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دوسرے انسان کو کھا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع الجوامع اور اُسکے حاشیہ کمال سے نقل کر کے بموافقت میں عـــہ اصلی اجزاء اور زائد اجزاء کا ماننا مذکور ہے اور اسی امر سے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے جیسے کہ میں ابھی اُسکی تقریر کرتا ہوں پس یہ امر ممکن ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالےٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو متفرق ہونے اور اپنی صورت کے زائل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے دے چاہے وہ زائد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء اُنکے منتشر ہونے کے وقت اُنسے جدا ہو جائیں گے پھر بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ کر دے گا اور اُنکے ساتھ کچھ زائد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء اصلیہ کو ہوگا۔ اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ تعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات لوٹائی گئی ہے اور اُنکے ساتھ زائد اجزاء ملا دئے گئے ہیں جنکے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اُس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دو روحوں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہوگا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کیوجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اُسی طرح بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اُسی روح کے اُنہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کیوجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور اُسکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا آنکھ نہ دیکھنا اُسکے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء خواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آ سکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایتھر وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی نصوص بعث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناطق ہیں اسلئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر

عـــہ ظاہر بات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زمانہ حیات میں سب کے بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور بجائے اُن کے بذریعہ غذا کے دوسرے اجزاء جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بنتا بلکہ وہی ہے صرف اُس کی روح کا اعتبار ہے اور ثانی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہوتا ہے ۱۲ مترجم۔

ف انسان کے دو قسم کے اجزاء یعنی اجزاء اصلیہ و فضلیہ اور ... ۱۲ مترجم

ایسے طریق پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر اسکی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی ہمنے تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی ووافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجیہہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں مدار ہے اُن میں سے کسیکے بھی خلاف نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں امت محمدیہ کے علمار کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کردوں تاکہ اُسکے سمجھنے کے بعد توجیہ اچھی طرح دل کو لگے

پس سنیئے کہ شریعت محمدیہ کے علمار اکابر میں جس شخص نے اثبات پر کہ اصلی انسان اس ڈہانچے کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں ذکر کرتے ہیں) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اُس اثبات کا تو ہمیں بدیہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزار کمی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فربہ اور لاغر ہونے میں اور یہ بات بھی بالبداہت معلوم ہوتی ہے کہ متبدل اور متغیر ہونے والی شے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے مغائر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملانے سے اسکا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کبھی زندہ رہتا ہے باوجودیکہ اُس کا بدن مردہ ہوجاتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہمنے ذکر کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالے کا یہ قول ہے "ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیے گئے اُنکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے" پس یہ نص اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بذریعہ حس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے "انبیاء اللہ تعالے لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار یعنے خدا تعالے کے نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردیے جاتے ہیں" علے ہذا القیاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول "القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار یعنی قبر یا تو باغات جنت میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا آگ یعنی دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق" پس یہ جملہ نصوص اثبات پر دال ہیں کہ انسان ان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بداہت عقل اور فطرت دونوں اثبات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زندہ ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی۔ اور یہ نرا دھوکہا ہے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ انسان زندہ اور بدن مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا مسخ ہوجانا معلوم ہوا ہے اُن کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت مسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اُس انسان کو مار ڈالنا اور اُس حیوان کو جسکی جانب وہ مسخ ہوا تھا ازسرنو پیدا کرنا ہوگا حالانکہ مسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم یہ کہیں کہ مسخ ہوجانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہوا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شے ہو۔

ع مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو الزام دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھلانا ہے کہ علمار امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ آگے چلکر جو احتمالات ممکنہ بیان کیے جاویں اُنمیں شبہ مخالفت رائے علمار امت کا نہ ہو۔ واللہ اعلم ۱۲-

پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب ادراک عقلی ہونا ضروری اور ادراک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہیئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہوا تو اسبات کا قائل ہونا کہ انسان اسی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہوگیا۔" اسکے بعد انہوں نے اسپر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اسپر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا ہے جسکا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جاننا چاہیئے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کیہ قول وارد ہوا ہے" (واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم واشہدہم علے انفسہم الست بربکم قالوا بلی شہدنا) جسکا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُنہیں نفسوں پر اُنہیں کو شاہد بناکر کہا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں" اور اس نص کی تفسیر حدیث میں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ "اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کی کل ولاد کو ذرہ کی ہیئت پر اُن کی پشت سے نکالا" پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء نے اس مقام پر کہا ہے۔ (جیساکہ تفسیر جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالے نے پہلے آدمؑ کی اولاد ذرہ کے مانند اُن کی پشت سے نکالی پھر اُن ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اُنکی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر اُن ذروں میں سے بھی اُن کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اسیطرح یہ سلسلہ نوع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر اُن سب میں عقل۔ فہم۔ حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست بربکم" کے ساتھ خطاب کیا اسکے جواب میں سب نے بلیٰ (بے شک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد سب کو آدم کی پشت میں پھر داخل کردیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود منی بنگئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اُس مادہ میں وہ منتقل ہوتے رہتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے (ایسا ہی جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیساکہ جمل میں شعرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیساکہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ان سب کو اُن کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسامات کی راہ سے نکال لیا پھر یہ کہا ہے کہ انہوں نے گویائی کے ذریعہ سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالے نے انہیں باوجود اسقدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دیدی ہو (میں کہتا ہوں کہ جسنے وہ حیوانات جو بذریعہ مائکراسکوپ (خوردبین) کے نظر آتے ہیں دیکھے ہوں گے اور نیز یہ کہ جسقدر ادراک انہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے رزق کے حاصل کرنے کی سعی کرسکتے ہیں اُن میں توالد و تناسل ہوتا ہے۔ ایذا رساں چیزوں سے بچتے ہیں۔ اُنکی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کترا جاتے ہیں تو اُسے تو اس امر میں کچھ بھی تعجب نہوگا اور خدا کے علم و قدرت کو لحاظ کرکے اسکو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیگا) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالے نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاق انہیں پر آیا کرتا ہے جنکی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے انکو زندہ نکالا ہے کیونکہ اُنکو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اسلئے احتمال ہے کہ اللہ تعالے نے اُنکے باپوں کی پشت کی تاریکی میں اُن میں ارواح داخل کردی ہوں اور دوسری مرتبہ اُن کی ماؤں کی پیٹ کی تاریکی میں اُن میں ارواح پیدا کرے گا

اور تیسری مرتبہ اُس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اِس قول "خلقاً من بعد خلق فی ظلمٰت ثلٰث" کا مطلب ہے (یعنی تین تاریکیوں میں ایک کے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت اِسی طرح جاری ہوئی ہے پھر کہا ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے اُنہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹایا تو اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں لوٹانے کے وقت کیا کرتا ہے اُس کا قیاس اُسی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ اُن کی روحوں کو قبض کر لیا کرتا ہے اور زمین میں اُنکو لوٹا دیتا ہے - انتہٰے باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور مشہور اماموں میں سے بعض نے (امام ابوطاہر اپنی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب الیواقیت سے معلوم ہوتا ہے) سابق الذکر شبہوں کے جواب میں جو بعث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو ذرہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا - اور وہی جزء ہے جو قایم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ ذروں کے خطاب کرنے کی آیت میں ہے جو پیشتر گذری) اور قبر میں اُسی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ وار بنتا ہے اس طرح کہ اُس میں روح لوٹا دیجاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر اُسکے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے ملجاویں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بنجاویگا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالف ہے نہ شرع - انتہی ببعض اختصار - (امام ابوطاہر کا قول کسیقدر اختصار کے ساتھ تمام ہوا) پس یہ دلائل جنھیں کہ اس عالم (رازی) نے اسبات پر قایم کیا کہ انسان اس ڈھانچہ کا نام نہیں ہے اور میں نے اُنہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جسمیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو کچھ اسبارہ میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ جلسے پیشتر منقول ہوچکا) کیجانب سے کہا گیا ہے اور وہ تقریر جسے کہ اس اسلامی عالم (ابوطاہر) نے اُن شبہوں کے رد کرنے کے لئے جو بعث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اسکے مخالف نہیں جب ہم اِن سب کو خیال کر کے سمجھتے اور نظر دقیق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ اِن اجزاء اصلیہ کی تفسیر اُنہیں ذرات کو ٹھہرائیں جنکی نسبت پیشتر گذر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور اُنسے عہد لیا گیا تھا سو اُنکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ اصلی اجزاء ہیں اور باقی بدن جسے ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زائد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو آتے جاتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں پس حقیقی انسان جو مخاطب اور مکلف ہے اور جو دوبارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملیگی یا جسے عذاب ہوگا یہ وہی ذرے ہیں جو اُن میں حلول کرتی ہے اور انسانی ہیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدایش کے متحقق ہونے کے باب میں اُن کا کوئی اعتبار نہیں اِن اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ بعینہ اعادہ کیے جائیں یا اُنکے مثل اور اجزاء ملا دیے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں جنکا اعتبار ہے وہ صرف اصلی اجزاء ہیں جن پر سوا اسکے اور کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ روح اُنسے نکل جاتی ہے اور زائد اجزاء اُنسے جدا ہوجاتے ہیں اور بعث میں اُنہیں کیجانب روح لوٹا دیجائیگی اور زائد اجزاء اُنہیں کے ساتھ ملا دیے جائیں گے - اور پیشتر گذر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے - اُسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اُسکی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی -

ف
پس جملہ امور مذکورہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر کرنا ممکن ہے جس سے بعث، سوال قبر، اور اسکے مثل اور شرعی امور پر جو شبہے وارد ہوتے ہیں سب دفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پریشانی سے محفوظ رکھے جا سکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کونسی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالے نے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایتھر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور وہ خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفسہ اور خود زندہ ہے یعنے اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملانے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات، ادراک، اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

ف
(جیسے مقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوہے کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پھر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے وقت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور ان ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضاء بھی بنا دئے ہوں جیسے کہ ان حیوانات کے اعضاء ہوتے ہیں جو مائیکرسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا پیشتر ذکر ہو چکا پھر حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو زائد اجزاء سے بنایا ہو اور ان کی اس ہیکل میں کہیں پر انکے اس ذرہ (جزء اصلی) کو بھی رکھدیا ہو اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فزیالوجی جاننے والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) پھر ان کی (آدم کی) ساری اولاد کے ذروں کو ان کی ہیکل کی پشت میں رکھدیا ہو اور ہمیں ان کروڑوں ہی ذروں کی گنجایش ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکرسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجودہ آدمیوں کے برابر ہوگا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ ان کی پشت میں جمیع بنی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سما گئے ہوں۔ پھر خدائے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو انکے ذرہ (جزء اصلی) میں جو ان کی ہیکل کے اندر رکھا داخل کر دیا ہو اور وہ اسمیں حلول کر گئی ہو۔ اور عجب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) اسیکی طرف اشارہ ہو اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جسکے نئی طرح پر پیدا کرنے اور اسکی پیدایش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالے منفرد ہے۔ پس اس ذرہ (جزء اصلی) میں اس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پھر ساری ہیکل میں سرایت کر گئی ہو کیونکہ خدائے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پھر اسکی پشت سے بنی آدم کے سارے ذرات کو نکالا ہو اور ان میں ان کی روحیں داخل کر دی ہوں جنکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بن گئے ہوں اسکے بعد انسے خطاب کیا ہو اور عہد لے لیا ہو پھر ان کی روحوں کو انسے جدا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں لوٹا دیا ہو اور مسامات کی راہ سے انہیں

داخل کردیا ہو جس طرح اُسے نکالا تھا اور اسی طرح تو امراض کے کیڑے بدن میں داخل ہوجاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جیسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پھر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پھر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی زوجہ کے رحم میں آنے لگے اور اسکی زوجہ کے تخم میں حلول کرنے لگے پس انکی ہیکلیں ان تخموں سے منی کے ساتھ ملکر بننے لگیں اور خدا اُس کو طرح طرح پر متغیر کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بنگئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا فرد جو اُن کی زوجہ کے تخم کیجانب منتقل ہوا تھا اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہوکر چلے آئے ہوں جنکا سلسلۂ تو الد اس فرد سے چلنے والا ہوگا پھر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ بھی یہ ذرے اسی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت انکی اور ان ذرّوں کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے اختتام تک یہی کیفیت رہیگی۔ اور شاید اللہ تعالےٰ کے اس قول (وتقلبک[ع] فی الساجدین) میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے بعض کی تفسیر کے موافق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہوجائیگا آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ روح کو بھیجدیتا ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اور اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سریان ہوجاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم اصلی اجزاء کہتے ہیں اور یہ تمام عمر باقی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے روح کے عود کرنے سے بحکم خدا زندہ ہوجائیگا اور جتنے کہ ہیکل بنی ہے وہ محض زائد اجزاء ہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالےٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کردیتا ہے اس طرح پر اُس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زائد اجزاء سے بنی ہے حیات زائل ہوجاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اسکے بعد ہیکل منحل ہونے لگتی ہے اور اسکا پراگندہ ہوجانا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور منحل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہوجاتا ہے تو وہ صرف اُسکی ہیکل کی ترکیب میں جو زائد اجزاء سے بنتی ہے داخل ہوتا ہے اور تاہم وہ منحل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل منحل ہوجاتی ہے تو وہ ذرہ پھر اس سے علیحدہ ہوکر زمین کی تہ میں محفوظ ہوجاتا ہے اور اس حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر بہت کیوجہ سے جو تغیر طاری ہوتا ہے وہ اُسکی روح کا اُس سے جدا ہوجانا اور اُسکی ہیکل کا منحل ہوجانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو اُسکی روح کو پھر اُس میں داخل کردے گا پس اُسمیں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل منحل کیوں نہ ہوگئی ہو اور اس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے دئیے جانے اور اسی کے مثل اور ان برزخی امور پر جنکی نسبت شرعی نصوص وارد ہیں جو شبہے کئے جاتے تھے سب حل ہوگئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل البعث ہوتے ہیں اُسکی صورت بھی سمجھ میں آگئی پھر جب اللہ تعالےٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اُٹھائیگا تو ان انسانی ذرّوں کی ہیکلیں کو جو کہ زائد اجزاء سے بنی تھیں دوبارہ بنائیگا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزاء سے بنے جنسے کہ موت کے پہلے بنی تھی یا دوسرے اجزاء

ع اور دیکھتا ہے اللہ تعالےٰ آپ کے منتقل ہونے کو سجدہ کرنے والوں میں ۱۲ مترجم

ہے کیونکہ دارومدار تو ان اصلی ذروں کے نہ بدلنے پر ہے زائد اجزا رچاہے بدلیں یا نہ بدلیں۔

اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کردیگا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہوچکی ہوگی اسلیے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قایم ہوجائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اُٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالےٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالےٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھدیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد اجزاء کے تکونات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور اے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے قطرہ بھر پانی میں ان کے بکثرت پائے جانے ان کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے ادراک کرنے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مایکرا سکوپ (خوردبین) کے ذریعہ سے تحقیقات کرکے قائل ہیں غور کرینگے تو آپ کو ظاہر ہوجائیگا کہ اسبات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کیے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اسبات میں تامل کرینگے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسامات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک بالشت مربع میں چالیس لاکھ مسامات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور انہیں انکے دوبارہ داخل کیے جانے میں آپ کو ذرا بھی استبعاد نہ ہوگا اور امراض کے کیڑوں کا جیسے کہ ملیریا میں بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہوکر منتقل ہوجانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کرجانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کردیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپکے علوم ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کیڑے پائے جاتے ہیں جو نر کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور مادہ کے تخم کو حاملہ کرتی ہے اور یہ کیڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مایکرا سکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیڑا طول میں قیراط کے پانچسو حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکے چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کیڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکے چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی دُموں کو اس طرح ہلاکر جس سے ان کا مختلف سمتوں میں چلنا منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی بشرطیکہ منی کے طبعی گاڑھے پن اور کثافت میں فرق نہ آنے پائے اور مادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قایم رہتی ہے اور باہر چوبیس گھنٹہ تک اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم ہی نہیں ہوتا اور بعض علم فزیالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا بڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پائے جاتے ہیں اور مادہ کے بیضہ یعنے تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فزیالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ خالق

سبحانہ نے منی کے انہیں کیڑوں کو بنی آدم کے ذروں کا جو کہ اُنسے بھی چھوٹے ہوں حامل بنایا ہو اور وہ اُنہیں منی میں لئے پھرتے ہوں یہاں تک کہ ماں کے تخم میں انکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو ذائد اجزا سے بنتی ہے مادہ کے تخم کے نشو ونما پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے اور اُس میں اول حیات آتی ہے پھر اُس سے تمام ہیکل میں سرایت کرجاتی ہے وہی ہو جسکے حامل یہ منی کے کیڑے تھے اور جیسے کہ اُنہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کردیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہوجاتے ہیں جو اُس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں اور اُس کی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتی کہ اُس کی منی میں نکلتے ہوں اور اُس کی فروع کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شرع مانع نہیں تو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بکثرت عقلا کا یہ قول متحقق ہوجاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہوکر اپنی ماں کے رحم میں آتا ہے بخلاف اُس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی منی کی صرف حاملہ کردینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھہ لیا اور اُسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل ہوگئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شئے کی طرف بھی ہوئی اسلئے وہ قائل ہوئے کہ اصلی انسان اپنے باپ سے جدا ہوکر آتا ہے اور ماں سے صرف اُسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہوکر آنا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان جو اپنی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے اسکی کسی قدر تائید ہوسکتی ہے۔

پھر علماء علم فزیالوجی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اُسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اُنکی واہی تباہی وجہیں بتائی ہیں اور پھر خود ہی اُنکو توڑا ہے آخر کار جس امر پر اُنکو قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پھر اُنہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت کا نظام ان عصبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اِن نظامی عمل کے حقیقی مرکز یہی ہیں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منتظم عمل کیوں کرتے ہیں دائمی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی اُنکی حرکت باقاعدہ اور رُک رُک کر کیوں ہوتی ہے برابر کیوں نہیں ہوتی رہتی۔

پھر اُنہوں نے کہا ہے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک اُنکا کلام ختم ہوا پس جب آپ اس قول میں غور کرینگے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہوجائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اُسمیں روح حلول کرتی ہے تو اُسمیں وہ حیات پیدا کردیتی ہے اور وہ پر منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پھر اس سے تمام ہیکل میں حیات سرایت کرجاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہوسکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی حیات اور اُسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہوجائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب اُنکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہوجاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گھمانے کے لئے کافی ہو اور اُس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جنکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان سے کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر پہلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کونسا استبعاد باقی رہتا ہے جو اعلےٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہے جسنے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جنکے خواص کو دیکھکر فکروں کو حیرت بھی ہوجاتی ہے۔ اور عقلیں اپنے آپے میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ ہے کہ اس تقریر پر حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہے جو قالب میں حلول کئے رہتا ہے اور جسمیں کہ روح حلول کرتی ہے پس اسمیں حیات پیدا کردیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کرجاتی ہے پھر یہ ہیکل محض اسباب کا آلہ ہے کہ اس عالم میں یہ ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اس کے ذریعہ سے علوم ومعارف حاصل کرلے اور یہی ذرہ مع اس روح کے جو اسمیں حلول کئے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اسیکا اعادہ کیا جائیگا اسیکو نعمت ملیگی اور اسیکو عذاب ہوگا خلاصہ یہ کہ جتنے امور انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اسیکے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے شبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بعث۔ قبر میں سوال ہونے۔ اسمیں نعمت یا عذاب کے دئے جانے۔ اپنی قبروں میں بعض لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کئے جاتے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہوگئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا انکے بعض اجزا کے اعادہ کی ان میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول میں ہے۔ (من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ (تو اے پیغمبر انسے) آپ کہدیجئے کہ انکو وہی زندہ کرے گا جسنے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بعث اور اعادہ کی اس توجیہ کے ساتھ کیونکر منطبق ہوگا جسکو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توجیہ کا یہ مقتضیٰ ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بعث ہوگا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کرچکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بعث ہوگا لیکن پیشتر جو اشکالات بعث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی ذرات انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے مندفع ہوگئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات مندفع ہوچکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کئے جانے پر جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بعینہ اعادہ کئے جائیں یا انکے مثل دوسرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہوسکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء یعنے ہیکل کے اعادہ کئے جانے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اہل جاہلیت کے خیال کے موافق انکے اعادہ کئے جانے پر وارد ہوتے تھے کیونکہ بعث کے ذکر کرنے کے وقت ان کا خیال صرف اسی ہیکل کی جانب جسکا وہ مشاہدہ کرتے تھے جاتا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عود کرآئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پھیلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکر مجتمع ہوجائیں گے پس نصوص نے انکے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہوسکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کردے گا جیسے کہ اسنے پہلی مرتبہ انکو پیدا کیا تھا اسکا علم تمام موجودات کو محیط اور اسکی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا القیاس انکے اعتراضوں کے ایسے ہی اور بھی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اس توجیہ کے منافی نہیں ہوتا جو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذرول کے اعادہ کئے جانے کے

ف [illegible]

بارہ میں پیشتر بیان کی گئی ہے پس چاہئے کہ ذرا غور کر لیا جائے۔

اے صاحبو اجو کچھ میں اس سے پیشتر شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکا ہوں اُس کے بعد ذرا یہ بھی سن لیجئے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہی توجیہ اور اصلی اجزار کے ذروں کے ساتھ اور زائد اجزار کی ہیکل کے ساتھ تفسیر اور اسکے علاوہ جو تفصیل میں نے اس مقام پر بیان کی ہے وہ سب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تصریحاً موجود ہے یا آنکے ذمہ بعث کا اسی تفصیل و بیان کے موافق اعتقاد کرنا ضروری ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ علما رشریعت نے بیان کیا ہے کہ انسان کے اصلی اور زائد دو قسم کے اجزار ہوتے ہیں اور اسکے ذریعہ سے انہوں نے اُن شبہوں کو دفع کیا ہے جو بعث وغیرہ پر وارد ہوتے ہیں اور میں آپ سے پہلے کہہ بھی چکا ہوں کہ شریعت کے بڑے بڑے جلیل القدر کثیر علمار (جیسے کہ امام رازی۔ ابوطاہر مصنف سراج العقول شعرانی۔ خازن۔ اور ایسے ہی اور علمار) کے کلام سے مستنبط ہوتا ہے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا اگر اصلی اجزار سے جنھیں انہوں نے اعتراضوں کے جواب دینے کے لئے ذکر کیا ہے یہی ذرے مراد ہوں جو اُس نص قرآنی کی تفسیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مذکور ہیں جسمیں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کے لئے جانے کا بیان کیا ہے اور یہ کہ روحیں انہیں ذروں کے ساتھ ملکر حقیقی انسان کے افراد ہوں اور یہ کہ زائد اجزار سے انسانی ہیکلیں مراد ہوں اور انہیں علمار شریعت کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی انسان کا مقر تمام ہیکل میں سے صرف قلب ہی ہے پس یہ ہیکل جو برابر بدلتی اور متغیر ہوتی رہتی ہے حقیقی انسان کے لئے اِس عالم میں آسکے اعمال کی انجام دہی اور علوم و معارف کے حاصل کرنے کا ذریعہ اور آلہ قرار پایگا اور یہ ایسی بات ہے جس سے بعث پر جو پیشتر اشکالات وارد کئے گئے تھے اُن کا مندفع ہونا آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہو جاتا ہے اور اس سے عقل و شرع کی کوئی مخالفت بھی نہیں لازم آتی۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم شبہوں کے جواب دینے کے لئے اسکے قائل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ انہیں اپنا اعتقاد درست رکھنے کے لئے صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ انسان کے روح ہوتی ہے جسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور ایسے ہی تمام حیوانات کے بھی۔ اور خدا انسان کو اسکے مرنے کے بعد ضرور دوبارہ زندہ کرے گا۔ اُس سے حساب لیگا پھر اُسے نعمت۔ یا عذاب دیگا اور یہ سب کچھ ایسی کیفیت پر ہوگا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے اور ہمیں اُسکی تفصیل کرنا ضروری نہیں ہے اُسکو خدا ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور خدا کے علم و قدرت کی وسعت کے سامنے ایسی شے کا ہو جانا کوئی محال نہیں۔

پس اے اہل سائنس اس مقام میں ذرا غور کیجئے اور باریک بینی سے کام لیجئے کیونکہ آپ کو اپنے علوم میں کوئی شے ایسی نہ ملیگی جس سے تفصیل سابق میں کی ساری چیزوں میں سے کوئی بھی ناممکن ثابت ہوتی ہو جیسے انسان کے لئے روح کا ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکے گی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اور اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشتر کی جملہ باتیں عقلاً ممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو اُنکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشتر والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث اُنکے

لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو آنکے سچے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جنمیں ان امور کی تصریح موجود ہے اور وہ سب بلکہ تاویل کو بھی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ پس جب تک یہ امور عقل پر منطبق اور اُسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اُسوقت تک اُنکے لئے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کیجانب مائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکر بعث و حشر گو اُسکی لنسبت یہ مشہور ہے کہ اُسکے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے اُسکی نظیروں کی اور اُسکے وقوع خارجی کی دلیل نقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر باریک بینی سے کام لیا جائے تو اُسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیلیں ظاہر ہو جاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور برہانی نہ سہی لیکن اطمینان بخش ضرور ہیں جنھیں عقلیں مان جاتی ہیں اور اُنسے دلوں کی تسکین ہو جاتی ہے اور اگر اُن سبکو یکجائی طور پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بعث کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں رہتا اُسکے واقع ہونے کا پورا پورا یقین ہو جاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں اسکو سنئے جسمیں میں نے بغرض توضیح کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑھا لیا ہے یا اُسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ اِن امور پر کہ خدائے عالم موجود ہے وہ تمام صفاتِ کاملہ کے ساتھ متصف ہے اُسکی مخلوقات میں اُسکی اعلیٰ درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے اُنپر اُسکی مہربانی اور رحمت بہت بڑھی ہوئی ہے قطعی دلیلیں قایم کر دینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا اُنکو عقل دی جس سے وہ نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں اُنہیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بھلائی و برائی کے کر لینے پر قادر ہیں تو اُسکی حکمت و عدل کا مقتضا یہ ہے کہ اُنہیں بے ادبی اور برائی سے اپنا ذکر کرنے جہالت کذب اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی خلاصہ یہ کہ جتنے بُرے اور قبیح کام ہیں سب سے منع کر دے۔ اور اُنکو اچھے کام کرنے اور عمدہ اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے اُنکی زندگی منتظم اور باقاعدہ رہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور برے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امر ہرگز پورے نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ جزا و سزا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں ملجاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اُسی سے محض ترہیب (ڈرانا) و ترغیب (رغبت دلانا) کافی ہو جائیگی کیونکہ نفس اور خواہش نفسانی دونوں انسان کو اسبات پر اُبھارتے رہتے ہیں کہ وہ جسمانی خواہشوں اور لذتوں میں پھنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ کشاکش لگی ہو تو اُسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مرجح اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وعدہ و وعید یعنی جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ نکوکار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی لکڑی نہ ہانکے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہتیرے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہتیرے نکوکاروں کی اسکے خلاف حالت ہے پس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق و امتیاز حاصل ہو۔ پھر یہ سمجھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف معاد نہ ہوتا تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا رہتے

ف بعث و حشر کے وقوع پر عقلی دلائل ... اطمینان بخش ہیں

ف قیامت کی دلیل ۱۲

ف قیامت کی دوسری دلیل

ف ... تیسری دلیل

انتظام معاش میں بالکل خلل آجاتا۔ زندگی مشکل ہوجاتی اور مکلف کو ان امور کی بجاآوری کے لئے وقت ہی نہ ملتا جنکا کہ وہ مکلف بنایا گیا تھا اسلئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہیئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور فساد سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی رہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور انکی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بدمعاش لوگ اسکو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ مچائیں گے تو ہمیں ان کا بھی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ انکے قتل کرنے اور انکے مال و متاع کے چھین لینے کے درپے ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی احتراز کرینگے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اسکے لئے کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اسقدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اُسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔ پس اگر وہ رعیت سے نہیں ڈرتا اور اسکے ساتھ ہی اُسے معاد کا بھی خوف نہیں تو اسوقت وہ ظلم اور نہایت بری طرح سے اپنی رعیت کی ایذارسانی پر پیشقدمی کرے گا کیونکہ اسکی خواہشاتِ نفسانی اسکی مقتضی قایم ہیں اور کوئی دنیوی یا اخروی مانع موجود نہیں۔ اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اسوقت رعیت اس سے بہت زیادہ نہ ڈریگی پس بادشاہ کا خوف ان کو ظلم اور بری باتوں سے روک نہ سکیگا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رغبت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہوسکتا۔

پھر سنئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بڑی رعیت ہو اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں تو اسکی حکمت، رحمت اور عدل کا یہ مقتضا ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ و تعالےٰ تو بہت بڑا رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ ہے اسلئے اسکی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی مقتضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ بسا اوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ نہایت ذلت خواری مقہوریت۔ اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گذار دیتا ہے اسکا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اسکے خون کی کوئی پروا نہیں کیجاتی۔ اور ظالم کو دیکھیے کہ وہ اعلےٰ درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم ہونا چاہیئے جسمیں یہ عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

اور سنیئے اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ میں تمام حیوانات سے گیا گذرا ہوگا۔ اور بیان اسکا یہ ہے کہ دنیا میں تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرررساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک انکو کسی قسم کی تکلیف یا بیماری نہ پہنچ جائے اس سے پہلے پہلے انکے دل میں اسکا خیال بھی نہیں آتا انکا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے کیونکہ وہ غور و فکر تو کر نہیں سکتے رہا انسان چونکہ اسے عقل حاصل ہے اسلئے وہ ہمیشہ اپنے گذشتہ اور آیندہ احوال سوچا کرتا ہے پس بہتیرے گذشتہ احوال کیوجہ سے اسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اکثر آیندہ احوال سے اسے طرح طرح کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہوگیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سے سخت نفسانی آلام کا باعث ہے رہیں جسمانی لذتیں سو ان میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گوبر کا کیڑا گوبر ہی میں خوش ہے جیسے کہ عمدہ سے عمدہ مٹھائیاں انسان کو لذیذ معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی سعادت ظاہر اور حالت مکمل ہوسکے تو پھر اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ کمال عقل اسکے لئے غم و الم کی زیادتی کا باعث ہوجائے اور کسی شے سے اسکی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بڑی ہی ذلت خواری بدبختی اور مشقت بے سود میں گرفتار ہوگا

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادتِ اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات حتیٰ کہ غلیظ کے کیڑوں سے بھی گیا گذرا ہوگا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے اسلئے ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شریر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب۔ اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شریر ہیں انکے لئے آگ ہی مناسب ہے۔ وہ اپنے وجود کا ثمرہ اور حصۂ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شریروں۔ اور بدچلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

ف اور اسی مقام سے اے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شرایع کا آپ کی نسبت یہ قول کہ آپ لوگوں کا مذہب خصوصاً معاد کے انکار کے بارہ میں ایسا شر ہے جسکے مثل کوئی شر نہیں" بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو انکے ذمہ ہیں اور انکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اسبات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات۔ شہوات۔ اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قایم کرے گا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مانع ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجح ہو جو طریق خیر کی پیروی کرنے اور راہ شر سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدے اور وہ مرجح معاد اور جزائے اعمال کا یقینی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گھاس کی طرح اُگتا ہے پھر بلا اسبات کے کہ اُسے کہیں جانا ہو وہ سر سے زائل ہو جاتا ہے اور اُسکے وجود کا فائدہ یہی حیوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اُسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اُسکے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کیلئے کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر دیئے ہوں لیکن جب اُسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسیکو قتل کر کے اُسکا کروڑوں روپیہ کا مال لیلے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اسکے کہ کسیکو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنھیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے اسکو باز رکھ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اسبات کا انکار کرنا محض دھینگا دھینگی ہے۔

پس جو شخص اسبات کو پورے طور سے سمجھتا ہوگا وہ انسان جب تک کہ اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اسکے فعل سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے معتقد ہیں تاہم اُن میں وہ وہ فساد ظاہر ہوتے ہیں جنکا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد انہیں نہ ہوتا تو اسوقت اُن کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ فساد اب رائی کے برابر ہے تو جب پہاڑ ہی بنجاتا۔ علاوہ بریں جن فرقوں میں آجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور برائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے اُن میں روز افزوں برائیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ حرامکاری جس سے کہ لوگوں کی نسب ضایع ہوتے ہیں اور باہم مدد اور ہمدردی کا شیرازہ کہلاتا ہے پھیلتی جاتی ہے۔ قتل۔ خودکشی

مسکر اور نشئی اشیاء کے استعمال سے عقلوں کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے مال چھیننا۔ دغابازی کرنا۔ فریب دینا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جنسے اجتماعی ہیئت کے نظام میں خلل واقع ہو وہ مہذب لوگ اختیار کرتے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے انمیں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ شامل نہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قایم نہ ہوتا تو یہ فرقے ہلاک ہونے لگتے اور صفحۂ ہستی سے انکے نام و نشان مٹنے کا لگا لگ جاتا اور آپ کی جس بات سے زار و قطار روتی ہوئی عورت بھی ہنس پڑے وہ یہ ہے کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اسوقت تک نظام عالم کی درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ تام اور عام ہو پھر آپ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئیگا۔ لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجب کہ ہزار ہا پشتوں کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھوڑنے اور اپنے علم سے واہی تباہی امیدیں رکھنے کے اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اُس احمق طبیب کی سی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو پرہیز کرنا چھوڑ دے اور جو جی چاہے کھایا کر اور میں اتنے اتنے برسوں کے بعد تجھے ایسی دوا دونگا جس سے تجھے بالکل شفاء ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ مشہور مثل کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" پوری پوری صادق آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلمندی حسن تدبیر اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اُس کی تشہیر بھی کریں۔ اور اپنے نوجوانوں کو اسکا سبق پڑھایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے آپ کو تام اور عام نظر نہ آنے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل مذہب (انکار معاد) کو شہرت دیکر عالم پر خرابی کے دروازے کھولتے ہیں عام لوگوں میں اِس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں خدانخواستہ یہ خیال عام طور سے کیوں پھیلنے لگا۔ عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالےٰ ہمیں اور آپ دونوں کو ایسے امر کی ہدایت کرے جسمیں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کریں کہ اگر آپ معاد کی تصدیق کر کے اس کا سامان کریں گے پس اگر یہ واقعی امر ہوا تو آپ کو نجات ملجائیگی اور اگر بالفرض باطل بھی ہوا تو آپکا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جسمانی لذتیں آپ سے فوت ہو جائینگی لیکن عاقل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کرے ایک تو اسلئے کہ یہ نہایت ہی ذلیل ہیں کیونکہ نہیں کتے بکرے گھوڑے یہاں تک کہ غلیظ کے کیڑے بھی مشترک ہیں اور دوسرے اسلئے کہ وہ فانی سریع الزوال اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اُس شئے کے بارہ میں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے مساوی نہیں ٹھہر سکتا جسکے برے نتیجوں سے خوف و اندیشہ ہو۔

مذکورۃ الصدر شرعی مسائل میں سے جنکا کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ اور باقی رہگیا ہے۔ اور وہ آسمان سے

بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے علمی تجربوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش ان بخارات سے بنتی ہے جو زمین اور سمندروں سے اُٹھا کرتے ہیں اور ہوا کے سرد طبقہ (طبقہ زمہریا) تک چڑھ جاتے ہیں۔ پس وہاں سردی پاکر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور پھر برس پڑتے ہیں اور یہی بارش کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں مدار اعتقاد ہیں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور بعض تصریح کرتی ہیں کہ بارش بادلوں سے نازل ہوتی ہے پھر لفظ سمار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سمار بولکر کبھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے کبھی چھت کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو کبھی بادل کبھی بارش۔ اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اسوقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہری اور متبادر معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اسکے خلاف قایم نہ ہوجائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قایم ہوجاتی ہے تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اُس کو ظاہری معنے سے دوسرے معنے کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سمار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اُسکے یہی ظاہری معنے کا اعتقاد کرتے ہیں یعنے یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملائکہ کا مسکن ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لیکر ان نصوص کو جنسے کہ بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اُن نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اسباب پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان مجتمع ابخروں پر جنہیں کہ بادل کہتے ہیں نازل کرے پھر اُسے زمین پر نازل کردے اسی لئے شرعی نصوص کبھی تو اس مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے پانی اولاً نازل ہوتا ہے اور کبھی اُس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے سچا ہے اور اگر انکے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندروں کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہوجائے اور کوئی قطعی دلیل اس پر قایم ہوجائے تو انہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہوجائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہدینگے کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورۂ بقر کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلالی نے بھی مراقی الفلاح میں اس کیطرف اشارہ کیا ہے) یا یوں کہا جائیگا کہ جبکہ بارش سماوی اسباب سے نازل ہوتی ہے اور منجملہ اُنکے حرارت آفتاب ہے جس سے کہ اجزار مائیہ زمین سے سمندروں اور دریاؤں سے بخار بنکر ہوا پر چڑھ جاتے ہیں اور سردی کیوجہ سے بادل بنکر برس پڑتے ہیں تو گو حقیقتاً بارش بادلوں ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کیجانب مجازی نسبت ہوجائیگی اور یہ نسبت باعتبار سببیت کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو مسبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حقی افندی نے سورۃ النبأ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

لیجئے اے اہل سائنس اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر نصوص میں کونسا اشکال باقی رہگیا جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل سے عقل کے موافق ہوسکتی ہوں۔ ابھی اور بکثرت شرعی نصوص باقی ہیں جنکی نسبت یہ احتمال ہے کہ اگر آپ اُنپر مطلع ہونگے تو شروع شروع میں ضرور اُن کا انکار کرینگے کیونکہ آپ کو اُن کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں اور نہ آپ یہ ہی جانتے ہوں گے کہ علمار شریعت نے اُنکے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور اُن کا کیا اعتقاد ہے۔ لیکن جب آپ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیا

واقفکار علمار سے دریافت کرینگے تو آپکو کوئی شے بھی ایسی نہ ملیگی جو قانون عقل یا کسی مخالفت کے صحیح طور پر منطبق نہو جاتی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام کے ان متبحر علمار سے گفتگو کیجائے جو شرعی قواعد کو پورے طور سے واقف ہوں اور اُن اقوال پر حاوی ہوں جو اُن جلیل القدر صحابہؓ کی زبان سے شرعی نصوص کی تفسیر میں نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بدو باتیں کرنیوالے تھے ورنہ ان بیچاروں سے کیا کام نکلیگا جنھیں سوائے بسوم عبادات اور احکام معاملات کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ انکو فاضل ترین علماء اور پختہ کار دانشمند و حکیم سمجھے ہیں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے ایمان میں بسا اوقات سد راہ ہو سکتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت تو رکھتے نہیں اور نہ انہیں یہی خبر ہے کہ نصوص شرعیہ اور دلائل عقلیہ میں کیونکر تطبیق دیجاتی ہے اور کب دیجاتی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور ناواقفی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کرینگے جس سے اپنے نزدیک تو اسلامی دین کی حمایت کرینگے لیکن نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ بجائے رغبت اور اسلام سے اُنس ہو نیکے انکی تقریر سے الٹی نفرت پیدا ہوگی۔ پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں اسکے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں۔

(میں نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اسلامی دین میں براعظم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا گول اور کروی ہونا لازم آتا ہے اور یہ امر اسلامی اعتقاد کے خلاف ہے" (یہاں تک اُن کی تقریر تمام ہوئی) پس خیال تو کیجیے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کیوجہ سے اہل اسلام کو امر محسوس اور مشاہد کے مقابلہ کرنے کی تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور قومیں اسلام کو دل لگی میں اڑائیں۔ حاشا و کلا اسلامی دین ہرگز ایسا نہیں وہ اسقدر پستی کے درجہ پر نہیں پہونچ سکتا۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا بھر کے دینوں میں سے اسی کو عقل میں سب سے بڑھکر جگہ ملتی ہے اور اعتقادات باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جنسے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب سے زیادہ اسی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت اٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو تواتر اور مشاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے انکار نہ کرتا اور جب یہی بات تھی جیسا کہ اُس کا گمان ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کرویت کو قطعی طور پر مستلزم ہو جائیگا تو اُسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علمار میں جو لوگ زمین کی کرویت کے قائل ہیں جیسے کہ امام رازی اُنکے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جنسے کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کر لیتا مثلاً اُس نص قرآنی کی تاویل میں جسمیں یہ ہے کہ "والارض بعد ذلک دحاها یعنے اور اللہ تعالے نے اسکے بعد زمین کو بچھایا" یہ کہتا کہ زمین کے بچھانے سے مراد اُس کی ظاہری سطح کو بود و باش کے قابل بنا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اُسوقت تک مضر نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان علمار کے اقوال میں سے کسی قول کے بھی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارہ میں قابل اعتماد خیال کئے جاتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجوہ میں سے کسی وجہ پر بھی منطبق ہو سکے۔ لیکن اس بیچارہ کو اتنی سمجھ کہاں جو یہ جان سکے وہ تو صرف احکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور اسیکو بگھارا کرتا ہے کہنے کو تو وہ دین کا دوست ہے لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے دشمنوں کی سی راہ چلتا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق سے مزین ہونے کی توفیق دے آمین)

ہو تو ہو چکا اب سنئے کہ جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ مادہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک پہونچا اور

اُس نے اپنے بیان سے جتنے شبہے کہ اُنکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو زائل کر دیا اور اُنہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں اُن کے مذہب کی کیا قدر و قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے بلند سے چونکے اور اُن کی عقلوں کو تنبہ ہوا اور تاریکی سے اُن کی فکروں کو خلاصی حاصل ہوئی اور اُس عالم سے کہنے لگے اے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے والے ہم تیرے غایت درجہ شکر گذار ہیں تو نے جتنی دشواریاں ہمیں پیش آتی تہیں وہ زائل کر دیں اور ہمارے لئے رستہ صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع تہا وہ زائل ہوا ابھی اُنکی تصدیق کے لئے جو امر مقتضی ہو وہ تو باقی ہی ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قایم ہیں ہم دیکھہ لیں کہ وہ سب صحیح اور اُنکے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اُس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کا ہے اور خدا کے فضل سے آپ پر آسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں اُنہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجمالاً و تفصیلاً ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد اُنہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا صحت کے اعتبار سے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جسمیں شک و شبہ کی گنجایش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکر کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اسکو عقل تسلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قایم کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی دخل نہیں اور اُنکے اتفاقی طور پر حاصل ہو جانے کا سوائے ہٹ دہرمی کرنے والے کے اور کون قائل ہو سکتا ہے؟ (ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگا ہے اور آئندہ بھی اُن فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے درپے ہیں ایسا کلام آئیگا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھہ لیا جاوے یہاں مکرر بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کے دعوے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی۔ خدا کے وجود کا مُقر ہو گیا۔ اُس کے رسولوں۔ اُس کی کتابوں۔ بعث و حشر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا معتقد بنگیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اور ایمان بھی ایسا جو شافی و کافی بیان و توضیح سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور آپکے پکے پیرو ہو گئے اور خدا سب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھہ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے خواہ اُنکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں اُن کی بات بھی چلتی تھی دلوں میں اُن کا رعب و داب بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اُن کے حکم کی نافرمانی اور اُن کی رائے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا اقوال و افعال میں اُنکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم اُنکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر اُنکے مال و متاع۔ آبرو اور اُن کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو اُنکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و لحاظ کر کے اُنکے ساتھہ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جسوقت کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

خداکے پاس سے رسول بنکر آنے کا دعوے کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گذری جو کچھ گذری پھر آخر کار بہت سے لوگوں نے ان دلائل کے باعث سے جو اُنکے نزدیک آپ کے صدق پر قایم ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کرلی تو ان رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزین ہوئی اور دلائل کے صحیح ہونے کے باعث سے انہیں بھی پورا پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گردن اطاعت جھکانے اور آپ کی تصدیق کے اقرار کرلینے سے انہیں مانع ہوئی اور اُنکے دل میں یہ گذرا کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کرلیں گے اور آپ کے مطیع بنجائیں گے تو اُنسے اُنکی سرداری چھن جائیگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو اور لوگ اُن کی اطاعت کرتے تھے اب اُنہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اسکے کہ اُن کی کچھ رعایت کرکے کچھ فرق کیا جائے اُن پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تعمیل احکام کے لحاظ سے اُسکے سارے پیرو برابر سمجھے جاتے ہیں اور یہ کہ اُنکو اپنی قوم کے اموال جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تحت حفاظت میں داخل ہوجائیں گے اُسوقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہونچ سکتا ہے اور یہ کہ اُن میں سے جو کوئی کسی کے مال یا آبرو یا جان کے معاملہ میں زبردستی کریگا اُسکے ساتھ سوائے اُس صورت کے کہ صاحب حق معاف کردے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو اُنکے دلوں میں جاگزیں ہوگئی تھی اُسکو چھپا ڈالا اور ایسے امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف شان ہوں اور آپکے متبعین کو پراگندہ کردیں لیکن انہیں اپنا مقصد اس تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ اُن فرقوں پر شبہہ کرنا شروع کریں جو آپ کے پیرو بنگئے تھے تاکہ آپ کی جانب سے اُنکے دل مشکوک ہوجائیں سو وہ ان دلائل میں جنسے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح طرح کے احتمالات نکال نکال کر اور تاویلیں کرکرکے اُنکے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہوگئے تاکہ وہ دلیلیں اُن کی نظر میں یقینی نہ رہیں پھر اُسوقت اُنکو یہ کہنا ممکن ہو کہ جن دلائل پر آپ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں اعتماد کرلیا ہے وہ تو محض ظنی دلیلیں ہیں اور صرف اُنہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ اپنی مالوف رسمیں اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے چھوڑ دیں اور گذشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل ہوئے تھے اُنکے تارک بنجائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

پس اُنہوں نے ان واہی تباہی شبہوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اُس فرقہ کے پاس آئے جسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُسوقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ تمام فصحاء و بلغاء اُس کی جیسی ایک سورت کے لانے سے بھی عاجز ہیں اور اُس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے اُنہوں نے آپ کے دعوی رسالت کی تصدیق کرلی پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ اُنکو (یعنی محمد صلعم کو) ایسے درجہ کی فصاحت و بلاغت حاصل ہوگئی ہو جو آپ لوگوں میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور اسی وجہ سے آپ لوگ اُنکے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہوا کرتا ہے

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کمال دستگاہ حاصل ہوتی ہے حتےٰ کہ اسی فن کے
باقی جاننے والے اُسکے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہم لوگ اُسکی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتے۔ پس اُس فرقہ
نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی بنیاد اصلی اور فطرتی قابلیت اور استعداد پر ہے
لیکن اُس میں کمال پیدا کرنے اور اعلےٰ درجہ پر پہنچنے کے لیے بہت کچھ مشق اور اُسکے طریقوں کے مہارت کی ضرورت ہے
مثلاً اشعار کہنا اُنہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اُٹھانا فصحا سے سوال و جواب کرنا۔ بلغا سے
سبقت لیجانے کی کوشش کرنا تاکہ اُس کا قوی ملکہ پیدا ہو جائے اور اپنی فطرتی استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے اُنہیں کے زمرہ
میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کیسی ہی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی تو ضرور ہے کہ اُسکی
نوع میں سے اُس کی کوئی نظیر موجود ہو اُس کی صنعت میں سے اُسکی کوئی مثال پائی جاوے گو وہ اُس سے کسی درجہ میں کم
ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطرتی طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے ابتدائے
پیدایش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے
آپ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر گوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ بریں
آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں ہمنے یہ بھی دیکھا کہ فصحا سے سوال جواب کرنے
اور بلغا پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ برابر ہمارے سامنے ہی رہے اُن کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا
اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا شہرت پاتا ہے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پالیتا ہے جیسے
دن دوپہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلےٰ درجہ کے مفاخر میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہونچتے ہی
دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جسکا نام قرآن ہے لیے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے دانت کھٹے کر دیئے
اور بالکل ہی ہمکو ہرا کر ہمارا عجز اور ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختیار
کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھا طرز ہے ہمیں کہیں اُس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے
اور نہ خطبوں اور رسالوں کا سا اُسکا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اُس میں اقتدا کیا گیا ہوتا اور اسوجہ سے وہ اپنی عزت
میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کرلی جو اُسکے قرآن
میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اُسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور
پھر اُس میں ایسے درجہ پر پہونچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہونچ سکتا اشیاء کے موجدین میں تو عادتاً یہ امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادت
یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اُسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اُس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اُسکی تربیت کرتے
رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہونچ جاتی ہے رہا یہ امر کہ موجد اپنی ایجاد میں ایسے اعلےٰ درجہ پر پہونچ جائے
کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہوسکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی
بلکہ استقرار کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اُس صورت کے کہ ایجاد ادنےٰ درجہ کی اور معمولی ہو یہ امر ممکن ہی نہیں ہے
کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی عمر کے گذشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہونچ جاتے

جہاں کوئی نہ پہونچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے ایسے درجہ پر پہونچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہگئے یہ دونوں امر اس احتمال کو سرے سے باطل کرتے ہیں جسے کہ آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آپکے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہینگے اور اس بات کے قائل رہینگے کہ قرآن کا جیسا کلام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدا ہی کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے اسکے بعد یہ شک ڈالنے والے اُس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی تھی کہ اُسنے آپکے لائے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا جن سب کا کسی کلام میں مجتمع ہوجانا سوائے اُس صورت کے کہ وہ خدا کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اُس فرقہ کیجانب جسنے آپکی اس سبب سے تصدیق کی تھی کہ آپکی شریعت کی حالت بالکل منتظم اور باقاعدہ ہے اسمیں کل فضیلتیں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی پوری پوری کفیل ہے پس یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوے رسالت سے پیشتر بلاد روم کیجانب تجارت کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں آپکو بعض راہبوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے (بحیرا راہب جو آپکو شام کے رستہ میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے۔ ملا تھا اور آثار و علامات سے اُسنے پہچان لیا تھا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں جیسا کہ سیر نبویہ میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جسمیں تمام فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کرلیا ہو اور اُنسے آپ یہ شریعت سیکھ آئے ہوں اور اپنے بلاد میں آکر مدعی رسالت بنگئے ہوں اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپکے بلاد میں ایسے واقف کار لوگ موجود نہ تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اُسکے مثل وہ بھی لاکر آپکا مقابلہ کرسکتے اسلئے آپ لوگ اس وہم میں پڑگئے ہیں کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہ خدا ہی کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی ایسی کتاب جو اُن تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جنکی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو بڑے بڑے علماء و حکماء اور سیاست و ملکی انتظام کے ماہر بھی ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کرسکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق حسنہ اور ان عبادتوں پر مشتمل ہو جو سراسر حکم اور اسرار پر مبنی ہوں اور اسمیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات کے منتظم اور باقاعدہ بنا دینے کی ذمہ داری کرتے ہوں علی ہذا القیاس اور دیگر امور بھی اسمیں پائے جاتے ہوں جنکے پورے پورے بیان کرنے کے لئے تو بہت سی جلدوں کی ضرورت پڑیگی ہاں اجمالاً اُنکا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت اگر بفرض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اسکے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑیگی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گنی جاسکے اگرچہ ان باتوں کا سکھلانے والا بہت ہی کامل حکماء ہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی اعلیٰ درجہ کا ذکی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اُس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجار قریش کی ہمراہی میں جو روم کے شہروں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلاد روم تک گئے

بھی اور آئے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دیئے بھلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت جو اسکے لئے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے سیکھنے کی دشواریوں اور اسکے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکا سیکھ لینا تو پڑھے لکھے شخص پر بھی دشوار ہے اور بلا مدت مدید کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چہ جائیکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو امی (ان پڑھ) محض تھے نہ لکھے پڑھے ۔

پھر بھلا عقل کیونکر تجویز کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے باوجودیکہ امی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہے تھے اور آپ کا امی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون) جسکا ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو) ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش ہو سکتی تھی (نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے) آپکا امی اور ان پڑھ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلا اشتباہ ثابت ہے اسلیئے کہ آپ نے ہم ہی لوگوں میں نشو ونما پایا ہے اور ہمیں کبھی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے کبھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے یہ نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو اور اگر آپ ایسی قوم میں رہکر اس (کتابت) کو جانتے ہوتے جسمیں کہ سوائے معدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کرتے اور بھلا آپ (اگر جانتے ہوتے تو) چھپانے کا قصد ہی کیوں کرنے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اسکی جانب آپکو داعی نہ تھی بلکہ اسکے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑھے لکھے گروہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور اسبات کو عقل ہرگز نہیں تسلیم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور بحیری روم کے راہب سے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مدد لوں گا اور اسکے بعد مدعی رسالت بنجاؤں گا بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بیڑا اٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہو گئی کہ آپکے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اسکے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی بھروسہ پر رسالت کا دعوے کر دیا اسبات کا تو سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہٹ دھرمی پر کمر باندھ لے اور وہمی باتوں کا مطیع بنجائے اور نیز ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھلانے والے کے بلاد روم میں یا اور کہیں پائے جانے کی بھی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر جنپر کہ قرآن اور یہ شریعت مشتمل تھا حاوی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل روم کے ساتھ مخالطت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اسکا وجود نہیں چہ جائیکہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا ۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ مخالطت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپکی شریعت کی خوبی انتظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اس میں سے جو

کچھ سیاست اور اُنکے ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہوسکتا ہے کہ اُنکے علماء کے پاس
یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اُسکو شایع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا۔ یہاں تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے
جب اُنکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ انہیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت
سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد اعمال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف ہیں اور انکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں بتمام
درجہ مذموم جہاں گیجاتی تھیں پس عقل کیونکر اسبات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب نے یہ سب کچھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھایا
ہو اور اُسکو اسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے سیکھہ لینے سے جو موانع پیشتر
ذکر کئے گئے ہیں اگر اُنسے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی مانع بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ
وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اُس کو ظاہر نہیں کر دیا
ہے بلکہ ابتداء دعوی رسالت سے لیکر برابر تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین کامل ہوگیا اور ان قوموں
اور گروہوں میں پہیل گیا جنھوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا
ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپکو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان
پیش آتے جاتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی امر پر استدلال کرنے یا کسی شبہ کے دفع کرنے یا کسی
سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشتمل ہوا کرتی تہیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ حوادثات
مشکلات سوالات اور مصلحتوں کے موافق تھوڑے تھوڑے کر کے لوگوں کو پہونچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے
کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ دعوے رسالت کی ساری مدت میں جو جو واقعہ آپکو پیش
آتا جاتا تہا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اُسکے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت
ہم کو اور نیز اُن کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تواتر صحیح کے ساتھ نقل ہوکر پہونچے ہیں ضرور معلوم ہے۔
اب اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آیندہ کے حوادثات اور واقعات جن کا محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کو آگے چلکر اتفاق پڑنیوالا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپکو اپنے مخالفوں
کے ساتھ پیش آنیوالے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ سے اُسے معلوم ہوگیا کہ قرآن اور شریعت میں اُن
میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آیندہ آپ کے روبرو ہونے
والا تھا اور ہر شبہ کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آیندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے
ہر شے کے لئے جو امر ضروری تہا اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لادیا اور ہم منجملہ ان
واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جس کی نسبت کسیکے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آیندہ چلکر
واقع ہونگے اور آپ کو اُن کا اتفاق پیش آئیگا اور جس شخص کو تمام اُن واقعات پر جو آپکو بعد دعوی رسالت کے
ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی وہ یقین کر لیگا کہ اُن سارے واقعات پر جو آپکو اس مدت میں پیش آنیوالے

تھے کسی راہب کا جسکی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو علم ضروری تھا اُسکا مستحضر کر لینا بلاشبہ محال ہے سوا اسکے دھینگا دھینگی کر بیٹھا لے کے اور کوئی اسکا قائل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بعض بعض شخص (خواہ مسلمان فارسی ہوں یا اور کوئی) ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و معارف اور انتظامات ملکی میں شہرۂ آفاق تھے پس اس سے کونسا امر مانع ہوسکتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو حوادثات آپ کو پیش آتے ہوں اُنکے احکام اور جو سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہوں اُنکے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہے آپ پر وارد کئے جاتے ہوں اُن میں سے ہر ایک کا دفعیہ اور علاوہ اسکے جو کچھ ہو جب اُسکی آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اُسیوقت سب کچھ آپ اُن شخصوں سے پوچھ لیا کرتے ہوں۔ پس جب کبھی ان امور میں سے کوئی امر آپکو پیش آتا ہو تو آپ اُس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہوں اور اُس سے دریافت کر لیا کرتے ہوں پس وہ جیسی حالت ہو اُسکے موافق بتا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے اسبات کا وہم کرنا کئی وجہوں سے بالکل ہیچ ہے اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیاء کا سیکھنا سکھانا ایک ایسا امر ہے جو ایک آدھ نشست یا چند نشستوں میں پورا نہیں ہوسکتا اور مخفی ہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف اسی وقت تعلیم ہوسکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے۔ اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو لوگوں میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم فلاں شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام اُن علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلا سکنے والا ہوتا تو غایت درجہ کا محقق اور بڑا ہی صاحب فضل ہوتا تو لوگوں میں مشاہیر شمار کیا جاتا حالانکہ یہ اشخاص جنکی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے اس پایہ کے شخص نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں جن اشخاص کی معرفت و واقفیت کے لحاظ سے شہرت ہی نہیں ہے تو انکا شمار نہیں اور پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں سے بہتیرے لوگ شرعی احکام پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے اور وہ خود اُنسے اور اُنسے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور پوچھا کرتے تھے اور شاگردوں کی طرح اُن کے ساتھ فروتنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس پایہ کے ہوتے اور پھر بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور تیسرے اسوجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سکھلانے والے ہوتے تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطر ہوتے اور اگر آپ اُن کی اتنی قدر و منزلت میں کوتاہی کرتے تو انکو کب صبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بہتیروں سے اُن کا درجہ گھٹا

ع علاوہ بریں یہ شبہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر روم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تنہا نہ تھے بلکہ قریش کے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اُس راہب سے جو کچھ سیکھا ہوگا وہ ساتھیوں کو ضرور معلوم ہوگا۔ پھر دعوے رسالت کے وقت اُن میں سے کسی نے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کیونکہ اُن میں کے بہتیرے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ نہیں سیکھا ۱۲ مترجم۔

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر ذرا ناگوار نہ تھا۔

چوتھے اسوجہ سے کہ ہم نے ان اشخاص کی قوم سے اس کے بعد میل جول کیا تو ہم نے ان علوم۔ احکام اور جملہ بہلائیوں کی جامع شریعت کو جو سب کچھہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نپایا اور ان میں سے بہتری چیزیں ایسی ملیں جنکا انکے یہاں اصلاً ونقلاً کچھہ پتہ ہی نہ تھا بلکہ ہمنے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے انتظام ملکی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ اشخاص جملہ علوم ومعارف کو کہاں سے لائے جس حال میں کہ ان کی قوم انسے محروم تھی۔ پس اسے شک وشبہ میں ڈالنے والو اس بیان نے تمہارے سارے ان احتمالات کو جو تم نے ہم پر وارد کئے تھے باطل اور مہمل ثابت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک وشبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

ف
اب یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اسبات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت وبلاغت نے قرآن شریعت کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور کلام کی خوبیوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت وبلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہوگا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ بجائے اسکے گھر بار چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو منظور کر لیا جس کے باعث سے وہ مقتول ہوئے۔ انکے بچے قید کئے گئے۔ انکے شہر اجاڑے گئے انہیں جلاوطن ہونا پڑا پس انہوں نے آسان طریق کو تو چھوڑ دیا (اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی) اور لڑائی بھڑائی کے طریق میں جو سب سے دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ انسے کہنے لگے کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے جنہیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہونے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور یہ سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع بنگئے تھے انہوں نے یہ امر کسی غرض وغایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کرنیکا اسی اتباع کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہو تاکہ یہ انکے لئے انکے ملامت کرنے والوں پر حجت بنجائے رہا وہ فرقہ جسنے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گھر بار کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی وجہ سے کچھہ ضرر اسے اٹھانا پڑا۔ اسکی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتدا کی ہو اور آتش جنگ کے برافروختہ ہو جانے کے باعث سے انہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں اتنی مہلت نہ لینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اسپر مضطر کر دئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کی حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض وغایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے اسے ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ سرتا پا بے تکی اور بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ عاقل

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جسمیں اُسے دنیوی اور اُخروی نجات کی اُمید ہو اور بعد اسکے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ اُن رسموں کو چھوڑ دے جنکا وہ خوگر ہو رہا ہے اور اُنہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتی کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ اُنہیں اپنی رسموں کی بُرائی بھی معلوم ہو جائے تاہم اُن کا چھوڑنا اُنپر نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور اُن کا جی اُنپر جمے ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بناء پر عاقل اپنے دین کو اُسوقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اُسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جانے کا پورا پورا الیقین نہ ہو جائے علی ہذا القیاس وہ اپنی رسموں کو بھی خصوصاً موروثی رسموں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے اُنہیں اپنی نجات کی اُمید تھی چھوڑ دیا اور اپنی اُن رسموں کے بھی تارک بنگئے جنکے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور اُن سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور اُنہوں نے قران کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اسپر محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے کہ اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیجانب سے کچھ خوف ہوتا قران کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ اُن میں خود بہت ہی قومی قومی پاس ولحاظ موجود تھا اور اُنہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی (کیونکہ پہلے آپکے پاس کچھ تہا ہی نہیں) بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قایم ہوئی ہوتی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کر دینے والا سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قران کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپکے اور اُنکے حالات نیز اُنکے اتباع کرنے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوتی ہے پس اگر اُنکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قران کے اسقدر فضائل پر مشتمل ہونیکا جنکے جمع کرنے سے انسان عاجز ہے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کبھی اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جسکی وجہ سے اُنہیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعث نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسموں کے ترک کرنے کی مشقت اُٹھانا پڑی حالانکہ وہ عقیل وفہیم اور بیخوف تھے۔

رہا فصحاء و بلغا کے حق میں جنکا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ اُنہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جسکی وجہ سے اُنہیں بہت سے نقصانات اُٹھانا پڑے یہ کہنا کہ لبسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے آنسے جنگ کی ابتدا کی ہو اور اُنکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے اُنکو بلانا اور اُنکا باز رہنا ایک آدہ واقعہ یا ذرا سی مدت میں ہوتا تو البتہ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ اُنکے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین اُسوقت تک ہرگز لڑائی واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپنے بارہا قران کو معارضہ کے لئے اُن پر پیش نہیں کر لیا اور کھلے خزانہ اُسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اُسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور اسپر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تہوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپکے اسقدر پیرو بھی نہیں ہوئے تھے جنسے کہ لڑائی کیجا سکے پھر اسکے بعد بھی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ برافروختہ

ہوچکی جب کبھی آپ کو مہلت ہوئی آپ برابر قرآن کو مقابلہ کے لئے اُنکے سامنے پیش کرتے رہے اور اُنہیں اُسکے معارضہ کی جانب بلاتے رہے اور اُنکے اور آپ کے درمیان صلح بھی بہت ہوجایا کرتی تھی اور اوقات صلح میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اُن لوگوں کے ساتھ بارہا یکجائی کا اتفاق ہوتا تھا۔ پس اگر اُنہیں معارضہ پر قدرت ہوتی تو اُنہیں ممکن تھا کہ مصالحت اور فرصت کے زمانہ میں قرآن کا معارضہ کرتے اور جو کچھ وہ قرآن کے مقابلہ میں لاتے اُسکو آپ کے پاس بھیجدیتے اور قبائل عرب میں اُس کو شایع کردیتے تو کوئی نہ کوئی اُنکا مددگار کھڑا ہی ہوجاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اسکا قصد ہی نہیں کیا نہ آپ کے ابتدائے دعوے میں نہ وقت جنگ میں۔ نہ زمانہ صلح میں۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت سے آپ کی اور آپ کے پیروی کرنے والوں کی صرف ہجو کرنے پر مضطر ہوگئے۔ رہا قرآن کا معارضہ اسبارہ میں تو اُنکے مُنہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلا اور اگر کسی نے قرآن کے معارضہ میں کچھ کہا ہوتا تو ہم پر مخفی نہ رہ سکتا اور مشرق سے لیکر مغرب تک برابر اُسے روایت کرنے والے نقل کرتے اسلیئے یہ سارے احتمالات جنسے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا بالکل غلط اور باطل ہیں اُنکو سوائے اُس شخص کے جسے تحقیق سے کچھ سروکار نہ ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرقوں کا جو معاملہ تھا اُس کی حقیقت حال سے محض ناواقف ہو اور کوئی نہیں تجویز کرسکتا۔ پس ہم ان سب واہی و تباہی احتمالات کو چھوڑتے ہیں اور اپنی پیشتر کی دلیل پر اعتماد کرکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلاکسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور اُسیکا اقرار کئے جائیں گے۔

ف

پھر یہ بہکانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جھکے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اُسوقت تصدیق کی تھی جبکہ اُنہوں نے خوارق عادات اور طبعی قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہوئے مشاہدہ کرلئے تھے۔ پس اُنسے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارق عادات ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک قسم کا جادو ہو یعنی اُنہوں نے تم لوگوں کی نظربندی کردی ہو جسکی وجہ سے تمہیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بندھ گیا ہو۔ تو اُس فرقہ نے اُنہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیحالت جادوگروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم کرتے ہیں بُرائیوں سے روکتے ہیں اور جادوگروں کی یہ حالت دیکھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے رذیل اور ادنےٰ درجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے امور خارق عادات کا کرنا کسی ادنےٰ درجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اِس غرض سے امور خارق عادت کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلوں کو اطمینان حاصل ہوجائے اور آپ کی شریعت سراسر مکارم اخلاق پر مشتمل ہے تمام بُرائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپکی حالت تو صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہ مستقیم پر چلنے۔ خلق خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہ فلاح اختیار کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی بھی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوئی ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارق عادت امور کے سرزد کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسیکو قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور امر خارق عادت کو سرزد کردینا خدا کیجانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

ف ان لوگوں کا اس [illegible] شبہات وارد [illegible] معجزات [illegible] خوارق عادات [illegible] تصدیق کی تھی [illegible]

سکے قائم مقام ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ ان امور میں میرا بندہ سچا ہے جو میری جانب سے وہ تمہیں پہونچاتا ہے اور عالم کے عادی قوانین قدرت کو اسکے ہاتھ پہ میرا خرق کر دینا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا ہی میری جانب سے اس کے دعوے کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ بریں بعض خارق عادت امور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت عقل ہرگز تصدیق نہیں کرسکتی کہ جادوگروں کو ان پر قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا میدانوں میں سفر کر رہے تھے سب نے بچشم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جنہوں نے اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور آکر خبر دی تھی جو دور دراز مقامات سے وارد ہوئے تھے جنکا افق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے افق کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انھوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا کہ چاند شق ہو گیا تھا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے جنمیں سے ہر فریق میدانوں میں جدا جدا مقام پر تھا اسبات کا سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو دھینگا دھینگی کرے یا اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادوگروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ بریں ہم نے بعد اسکے کہ ان خوارق کے باعث سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوب خلا و ملا بھی بڑھا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت میں سرتاپا راستی اور وہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے والے کو سراسر بہبودی اور بھلائی حاصل ہو اور تمام نقصانات سے وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور راستی میں گو رسل سابقہ کی شرائع کے مثل نکلی لیکن تمام ابواب کمالات پر پورے طور سے حاوی ہونے کے لحاظ سے آنسے بھی فوقیت لیگئی اور ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادوگروں کی سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھلاتے تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکر ادا کیا کریں کنبہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کریں اور باوجود اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پدر شفیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو انکے مال و دولت کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذیذ چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہمنے پیشتر بیان کیا اسکی بنا پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا ہو گیا اور ہر منصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اسلئے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی برابر تصدیق کرتے رہینگے اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اسکے بعد یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس سبب سے استدلال کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور تھیں جسکو انکے بعد خدا بھیجنے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہوگئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہوچکی ہوں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کرنے سے پہلے ہی گذر چکے ہوں تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے ان رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کر کے دیکھا ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارد ہونے کے بعد ہوئے ہیں پس ہمیں تو اسمیں سے کوئی بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہوجاتیں اور اگر کوئی ایسا ہوا ہوتا تو رسولوں کی ساری تاریخیں اسکے ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اسکی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کیجاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں ہی میں کہیں نہ انکا ذکر ہوتا کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیا ایسے پائے گئے ہیں جنمیں بعض بعض علامتیں پائی گئی ہیں لیکن اُن سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جسمیں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے اپنے استدلال کی تقریر میں اسکی توضیح کردی ہے (اپس وہیں دیکھ لینا چاہئے) پھر یہ لوگ اُنسے کہنے لگے تمہیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی جانب سے آیندہ کوئی رسول آئے جسپر یہ ساری علامتیں منطبق ہوجائیں اور ان کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس سے وہی مقصود ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہوگئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا دو شخصوں میں مجتمع ہوکر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کیجاتی ہے کہ اُسنے رسولوں کو بھیجا اور اُنپر کتابیں اور وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی علیم و حکیم ہے اسلئے جتنی آیندہ ہونے والی باتیں ہیں اُن سب کا علم بھی اُسے ضرور ہونا چاہیئے۔ پس جب اُسے یہ معلوم تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیندہ ہوں گے اور رسالت کا دعوی کرینگے اور ساری علامتیں اُنپر منطبق ہوجائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُنکے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہمکو اسپر ضرور آگاہ کردیتا چاہیے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہدیتا کہ آیندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب اُسپر منطبق ہوجائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُسکے بعد آئیگا اور چونکہ خدائے سبحانہ کیجانب سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اسلئے لازم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان علامات کا دو شخصوں میں پائے جانے کا احتمال جسکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ وہ بلاشک محال ہے کیونکہ اس سے یا تو اللہ تعالے کا آیندہ کے واقعات سے جاہل اور ناواقف رہنا لازم آئیگا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے افعال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دھوکے میں ڈالا کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہوچکا ہے) پس جو شئے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے دو شخصوں میں پائے جانے کو عقل

ہرگز تجویز نہیں کرسکتی اسلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی جنمیں یہ ساری علامتیں تمام پائی گئی ہیں قطعاً مراد ٹھہرے اور ہم اپنے استدلال کی تقریر میں پورے طور سے اس کی شرح بیان کر چکے ہیں پس بلا کسی شک وشبہ کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہم برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

ف

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس طرح استدلال کیا تھا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو آپ کی تصدیق پر یہ سارے دانا اور عقلمند فرقے اتفاق نہ کر لیتے بعد اسکے کہ وہ آپ کے نہایت شدت سے مخالف تھے اور آپ کی بڑے زور وشور سے تکذیب کیا کرتے تھے اور اپنے عقائد ورسموں کے بڑے حمایت کرنے والے تھے اور نہ انکو آپ کے صدق کی اسقدر کثرت سے دلیلیں ملتیں لیکن چونکہ یہ سارے عقلمند فرقے آپ کی تصدیق پر متفق ہوگئے اور انکو اسقدر کثرت سے دلیلیں مل گئیں اسلئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم صادق ٹھہرے تو یہ لوگ انسے کہنے لگے احتمال ہے کہ ان فرقوں کی دلیلوں میں سے ہر دلیل ظنی ہو جس سے یقین نہ حاصل ہو سکتا ہو اور جب یہ حالت ہو تو ساری دلیلیں مجموعی طور پر بھی ظنی ہی رہیں گی کیونکہ مجموعہ کی حقیقت سوائے ان آحاد واجزا کے اور کچھ نہیں ہوا کرتی پس اعتقاد اور دین کے چھوڑ دینے کے بارہ میں اسپر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانیہ کی وجہ ان میں سے ہر فرقہ کی ظنی دلیل کو یقینی دلیل کا لباس پہنا دیا ہو۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ان فرقوں میں سے جنھوں نے ان دلیلوں سے استدلال کیا ہے ہر فرقہ کی یہ حالت ہے کہ جب انمیں عاقل غور کریگا اور یہ دیکھے گا کہ وہ سب عقلمند اور اپنے عقائد اور عادات کے بڑے حامی وطرفدار تھے تو اس کی عقل ہرگز اس کی تصدیق نہ کریگی کہ ان فرقوں نے اپنے دین اور اپنی رسموں کے ترک کرنے میں کسی ظنی دلیل پر اعتماد کیا ہو اور اپنی دلیل کی تنقیح اور اسبارہ میں یقینی دلیل پر اعتماد کرنے میں سستی یا کوتاہی کی ہو کیونکہ جس امر کی انھوں نے پیش قدمی کی ہے اسپر ان کا پیش قدمی کرنا کوئی معمولی اور ہلکی بات نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اسبارہ میں تحقیق وتدقیق سے کام نہ لیتے اور اس کو مہمل رہنے دیتے۔ پس جس چیز سے کہ عقل سلیم کی تسکین ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ان میں سے ہر طائفہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے میں سوائے قطعی دلیل کے جس سے یقین حاصل ہو سکے اور کسی دلیل پر اعتماد نہیں کیا ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل کا یقینی ہونا اس تقریر سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا تاہم ان ساری دلیلوں کا ایک ہی نتیجہ پر متفق ہو جانا اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا صدق ہے خود ایک مستقل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ہمیں آپ کے دعوے کی صحت کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ جب علیحدہ علیحدہ ہر ایک دلیل ظنی ہو تو ان سب دلیلوں کا مجموعہ بھی ظنی ہی ہوگا کیونکہ مجموعہ سوائے ان آحاد واجزاء کے یکجائی طور پر لحاظ کرنے کے اور کسی چیز کا نام نہیں ہے تو یہ کہنا تسلیم کے قابل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مجموعہ گو انہیں آحاد واجزاء کا نام ہے لیکن ہر جزء کے اور مجموعہ کے حکم میں محسوسات اور معقولات دونوں کے اعتبار سے بڑا فرق ہے دونوں کا ایک حکم نہیں ہو سکتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں (اسکی تفصیل اس مقام پر گذر چکی ہے جہاں ان فرقوں کی دلیلوں میں تاویل کرنے والے لوگوں پر رد کیا گیا ہے جنھوں نے

اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بھیجا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھہ اور بیان کردیا جائیگا) کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک موٹی سی رسی چند مہین تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جسمیں سے ہر تار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تنہا منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب تاروں کا مجموعہ جسے رسی کہتے ہیں اُسکے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اس حالت میں بھی ہے اگر کسی مجمع سے ایک جماعت کثیر جسمیں کہ وہ ایک تقریر کرنیوالے کے پاس حاضر تھے جسنے ان میں تقریر بیان کی تھی نکلے اور ان میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اثناء تقریر میں منبر سے گر پڑا اور اُس کا سر پھٹ گیا۔ پس اس صورت میں ان میں سے ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ ظنی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اُسنے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی طور پر ضرور یقین کو مفید ہے عقل اسبات کو محال سمجھتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا ہو لاسلئے ہر ایک اُن میں سے ایک جدا جدا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جائے جو اتنے بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اُسوقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اس شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی تو یہ کہتا ہو کہ مینے آج اوسکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُسکے کپڑے آگئے ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اُسکی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگئے ہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ میں نے اُسکے عزیز لڑکے کو جسے کہ وہ کیا سفر اور کیا حضر ہمیشہ اپنے ساتھہ رکھتا ہے اور اُسکی عادت ہے کہ کبھی اس سے جدا نہیں ہوتا وہ بھی آگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سر ہونے کی آواز سنکر بعض توپخانہ والوں سے اس کا سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ آج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سر ہو رہی ہیں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُسکے اہل عملہ کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اُترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی جاتے تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھہ اور انہیں سے ہر ایک نے ایک ایسی دلیل بیان کی کہ جب اُسے بجدذاتہ دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور اسی وجہ سے حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں نہ ہو لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہونگی اور مجموعی طور پر اُن سے بلا شک قطعی علم حاصل ہو جائیگا۔ ہاں آپ لوگوں کا یہ کہنا احتمال ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیانیہ کے زور سے ہر فرقہ کے لئے ظنی دلیل قائم کر دی ہو اور اوسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اسبات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت سے کچھہ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عقل کو ذرا بھی دخل نہیں۔ پس کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین کے پیرایہ میں انہیں مزین کر دیا بھلا غور تو کیجیے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحاء و بلغاء میں قرآن کے معارضہ سے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی معجزہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شبہے اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب اُس موقع پر گذر چکا ہے جہاں پیشتر مادی فرقہ سے گفتگو ہوئی ہے پس چاہیئے کہ وہیں دیکھہ لیا جائے)

فرض کر لیجیے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رسل سابقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیاریہ کی قبیل سے مذکور تھیں اپنے میں پیدا کر لی ہوں مثلاً یہ کہ آپ نیکی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے۔ انصاف سے حکم کریں گے کفار سے محاربہ کرینگے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جسمانی علامتیں پیدا کر لینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں شانوں کے مابین آپکے بادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے۔ اور کیا ان علامتوں کا پیدا کر لینا بھی آپ کے اختیار میں تھا کہ جو اختیاری نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال مندی میں جنکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا۔ اور ہدایا کا بادشاہوں کے پاس سے آپ کے پاس وارد ہونا۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ اور صحرا کا آپ کے ذکر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنا۔ اور صحرا سے مراد وہ دیار ہیں جنہیں قیدار سکونت پذیر تھے اور آپ کا (سلیع) پتھر کے مانند ہونا جسے معماروں نے رد کیا ہو اور وہ کونے کا سرا بنگیا ہو۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا۔ حبشہ کا آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑنا، یمین کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فروتنی و اطاعت سے پیش آنا۔ آپ کو سبا کا سونا دیا جانا۔ روئے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا زراعت کثیر کے مثل ہونا آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھتا جانا۔ آپ کے غلبہ کے بعد بتوں کا ٹوٹ جانا اور زمین پر ڈال دیا جانا۔ اور جن بادشاہوں سے آپ کا محاربہ ہوا ہو پرندوں کا انکے گوشت کو کھانا۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق و زنجیروں میں باندھکر لے چلنا اور گھسیٹنا۔ خدا کا ان سے قوم بنی اسرائیل کو غیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضبناک کرنا۔

(ان علامتوں کا انطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسنے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا پس وہیں دیکھنا چاہیئے)

پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے ہمیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کیے تھے سب ناممکن ہیں عقل سلیم جو تعصب سے خالی ہو انکی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اسلیے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے۔

پھر یہ بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف جھکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پھر اسنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی تھی اور آپ کا پیرو ہوگیا تھا اسلیے کہ مھدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل بیان کر دیے تھے اور ان کی تشریح کر دی تھی جو حدوث عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں انکے مذہب کے بطلان پر اور نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور اسکے احکام یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہے کہ طریق تصدیق میں انکو سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اسنے رفع کر دیا تھا پس ان بہکانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ ان مذاکرات اور مباحثات پر اطلاع حاصل کر لی جو اس فرقہ اور مھدی عالم کے مابین واقع ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید ہو سکتی تھی ان سب کو اس مھدی عالم نے اپنے مباحثوں میں رفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا منہ لیکر رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے اور کچھ گنجایش باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنادیں جسکی وجہ سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

میں اُن کی تسکین ہوگئی ہے پس اُنسے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیانیہ اور قوت استدلال بڑھی ہوئی ہو اور اُس کی نظر وسیع ہو مباحثوں کے مختلف اسلوب وطرز اور اُنکے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو اُسنے اپنی جادو بیانی کے اثر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو لبھا لیا ہو یہانتک کہ آپ کو یہ خیال بندھ گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح و حق ہے پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے لمبے چوڑے علوم پر مبنی ہیں محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کیوجہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُسکے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اسلئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کرسکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہت ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو ہمارے سامنے دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتبس کردینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر ناصواب اور غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزوں میں اُسنے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور آنسے ہماری عقلوں کی تسکین کردی ہے ان سب میں اُسنے واضح طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقتضا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُسنے ہمارے لئے صحیح دلیل سے جو حقائق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کردیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُسکے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار دلالت کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قایم کردی اور جتنے شبہے اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کردیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کرکے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کردیا کہ کائنات کی تفاصیل اور اُنکے اسرار و حکم سے جنکے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدائے پاک کے وجود پر اُسکی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُسکے بعد اُسنے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور بظاہر اُنکے خلاف تھے اُن میں باہم تطبیق دیدی یہانتک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُنسے ہمارا گریز کرنا جاتا رہا پھر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بعث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو جو نقصانات اور قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اُسنے ہمیں کھُلم کھُلا دکھلائیں۔ پھر اسکے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں غور کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کرکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرلی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب دلیلیں صحیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جنکے اسقدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہوجانے کا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اسوقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہوگیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد بجز جان بوجھ کر گمراہی اختیار کرلینے کے اور کیا رہگیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اسکے دعوے بگھارا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد خیال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے بلا تکلف قبول کرلیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی ہم کیونکر دھینگا دھینگی کریں اور امرِ صواب کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً دھینگا دھینگی بھی کیسی جسکا نتیجہ ابدی بدبختی اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بجز اسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجائش نہیں ہی اسلئے ہم نے کامل درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے پیرو بنگئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو شامل لانا کچھ نفع نہیں دے سکتا آپکو اور آپ کی خیر خواہی کو ہمارا اسلام ہے آپ اپنی خیر خواہی رہنے دیجئے اور ہمارے پاس سے تشریف لے جائیے -

اب اسوقت یہ بہکلنے اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیں غیں کرتے ہوئے خالی ہاتھوں لوٹ آئے اور اُن کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فسادیوں کی کارروائی کو راس نہیں لگنے دیا کرتا -

یہ تو ہو چکا اور سنئے کہ منجملہ تمام جماہیر کے جنکے مابین محمد صلے اللہ علیہ وسلم دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے ایک ایسا فرقہ بھی تھا جنکے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کُند تھی اور تعصب میں ایسا کڑا تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ ٹلسکے اور وہی مرغے کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سُنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سوء اختیار سے یہی اچھا سمجھا کہ اپنے معتقدات اور رسوم پرانہ پر دُھند تعصب کے ساتھ جمے رہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی دلیل اور سند کے صرف یہ کہکر تکذیب کیا کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسموں پر تو ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے ہم تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کیوجہ سے انہیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور بھلا کیونکر چھوڑ دیں حالانکہ ہمارے اسلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست خیالی اور اپنی اسی ہٹ دہرمی پر اصرار کیا کئے پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طرز اور خطرناک طریق کی پیروی کے ساتھ اپنی گمراہی میں رہے اور انھوں نے امرِ صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انھوں نے اپنے خیالات کی جاہلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غاروں میں جا گرے۔ اور ذلت وخواری کے سب سے نیچے طبقہ میں اُتر گئے خدائے پاک اس عناد اور سرکشی میں انکو ہرگز معذور نہ رکھے گا قیامت کے دن اُنسے ضرور انتقام لے گا۔ ۱۸

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا کُند تھا جیسا کہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے نزدیک اُن کا یہ عذر چل جائے اور وہ یہ کہدیں کہ اے ہمارے رب جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے اُنکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اسلئے ہم اُنکی تکذیب پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا اُنکے خیالات کا پست اور عقلوں کا کُند ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ اُنکی اصل خلقت میں کسی قسم کا نقصان تھا اور اُن کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجنونوں اور حیوانات کے درجہ پر اُتر جائیں یہاں تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر جمے رہنے اور اُس کی تحقیق نہ کرنے میں

[illegible]

خدا کے نزدیک معذور سمجھے جائیں اور تکلیف شرعی اور خداوندی احکام کی تعمیل جس کا خدا نے بندوں کو اپنے رسولوں کی زبان سے مکلف بنایا ہے اُنسے ساقط ہو جائے بلکہ یہ عقل کی کُندی اُن میں اسوجہ سے تھی کہ وہ شہوات میں غرق تھے لذات کے خیال میں لگے رہتے تھے مرغوبات دنیوی اور اپنی ہوا و ہوس میں پھنسے رہا کرتے تھے اسی لئے غور و تحقیق کا طریق انکو بار معلوم ہوا اور خواری و ذلت میں مبتلا ہو گئے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ ہم انہیں مرغوبات کی تحصیل اور دربارہ دنیوی مقاصد کے اپنے مقابل و مخالف سے مجادلہ کرنے میں دیکھتے ہیں کہ وہ بڑے غور و فکر سے کام لیتے ہیں بڑے بڑے استدلال کرتے ہیں۔ اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے بڑے محقق اور باریک بین بنتے ہیں ایک ایک سوئی کے لئے بھی بڑی بڑی فکریں کرتے ہیں۔ پس جب انہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوےٰ سُنا تھا تو اسکے بارہ میں غور و تحقیق کرنے سے انہیں کونسا مانع پیش آگیا تھا ہی نا کہ وہ اپنی شیخی اور ہوائے نفسانی میں پھنسے تھے دنیائے فانی پر مائل ہو رہے تھے پس قانون انصاف کے موافق قیامت کے دن وہ خدا کے انتقام کے مستحق ہوں گے سوائے انصاف کے انپر تنکا برابر بھی ظلم نہ ہوگا (اسی طرح آپ بہتیرے لوگوں کو دیکھیں گے جو لذات اور فانی مرغوبات کے حاصل کرنے میں پھنسے ہوئے ہیں اپنے عقائد کی تصحیح اور عبادات و معاملات کے سیکھنے سے اپنے آپ کو انہوں نے مہمل چھوڑ رکھا ہے اسکی ذرا پروا نہیں کرتے اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ شریعت تمہیں ان چیزوں کے سیکھنے کی تکلیف دیتی ہے اور اسکا حکم کرتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہماری عقلوں میں اُنکے سمجھنے کی طاقت ہی نہیں ہے انکو جان ہی نہیں سکتیں ہم اتنی سمجھ اور عقل کہاں سے لائیں جو ایسی باتوں میں غور کر سکیں حالانکہ مرغوبات دنیوی کے حاصل کرنے اور ادنےٰ ادنےٰ چیزوں پر اپنے مخالفوں سے جھگڑتے ہیں آپ کو وہ بڑے مدقق فلاسفر اور محقق حکیم نظر آئیں گے پس اگر وہ اپنی عقلوں کو جو خدا نے انہیں عنایت کی ہیں اس قدر علم کے سیکھ لینے کی طرف متوجہ کرتے جتنا کہ خدا نے اُنپر فرض کیا ہے تو وہ اپنے میں سیکھنے کی قابلیت اور سمجھنے کی ضرور استعداد پاتے لیکن کاہلی اور شہوات میں پھنسے رہنے اور ہر وقت متاع دنیا کی تحصیل نے انہیں مدہوش و سرگرداں بنا رکھا ہے اپنے ظاہر کو عمدہ عمدہ لباس سے آراستہ کرتے ہیں اپنے شکم کو طرح طرح کے کھانوں سے سیر کرتے ہیں اور اُن کی عقلوں کو دیکھئے کہ سچے علوم اور معارف حقہ کے زیور سے بالکل خالی ہیں پس وہ شریعت محمدیہ کی نظر میں کسی طرح معذور نہیں ٹھہر سکتے خدا اُنسے قیامت کے دن اُن امور کی نسبت ضرور پوچھے گا جن چیزوں کے سیکھنے کا اُسنے انہیں حکم دیا تھا اور اسوقت اپنی کوتاہی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔

ف علےٰ ہذا القیاس اُن فرقوں کے ساتھ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے جہالت۔ نادانی۔ اور گمراہی کیوجہ سے انکار کیا کرتے تھے۔ آپ کی برابر یہی کیفیت رہی کہ آپ اُنکے لئے اپنے دعوے کے صدق پر براہین و دلائل قائم کیا کئے۔ اُنکے روبرو وعظ و نصیحت پیش کرتے رہے حتی الامکان اُن کی تالیف قلب میں کوشاں رہے اُنکو راہ حق کی ہدایت کرتے رہے اسی طرح دعوی رسالت کئے ہوئے آپ کو ایک مدت گذر گئی اور آپ کو سوائے اسکے اور کچھ حکم نہ ملا کہ آپ انکو موعظت و تبلیغ کرتے رہیں اور نہایت خوبی کے ساتھ اُنسے مناظرہ کیا کریں لیکن جب عقول سلیمہ اور انظار صحیحہ کے نزدیک یہ بات ظاہر مدلل

ف [illegible]

اور پھر یہ بھی کہ ان لوگوں کے ساتھ دلیل و برہان سے کام نہ چلیگا انہیں نصیحت نفع نہ بخشیگی اور انکو ہدایت کرنے کا کوئی ثمرہ نہ ہوگا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے رہنے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے ہی نفسوں کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذارسانی میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ مکاری و دغابازی سے پیش آتے تھے انکے دین کے رستہ میں اڑنگا لگاتے تھے انکے لیئے نئی نئی ضرررساں باتیں ایجاد کیا کرتے تھے انکے ساتھ شریروں اور فسادیوں کا سا معاملہ کرتے تھے تو پھر اس وقت خدا نے آپ کو اجازت دی کہ آپ اپنے اعدا اور جھگڑالو دشمنوں سے جو بالکل کند طبیعت اور ناسمجھ ہیں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذارسانی اور فساد کو دفع کریں اور سرکشی و عناد کی جڑ ہی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لیئے شریروں کی بیخ کنی پر جرات کیجاتی ہے اور اگر کسیکا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے لئے اسکا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر و مشروع کیا ہے جس سے رفق و آسانی کی بھی گنجایش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے جانے نہیں پاتا اور صورت اسکی یہ ہے کہ مخالفین کو پہلے اسلام اور خدا تعالے کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجانب موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں کی طرح وہ بھی سمجھے جاتے ہیں اور اگر انکو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جنکے لغت میں شریعت محمدی نازل ہوئی ہے اور انکو کسی آسمانی کتاب یا دین کا شبہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں کی طرح اور کوئی نکلے تو انکے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں (جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے حق میں تھا اور وہ فرقے حیثین ہیں اور جنکا انکے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر استثنا میں ہے اور نیز اسی شریعت میں مرتد اور بتوں کے لیئے جانور ذبح کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی حکم تھا) اور اگر وہ مشرکین عرب میں سے نہ ہوئے تو انسے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جانیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح انکے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح انکی آبرو مسلمانوں کی آبرو کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں ذرا بھی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا انکو گالی دینا یا کسی ادنی اکدر کرنے والی شے سے ایذا پہونچانا ہرگز جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شرعی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل انہیں بھی سزا دیجائیگی جیسے مثلاً تادیب کی غرض سے۔

اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اسوقت انسے محاربہ کیا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال اور انکا خون مباح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسی علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ انسے تجاوز کرنا جائز نہیں

چنانچہ حکم ہے کہ بچے اور عورتیں نہ قتل کیجائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھکر گوشہ گیر ہو گئے ہیں (یعنی راہب) ہاں اگر ان میں سے کسیکی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بتاکر کیوں نہ ہو تو وہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماننے والوں میں سے جو لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو نازیبا سمجھا تھا اسلئے کہ اس میں جانیں تلف کیجاتی ہیں۔ مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کرکے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں معیوب سمجھی جا سکے اور یا شرائع سابقہ کے احکام کے علاوہ اس میں کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر ہیگی تو یہ کہ اس دین میں بہت سی تحقیقات اور آسانیاں کردی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو بہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ انکے بچے اور عورتیں قتل نہ کیجائیں انکا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ حتیئین وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جنکا ذکر سفر استثنا میں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ انکے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے ذی حیات ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے سب کے سب قتل کئے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد بنی اسرائیل میں سب سے زیادہ تھی پس خدا نے بنی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو ایماندار تھے ان سب کے قتل کا بے کھٹک حکم دیدیا اور انکے ہلاک کرنے کے بارہ میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفر عدد میں ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کر ڈالو۔ پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کروگے تو جو لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے تمہاری آنکھوں میں میخوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جسمیں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کرینگے اور پھر انکے ساتھ جو معاملہ کرنے کا میں نے ارادہ ٹھان لیا تھا وہ تمہارے ساتھ کروں گا رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب بلائے جائیں گے پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کرلیں خواہ ایمان لاکر یا جزیہ اختیار کرکے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو انسے محاربہ ومقاتلہ کیا جائے پھر جب انپر ظفریابی حاصل ہو تو انکے مرد قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کرکے لونڈی وغلام بنائے جائیں انکے جانور اور مال ومتاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کردیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی امتوں کے لئے حلال نہ تھا بلکہ اسکا جلا دینا انپر واجب تھا۔ ذرا[ف] یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسے علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توریت

ف یہ ممکن ہے کہ اکثر امم سابقہ میں یہی حکم ہو یا یہ کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہو باقی جلا دیا جاتا ہو بخلاف ہماری شریعت کے کہ اسمیں یہ کل مجاہدین کا حق ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

ہیں تھے یوشع علیہ السلام چلتے ہے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور انکی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو انکی مملکت پر تسلط حاصل ہوگیا۔ اور سفر سموئیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو اجاڑ ڈالتے تھے اور اہل جاسور۔ جزر اور عمالقہ میں سے کسی مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے انکے جانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر مذکور میں ہے کہ مواب کے رہنے والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہوگئے تھے اور انکو خراج دیا کرتے تھے اور انہوں نے عافار سے ایک ہزار سات سو سوار اور بیس ہزار اسکے پیادے لے لئے اور قبیلہ آرام میں سے بائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانوں کے سات سو گھوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قریہ رابہ میں رہتی تھیں گرفتار کر لیا اور آروں سے چیر ڈالا اور لوہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور چھریوں سے انکے ٹکڑے کر دیئے اور اسی طرح بنی عمون کے سارے قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بعل کے نبی ہیں چار سو پچاس آدمیوں کو ذبح کر ڈالا اور پھر بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے تمام اعمال کو نیکیوں میں سے شمار کیا اور منجملہ انکے اعمال کے انکے جہادات بھی تھے اسلئے کہ انہوں نے زبور کے اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور میرا رب مجھے میری نیکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی پاکی کے مثل مجھے بدلا دیگا اسلئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اسلئے کہ اسکے سارے احکام میرے آگے ہیں اور اسکے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب اسکے ساتھ رہوں گا کیونکہ اسنے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا نے اسبات کی شہادت دی ہے کہ انکے جہادات اور جملہ نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اسنے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے میرا بندہ داؤد ہے جسنے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک عمل کئے اور پولس نے ان انبیاء کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں انکے اعمال نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا منشا قوت ایمان اور رحمٰن کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ سنگدلی اور ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہرا نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا جو گناہ سے بالکل منزہ ہوتے ہیں اسلئے کہ اسنے رسالت عبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اسلئے کہ میرے لئے وقت تنگ ہے۔ اگر میں جدعون۔ باراق۔ شمسون۔ یفتاح۔ داؤد۔ سموئیل اور ان انبیاء کا حال بیان کروں جنہوں نے ایمان سے ممالک پر غلبہ حاصل کیا۔ نیکی کے کام کئے سچے وعدے حاصل کئے۔ شیروں کے منہ بند کر دیئے آگ کا زور ٹھنڈا کر دیا۔ تلوار کی دھار سے نجات پائی ضعف سے نجے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہوگئے۔ بیگانوں کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پھٹ یہ کہے کہ داؤد کے جہادات تو سلطنت اور مملکت حاصل کرنے کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور اُن کو حلال ہوگا یا خدا کے نزدیک مبغوض
اور اُنپر حرام ہوگا پس اگر پہلی صورت ہو تو ثابت ہوگیا کہ پہلی شریعتوں میں خدا ہی کی جانب سے جہاد شروع تھا اور اگر
دوسری بات ہو تو نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ خدا نے اُن کے حق میں جھوٹی شہادت دی جس کو ہم سفر ملوک سے پہلے
نقل کرچکے ہیں اور نیز اس بنا پر اپنے بارہ میں خود انہیں کا قول جھوٹا ہو جائیگا اور اُنکے حق میں پولس کی شہادت کاذب
ٹھیریگی اور یہ ایسی بات ہے جسکو ہر وہ شخص جو ان کتابوں کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہوگا جنمیں سے یہ اقوال نقل کئے
گئے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اور یہ بھی لازم آئیگا کہ ہزاروں بے گناہوں اور شیر خوار واجب القتل لوگوں کا خون انکی گردن
پر ہو حالانکہ ہلاک کرنے کے لئے ایک نیک آدمی کا خون بھی کافی ہے تو پھر انکو آخرت میں کیونکر نجات مل سکتی ہے مختصر
یہ کہ اگر ہمارے لئے خدا کے نزدیک جہاد کے مشروع ہونے اور شرائع خداوندی کے موافق مخالف کو قتل کرنے کی
دلیل سوائے اسکے نہ بھی ہوتی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت دجال اور اسکے لشکر کو قتل کرینگے جیسا کہ اہل
تثلیث کی جانب دوسرے خط کے دوسرے باب میں اور مشاہدات کے نویں باب میں اسکی تصریح موجود ہے تو جب بھی
ہمارے لئے یہی کافی ووافی دلیل ہے۔

جب ہم خدا کی عادت کیجانب نظر کرتے ہیں جو کہ فاعل مختار ہے اور جسکے افعال ظلم کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے بلکہ اسکے
سارے افعال سراسر عدل وحکمت ہی پر مبنی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدائے پاک کی یہ عادت ہے کہ وہ کفر کو مبغوض رکھتا ہے
اور آخرت میں یقیناً اُس کی سزا دیگا اور اسی طرح وہ گناہ کو بھی مبغوض رکھتا ہے اور کبھی کبھی کفار اور گنہگاروں کو دنیا میں بھی
سزا دیتا ہے چنانچہ کبھی کفار کو علی العموم غرق کرکے سزا دیتا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس اُن میں
سے سوائے کشتی والوں کے اور کوئی نہ بچا اور کبھی خاص طور پر کسیکو غرق کرکے سزا دیتا ہے جیسا کہ فرعون اور اُسکے
لشکر کو اُسنے غرق کردیا اور کبھی دفعتاً ہلاک کرکے سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسنے جس رات بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے
اہل مصر میں سے تمام انسان اور چوپایوں کی سب سے بڑی اولاد کو ہلاک کردیا جیسا کہ سفر خروج میں ہے اور کبھی گندھک اور آگ
برسا کر اور شہروں کو اُلٹ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ لوط علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا کیونکہ اُسنے سادوم اور عامورہ اور اُنکے گرد و
نواح کے بسنے والوں کو اسی طرح ہلاک کیا تھا اور کبھی بیماریاں بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسدودیوں کو اُسنے بواسیر سے ہلاک
کیا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل میں مذکور ہے۔ اور کبھی فرشتہ کو بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ اشوریوں کے لشکر کے ساتھ ہوا
کیونکہ ایک رات میں فرشتہ نے اُن میں سے ایک لاکھ پچاسی ہزار کو قتل کر ڈالا جیسا کہ سفر ملوک ثانی میں مذکور ہے اور
ایسے ہی گناہگاروں کو بھی کبھی دھنسا کر اور کبھی آگ سے جلا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسنے قورح۔ داثان۔ اور ابیرم وغیرہ کو
ہلاک کر ڈالا جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ پس زمین پھٹ گئی اور قورح۔ داثان۔ اور ابیرم اور اُنکی عورتوں اور
بچوں کو اور اُنکے مال ومتاع کو نگل گئی۔ پھر ایک آگ نکلی اور وہ ڈھائی سو مردوں کو کھا گئی جیسا کہ سفر عدد میں مذکور ہے۔ اور کبھی
دفعتاً ہلاک کرکے سزا دیتا ہے جیسا کہ قورح کی ہلاکت کے دوسرے دن جب بنو اسرائیل نے مخالفت کی تو اُسنے چودہ ہزار
سات سو کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اگر ہارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان نہ کھڑے ہو جاتے اور قوم کے لئے استغفار

نہ کرتے تو اُس دن پروردگار کے غضب کے سبب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اُسنے پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ اُنہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے سفر سموئیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کبھی موذی سانپوں کو بھیجکر سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ موسےٰ علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اُسنے اُنپر موذی سانپوں کو بھیجا تھا اور اُنکو کاٹ کاٹ کھاتے تھے چنانچہ اُن میں سے بہتیرے مر گئے جیسا کہ سفر عدد سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شرائع سابقہ کے احکام اور کفار کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور گنہگاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کرکے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ جب یہ بات سچ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے تو اُن کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفوں کو قتل کرنے اُنکے مال و متاع کو لوٹ لینے اور اُنکو غلام بنا لینے کے بارہ میں اوپر کوئی چیز معیوب نہیں ٹھہر سکتی خصوصاً جس حال میں کہ اُن کی شریعت کے جہاد میں بہ نسبت جہاد شرائع سابقہ کے ہم سہولت اور تخفیف بھی پاتے ہوں پس آپ کی شریعت شرائع سابقہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ یہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کرکے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔ اُنکے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اُسکے خلاف اور متضاد آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شرائع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اُسکے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے بارہ میں خاصکر محمدی شریعت ہی پر شبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدائے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو اور نہ شرائع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اُس سے یوں گفتگو کیجائیگی کہ پہلے خدائے عالم یعنی اللہ تعالےٰ کے وجود پر استدلال کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ مادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکا ہے) پھر بعد اسکے کہ اُسپر حجت قائم کر دی جائیگی اور وہ شرائع کی تصدیق کا التزام کرلے گا تو اُسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اُس ملت کی تصدیق کرتے ہیں پس اب ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دینگے کہ جو کچھ خدا نے شرائع میں مشروع اور مقرر کیا ہے وہ ضرور مستحسن ہے اور اُسوقت اُسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شرائع سابقہ کے مخالف نہیں ہے بلکہ اُسمیں بہت سی تخفیفات اور سہولتیں موجود ہیں جو شرائع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے

ف پھر بعد اسکے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین شایع ہو گیا اور اُسمیں جہاد مشروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ وہم ہوا کہ یہ دین محض تلوار کے زور سے قائم ہوا ہے اور اُسی سے پھیلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دھمکا کر دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کئے گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اُسے ضروری سمجھکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو اُنکے نزدیک غایت درجہ کی تفتیش اور تدقیق اور اس دین کی ابتدائی حالت کی تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات تحقیق ہو گئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے تو اُسوقت تن تنہا اور بے یار و یاور تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبہ ہی ایسا ذی قدرت تھا

جس کی حمایت کا آپ بھروسہ کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعوے رسالت کرنے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے کنبہ والوں کو باقی طائفوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور اُن سب کے مقابلہ کی تاب لا سکنا تو جدا رہا خود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب سے پہلے تکذیب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریر لوگ آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سب و شتم بنانے پر طیار اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر برابر جمے رہے اور ایذا رسانوں کی ایذا دہی پر صبر کیا کئے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور اُنکے لئے دلائل قایم کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کرتے رہے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے اُسکی برائیاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جنکی ہدایت منظور تھی اُنکے نزدیک حق واضح ہو گیا پھر عقول سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو مستحسن خیال کرنے لگیں اور جماعتیں کی جماعتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اسوقت آپ کو کسیکے ایک قطرہ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں دیا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جسمیں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) یعنے دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول جسمیں پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اہتدیتم) یعنے اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی خبر لو جب تم ہدایت قبول کر چکے تو جو گمراہی میں رہیگا وہ (اور اُسکا گمراہی میں رہنا) تمہارے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (من کفر فعلیہ کفرہ) یعنے جسنے کفر کیا اُسکا کفر اُسی پر پڑیگا اور اسیکے مثل اور آیتیں بھی موجود تھیں اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا التزام کر رکھا تھا اور جہاد مشروع بھی نہیں ہوا تھا تبھی ایک جم غفیر آپ کا پیرو بنگیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور اُنکے بھائی اُنیس اور اُن کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے آئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کیوجہ سے غفار کا آدھا قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کیجانب ہجرت کرتے اور جہاد مشروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے تراسی مرد مع اٹھارہ عورتوں کے مکہ سے حبش کیجانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہگئے تھے اور کوئی بیس آدمی نجران کے نصرانیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی ضماد ازدی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت[1] سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے اُن کی قوم اُن کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ یہ اپنی قوم کیطرف واپس گئے اونکی دعوت اسلام کے باعث سے اُنکے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی برکت سے ایک دن میں بنی اشہل کا قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عمرو بن ثابت رہگئے تھے جو بعد کو اسلام لائے۔ اور اِن لوگوں کے اسلام لے آنے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہا تھا جسمیں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے نجد کیجانب

---

[1] مدینہ کیجانب ہجرت مراد ہے ۱۲ مترجم

کر رہنے والے البتہ اسوقت اسلام لانے سے باقی رہگئے تھے۔ اور جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کیجانب ہجرت کی تو بریدہ اسلمی نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت مدینہ کے رستہ میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے حبش کا بادشاہ نجاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہوچکا تھا ابو ہند تمیم نعیم۔ اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصد بنکر آئے تھے اور مسلمان ہوگئے تھے اسی طرح اور بہتیرے اسلام لاچکے تھے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین میں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آنا ایک مشہور بات ہے (جیسا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخی کتابوں کے دیکھنے سے سارے مذکورہ امور معلوم ہوتے ہیں جسکا جی چاہے ان میں دیکھ لے) پس منصفانہ غور و تامل سے یہیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ مدینہ طیبہ ہجرت کرکے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد شروع ہو مکہ سے لیکر مدینہ تک پھیل چکا تھا عقول سلیمہ اسکو قبول کرچکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اسوقت تک کسی قسم کے خوف اور دھمکانے کا نام و نشان تک نہ تھا تو پھر آپ ہی دیکھ لیجیے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور آپ کی شریعت زبردستی پھیلائی گئی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قائل نہیں ہوسکتا جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف پایا جاتا ہو اور جو شخص اسبات کی طرف نظر کریگا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور پھر اسکے بعد بھی آپکے دین میں بلا کسی خوف کے لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر داخل ہوتی رہیں اور آجتک داخل ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ باوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے دشمن اسلام لانیکے بعد ستائینگے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں رہے تو اب تو اس امر کا خیال کرنے سے یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا ہو۔ ہاں جب پیروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر اور وافر ہوگئی اور یہ بات ظاہر ہولی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان مخالفوں میں جو باقی رہگئے ہیں کارگر نہیں ہوسکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا انکی سرکشی کو بڑھاتا رہیگا اور امر دین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشوش بنائے رکھیگا۔ اور انکو جرات لائیگا کہ مسلمانوں کو خوب ستایا کریں تو اسوقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد شروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود مقرر کردیے گئے جسکی وجہ سے ایذا رسانوں کی تکلیف دہی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک نوبت نہ پہونچنے پائے چنانچہ یہی دیکھیے جو لوگ دین محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام انسے اسی پر اکتفا کرتا ہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت اختیار کرلیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قایم رکھنے میں مدد پہونچتی رہا کرے اور انکی دنیاوی ضرورتیں رفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنھوں نے کچھ دنیا قبول کرکے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کرلی ہے حمایت کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہوجائے رہا ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام اسے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام انپر جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسانی کی خلش سے اور اہل اسلام کے کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شرایع سابقہ کے ماننے والے دین محمدی میں غلام کے جائز اور شروع ہونے سے یہ دیکھکر نفرت کرنے لگے کہ

اُسکی وجہ سے غلام پر بڑی روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ اُنہوں نے بعض ممالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے ظلم جھیلتے ہیں (جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یوروپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض ممالک افریقا میں آج تک جاری ہے) چنانچہ اُن ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے اُن کی اہانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوپایوں کی طرح قید رہتے ہیں اُنسے ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں جسکی وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں اُن کا شمار ہی نہیں خاصکر جبکہ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ اُن کا آزاد کرنا دین کے کار ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذونادر حالت کے اُن کو کوئی آزاد نہیں کرتا اور وہاں اُن کی حالت ادنیٰ درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو باوجود ان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے برے طور سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے اُنہوں نے اپنا رُخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ غور کرنے لگے اور اُن باتوں کو اُنہوں نے نہایت تامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو اُن کی دنیاوی ضرورتوں کے بر آنے میں کچھ مدد ملے۔ اعدائے دین پر غلامی کے عائد کرنے سے اُن کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے اُن کی شوکت ٹوٹے۔ انکی پرخاش دفع ہو اور ساتھ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ وصیتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح پر اگر وہ وحشی بھی ہوگا تو اسمیں تہذیب اور تمدن آجائیگا۔ اور شریعت محمدیہ اُن سختیوں اور بدسلوکیوں میں سے جنکو بعض بعض قومیں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کرتی ہیں کچھ بھی روا نہیں رکھتی نہایت سختی سے اُن کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے ثواب جزیل کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ اُسنے بہت سے ایسے وسائط مشروع کئے جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ اُن کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور اُسنے غلام اور اُسکے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ سہی ایسا علاقہ قایم کر دیا ہے جو علاقۂ نسب کے مانند ہے۔ اسمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے ماننے والوں نے یہ بات دیکھکر کہ شریعت غلام کے ساتھ سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو اس کا ملنا انکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر اُنہوں نے شرائع سابقہ کی نصوص کی دیکھ بھال کی تو اُنہوں نے اُن کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب منسوب کیجاتی ہیں بہت سی جگہ اس امر کی تصریح پائی کہ غلامی اُن میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو اُن کا اعتراض تھا اسوقت اُنہوں نے اُسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس دین کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کرتے ہیں کہ اُن کا دین خدا کیجانب سے مشروع ہے اور انکے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنا لینا اُنکے واسطے اسلئے مباح کر دیا ہے کہ وہ اُن کی خدمت سے نفع اُٹھائیں مخالفوں کی

ایذارسانی کی خلش اُنکے مٹ جائے وہ پرخاش نکالنے سے باز رہیں اور اُنکے مالکوں پر ایسی شرطیں لگادیں جو اسباب کی پوری کفیل ہیں کہ اُنکے غلاموں کو راحت ملے اور وہ اپنی زندگی بسر کرنے میں انہیں کے برابر رہیں اور مالکوں کے لئے اُنکے آزاد کرنے اور اُنکی غلامی کی مدت کم کرنے کے ترغیب دلانے والے ابواب کہولدیئے پس اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتیرے غلاموں کو تہذیب حاصل ہو جاتی ہے اپنی زندگی نہایت خوبی کے ساتھ بسر کرنے لگتے ہیں اور اُنکے ساتھ وہ وہ سلوک اور احسانات کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو اُن کا حاصل کرنا انکو نصیب نہ ہوتا اور یہ کہ اُنکے دین نے مالکوں کو اپنے غلاموں کی ایذارسانی اور اُنپر ظلم کرنے سے روک دیا ہے اور اُنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ شرائع سابقہ میں بھی غلامی کی مشروعیت پائی جاتی ہے تو کہنے لگے پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسلئے دین محمدی اور اُسکے ماننے والوں پر غلامی کے مشروع ہونے سے کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا۔

باقی رہیں وہ وصیتیں جو غلام کی راحت کی محافظ اور اس امر کی کفیل ہیں کہ وہ اپنے مالک کے برابر گذران کر سکے تو وہ شریعت محمدیہ میں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی پر اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ[عہ] یہ ہے (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور (یہ وصیت مانو کہ) اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور (نیز) اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت مند اور اجنبی پڑوسیوں سفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور اُن لوگوں کے ساتھ جنکے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنے وہ تمہارے مملوک ہیں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اُس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور) اتراتا ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جہاں اسباب کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کیجائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک و احسان کا برتاؤ کیا جائے جنکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ اُن لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے جنکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کا مقتضا ہے تو اُسکے ساتھ ہی خدا نے ممالیک یعنی غلام اور لونڈیوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اسکو بھی امور مذکورہ بالا کے مقارن گردانا ہے اور ممالیک کے لئے احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو جو اُنکے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور جتنی تکلیفیں کہ اسکی مناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی آہیں آگیا اور اسکی شرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس[عہ] قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں خدا نے انکو تمہارے ہاتھوں کے تحت میں یعنی تمہارے قبضہ میں کر دیا ہے جو تم کھاؤ اُسی میں سے انکو بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو اُسی میں سے انکو .... بھی پہناؤ اور خدا کے بندوں پر عذاب کرو یعنی انکو تکلیف نہ دو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور اپنی بڑائی کے خیال سے بچنے کے بارہ میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ

عہ وہ آیت یہ ہے (واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً)

عہ وہ حدیث یہ ہے (عبیدکم اخوانکم جعلہم اللہ تحت ایدیکم اطعموہم مما تاکلون والبسوہم مما تلبسون ولا تعذبوا عباد اللہ)

سے وہ حدیث یہ ہے (ولا یقل احدکم عبدی ولیقل فتای وفتاتی وغلامی)

یہ ہے (اور تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوکرا۔ میری چھوکری میرا غلام اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز اور اپنے مملوک (غلام ولونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور جسمیں کہ آپ کی آنکھوں کو نہایت ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنے نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اسکے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ممالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے اصحاب سے انتقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتیں (نماز اور احسان ممالیک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کر جانے پر دلالت کرنے میں بالکل کافی ووافی ہے اب اس بارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور ممالیک یعنی غلام ولونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا جسنے اسے اپنی لونڈی کے ساتھ پاکر اسکے ناک۔ کان۔ کاٹ ڈالے تھے اور اسکے ولاؑ کو سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو اسکی اعانت کی وصیت کر دی اور اسکے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جسنے اسے گرم توے پر بیٹھا یا تھا جس کی وجہ سے اسکے سرین جلگئے تھے اور آپ نے اس شخص کو خوب پٹوایا اور ایسے بہت سے واقعے ہیں جنمیں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی رہی ممالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اسبارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں جنکا کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم اسیقدر بیان پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ ممالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایک جان کو بھی آزاد کریگا خدا اسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دے گا" یہانتک کہ اسکو سنکر مرد یہ پسند کرنے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں اور عورت یہ چاہنے لگی کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اسکے پورے پورے اعضا رہائی پائیں (ایسا ہی عقود جواہر منیفہ میں بروایت حماد مذکور ہے اور حماد نے ابراہیم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوعؑ حدیث کا سا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث

ع شریعت کا قانون ہے کہ جسکا آزاد کردہ غلام یا لونڈی جب مرجائے اور اسکے قرابت مندوں میں اسکا کوئی وارث نہ ہو تو اسوقت اسکی میراث اسی آزاد کرنے والے کو ملتی ہے اور اسکو ولا کہتے ہیں ۱۲ مترجم عہ مرفوع وہ حدیث کہلاتی ہے جسکا سلسلہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بالتصریح پہونچا دیا گیا ہو۔ اور جس حدیث کا سلسلہ روایت صحابی تک پہنچا کر سکوت کیا گیا ہو اسکو موقوف کہتے ہیں۔ اور یہ اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے قیاس سے نہیں معلوم ہوسکتی تو گو اسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح کی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل سمجھی جاتی ہے جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالےٰ اُسکے ہر ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے اعضا میں سے ہر ہر عضو کو آگ سے رہائی دیدیتا ہے یہاں تک کہ اُس کی شرمگاہ کے مقابلہ میں اُسکی شرمگاہ کو۔ اور اللہ تعالےٰ کے قول (فَكُّ رَقَبَةٍ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا یارسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کردے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا چھوڑانا) اُسنے عرض کیا یارسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا شرکت غیرے اُسکو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑانا یہ ہے کہ تو اُس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آقا نے اپنے غلام سے کچھ روپیہ لیکر آزاد کردینے کا وعدہ کرلیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اُس کے آزاد کرانے میں معاون بنجائے اور اس بارہ میں بہت سی نصوص بھری پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے بہت سے ایسے وسائط اور ذرائع مقرر کئے ہیں جنکا مقتضا یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں اور اُن کی غلامی کی مدت کم ہوجائے سو وہ یہ ہیں کہ اُسنے آزاد کرنا بہت سی جنایتوں کا شرع میں کفارہ قرار دیا ہے جیسے کہ کسی کا دہوکے میں قتل کرڈالنا۔ رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ ڈالنا۔ قسم کہا کر اُسکے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض ممنوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ ظہار[ع] کا اسلئے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے اُسکے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کردے اپنی عورت کے پاس جانا یا اُسکے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور کفارہ میں جس چیز کا اول مطالبہ کیا جاتا ہے وہ یہی آزاد کرنا ہے پھر باوجودیکہ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں مستحسن ہے اور اُسپر ثواب کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسقدر ہمت نہیں کرسکتے کہ غلام آزاد کرکے اپنے ہاتھ سے اسقدر مال جانے دے سکیں تو شریعت نے اُن کا لحاظ کرکے مکاتبت کو مشروع قرار دیا ہے اور مکاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے ساتھ اس بات پر متفق ہوجائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کردیگا تو وہ آزاد ہوجائیگا پس اسوقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سعی کرنے کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اسقدر مال جتنے پر شرط ٹھیری تھی ادا کردیگا تو آزاد ہوجائیگا اور شریعت نے آزادی کے لئے ایسا عقد بھی مشروع کیا ہے جسے عتق علی مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے کہے کہ ہزار روپے پر مثلاً تو آزاد ہے پس اگر غلام اسے قبول کرلیگا تو فوراً آزاد ہوجائیگا۔ اور اُسکے ذمہ اُتنے روپوں کا ادا کرنا واجب ہوگا جتنے پر شرط ٹھیری ہے اور نیز شریعت نے اُس شخص کے حال کا لحاظ کرکے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت العمر ضرورت رہیگی مدبر بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے یعنی یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ ہبہ کرنا کسی کو خیرات میں اُسکا دیدینا۔ رہن رکھنا ممنوع ہوجاتا ہے اور وہ

عہ یعنی کسیکی گردن کا چھوڑانا ۱۲ مترجم

عہ ظہار شریعت میں اُسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی ماں بہن وغیرہ (جن کے ساتھ اسے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے عضو سے جس کی طرف اُسے دیکھنا جائز نہیں (مثلاً پیٹھ یا شرمگاہ وغیرہ) تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرلے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری ماں کی پشت یا شرمگاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ مترجم

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جاتا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی لحاظ کیا ہے کہ غلام کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسیکا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ انہیں آزاد کر کے ثواب حاصل کرنے کی ایسی رغبت ہی ہوتی ہے لیکن بسا اوقات وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی مضرت رساں شئے سے خوف کے وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گذرتے ہیں کہ اسکے سبب سے انکا مقصد حاصل ہو جائیگا اسلئے اُسنے آزاد کرنے کی نذر کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں مطلبوں میں سے کسیکے حاصل ہونے کے وقت وہ نذر کرینگے یا ایسے لوگ جب اپنے اوپر کسی کام کے کرنے یا اُس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو بسا اوقات اپنے اوپر ایسی شرط لگا لیتے ہیں جس کا کرنا اُن پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا اُنہوں نے التزام کیا ہے اُسے پورا کر سکیں اسلیئے اُس نے آزاد کرنے کے حلف کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا اُنہوں نے التزام کیا تھا اُسکے خلاف کر گذریں اور اسی بہانہ سے اُنکے غلام کو آزادی ملجائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کریگا تو اُسے معلوم ہو جائیگا کہ اُن سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو ایسے طریق پر آزادی ملجائے جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اُسنے غلاموں کی آزادی پھیلانے اور اُن کی غلامی کی مدت کم کرنے کی غرض سے اتنے ایک وسیلے مقرر کر دیئے پھر چونکہ شریعت نے مولے کو لونڈی کے نفس کا مالک بنایا ہے اسلئے اُس کی شرمگاہ کا بھی اُسکو مالک قرار دیا ہے اور اُس کے لئے یہ بات مباح کر دی ہے کہ وہ لونڈی کو سرّیہ بنا لے یعنے اُس سے صحبت کیا کرے کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اُس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اُس کی اولاد کو اختلاط نسب سے محفوظ رکھے پس اسوقت وہ اُسکی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اُس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ اُسمیں یہ بات نہیں پھر منجملہ اُن رعایتوں کے جو اس لونڈی کے ساتھ اسبات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اُسکے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے کی گئی ہیں اور وہ رعایت منجملہ وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لونڈی کے لئے جو اپنے مولے سے بچہ جنی ہو چاہے وہ بچہ جسکے اعضا ظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ مستولدہ اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اسوقت مولے پر اُس کا بیچنا۔ ہبہ کرنا۔ رہن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور اُسکے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ شریعت کو لونڈیوں کے ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور اُنکے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل ہیں جسمیں کہ صلہ رحم بھی ہوتا ہے اور قرابت مندوں میں سے باہم وحشت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو شخص اپنے ذی رحم محرم[1] کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اُس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ محبت اور شفقت کی رعایات میں سے یہ امر ہے کہ شریعت ماں اور اُس کے چھوٹے بچہ کے درمیان یا اُسکے اور اُس کے باپ کے درمیان یا ایسے دو شخصوں کے درمیان جنمیں محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اُن میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے

---

[1] ذی رحم محرم سے ایسا عزیز مراد ہے جسکے ساتھ رحم یعنی پیدائش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اُس سے اُسکے عورت ہونے کی تقدیر پر نکاح نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ بیٹے یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائیں گے ۱۲ مترجم

دو چھوٹوں کے درمیان اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیع وغیرہ کرکے جدائی ڈال دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی۔ غلامی کی مدت کم کرنے والی۔ اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اسکے لئے متعدد ابواب نہ کھولدئے ہوں۔ پس جو انتظام اسنے غلامی کے بارہ میں کیا ہے انہیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم یہی پاتے ہیں کہ اسنے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروع کیا ہے۔ اور اسنے اُس کو بھی اُسکے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شوکت ٹوٹ جائے اور اُنکی برائی سے نجات ملے اور پیروانِ شریعت کا کام چلے انکو نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں شہار دفع ہوں اُسے دشواریوں سے بعجلت نجات حاصل ہو اور حتے الامکان اُس سے حرج دور رہے۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اُس کے اور اُس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس بیان اُس کا یہ ہے کہ اُسنے غلام کے آزاد ہو جانے کے بعد اُن دونوں کے مابین ولآء[1] کا حکم کیا ہے۔ اور اس ولاء کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطاءً مرتکب ہو جس سے دیت (خونبہا) لازم آئے تو وہ دیت اُس کے مولے اور عصبات مولے سے حصہ رسدی لیجاتی ہے تو گویا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بھائی ٹھیرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت نظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و وافی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان غلاموں کو خصوصاً اُن میں سے حبشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اُن کی شریعت اُنکو آدم اور حوا ہی کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں اُنکے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے اُنکا شر دفع ہو اور تاہم اُنکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ اُن کی اس روک ٹوک کی مدت کے کم کرنے میں ذرا بھی کوتاہی روا نہیں رکھتی۔

رہا یہ امر کہ پیروانِ شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کرکے کہ اُن کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جسکا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ بسا اوقات اُنکو وہ نفیس نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح اُنکو ممکن نہ تھا پس یہ بات اُن امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل صحیح و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ اُن کا اپنے بردوں اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقاف کو وقف کر دینا۔ اُنکے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہتیرے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہتیروں نے اپنے مولے

[1] ولاء قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کردے تو اُن دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسیکو خطاءً مار ڈالے تو اُس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اُس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہوگی اور اگر غلام مرجائے اور اُس کا کوئی عزیز وارث نہ ہو تو اُس کی میراث اُس مولے کو ملیگی ۱۲ مترجم

کی لڑکیوں سے شادی کرلی بلکہ بہتیرے مولے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کرکے اپنا متبنیٰ بنالیتے ہیں بلکہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی انکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بنگئے ہیں (جیسا کہ شاہان مصر جنکی شہرت عالمگیر ہے اور کافور اخشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے) اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مراتب جاہ اور مناصب علیہ جیسے کہ قضاء اور افتاء تک بلکہ مرتبۂ اجتہاد تک پہونچگئے ہیں (اس بارہ میں آپ کو عطاء بن ابی رباح کا حال معلوم ہوجانا کافی ہے جو کہ فقہ کے ایک جلیل القدر امام ہیں خلیفہ اُن کی زیارت کی تمنا میں رہا کرتا تھا اور دروازہ سے انکو پیش قدمی کرکے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا) اور یہ امر اسبات کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں ملجاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو انکو ہرگز نصیب نہوتیں بلکہ وہ اپنے وحشی شہروں میں ایسی ہی موٹی جھوٹی حالت میں پڑے رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ!—

ف اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احمق بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑکر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جسکو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت ورحمت اسکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھکر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے بچے پیدا ہوں۔ بلاشک یہ بیہودہ نتیجہ ہذیانی دلیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقلمند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شایع فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادرالوجود امور پر مبنی نہیں ہوتے بلاشک بعض مہذب ومتمدن ممالک میں جو نوکروں اور غلاموں پر ایسی ایسی سنگدلیاں سنی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں اور یہ انہیں متمدن اور مہذب لوگوں میں شایع ہیں جو انسانی ہمدردی اور شفقت پر حریص ہونے کے دعوے دار کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور اُن کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے بُرا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہوبھی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش واستقراء اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے اور جو شخص بلا دلیل قائم کئے ہوئے محض متعصب اور خودغرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کرکے اسکے خلاف کہیگا تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کرکے غلط اور جھوٹی تہمت لگاکر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے افترا بہتان اور جھوٹ سے پناہ میں رکھے جس سے انسانی شرافت پر بٹہ لگے۔

ف رہا یہ امر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں اُن میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرایع کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے توریت کی یہ آیتیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنالینے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استثناء میں ہے "اور جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے مقاتلہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلائیں اگر وہ قبول کرلے اور تیرے لئے دروازے کھولدے تو جتنے لوگ اسمیں ہوں گے وہ خراج

کرینگے اور تیرے غلام بنیں گے تجھے جزیہ دینگے - اور سفر عدد سے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو اہل مدین کے محاربہ کے لئے بھیجا تھا تو اُن پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور اُن میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو قتل کر ڈالا تھا اور اُن کی عورتوں بچوں اور مواشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا - اور قریوں - دیہاتوں - اور شہروں کو آگ سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ رہنے دیا پھر ہر لڑکے (مذکر بچہ) اور ہر شوہر دیدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رکھنے کا حکم کیا پس اُن لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چھ لاکھ پچھتر ہزار بکریاں - بہتر ہزار گائیں - اکسٹھ ہزار گدھے - بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تک کہ لڑکوں اور شوہر دیدہ عورتوں کے قتل کئے جانے کے جائز ہونے پر دلالت کرنے کے ساتھ ہی غیر شوہر دیدہ عورتوں کو لونڈی بنا لینے پر بھی دلالت کرتی ہے اور سفر سموئیل میں ہے اور سموائیل کہنے والے داؤد علیہ السلام کے غلام تھے انکو خراج دیتے تھے اور تیموتاؤس کیجانب پولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ تمام لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہیئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ خدا کے نام اور اُس کی تعلیم پر بہتان نہ باندھا جائے اور جنکے سردار مسلمان ہیں وہ اُنکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھائی ہیں بلکہ چاہیئے کہ اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم دے اور یہی کا وعظ کہہ انتہیٰ -

اِس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے مالکوں کو تکلیف دی گئی ہے اگر اُنکے مالکوں کو اُن کا غلام بنا لینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو اُنکو اُنکی اطاعت و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائع سے جو بات معلوم ہوتی ہے اُس کے موافق مکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم نہیں کیا جا سکتا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک ممقوت و مبغوض ہو - اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اُنپر اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ وہ اُنکو حقیر نہ سمجھیں اور اُن کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں کے غلاموں پر اُن کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنائے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ سب امور ظاہر ہیں اور تیطس کیجانب پولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے" اور غلام اپنے مالکوں سے پستی سے پیش آئیں اُنکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں اُنکے خلاف کوئی بات نہ کہیں اُنکے ساتھ اچکاپن نہ کریں بلکہ پوری پوری نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہمارے مخلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہیٰ - اور یہ نص افادہ میں پہلی نص کے قریب ہی قریب ہے اور اپنے اس قول اُنکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر اس بات کو اور بڑھاتی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہو جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب نہیں ہے کیونکہ اُنمیں یہ قاعدہ ہے کہ خالق کی نافرمانی کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں - پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولے کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب اُسپر جبر و زبردستی کیجائے اور اُسے قتل وغیرہ کی دہکی دیجائے تو اُسوقت اسبارہ میں اُس کا حکم غیر مملوک اشخاص کا سا ہے یعنے اگر اُنپر ایسی زبردستی کیجائے تو بعض گناہ زبردستی کیوجہ سے اُنکے لئے مباح ہو جاتے ہیں اور بعض مباح نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اُسکی تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا اُسکے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پولس کے خط میں جو نص موجود ہے اُسکے قول "تمام چیزوں میں" سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اُس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کیطرف جو کتابیں منسوب کیجاتی ہیں اُن میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع میں بہت مذکور ہیں اور پطرس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے اے خادمو پوری ہیبت کے ساتھ اپنے مالکوں کے لئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کرنے والوں ہی کے لئے بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی انتہی۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا بلکہ خادموں کو ذکر کیا ہے لیکن اس کا قول "مالکوں کے لئے" یہ قرینہ اس امر کو معین کرتا ہے کہ خادموں سے غلام ہی مراد ہیں اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی اور اگر عناداً اس قرینہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اُس قوم کے لئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعتراض کرتی تھی امور مذکورۃ الصدر ظاہر ہوئے اور اُنکو اس شریعت میں غلامی کے مشروع ہونے کی حکمت۔ اُسکے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اُسنے غلاموں کے ساتھ مد نظر رکھی ہیں معلوم ہوئیں جنکی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی اُنکو بہتیری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور جو کہ اُنکی غلامی کی مدت کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور اُنہوں نے موسوی و عیسوی شریعت کی اُن نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلاتی ہیں کہ غلامی اِن دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اسوقت وہ کہنے لگے کہ شریعت محمدیہ پر اسبارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے اسمیں دو ضرروں میں سے ادنے درجہ کا ضرر اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور اسمیں شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور اسمیں ضرورت کو اسی کے انداز پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور وحی و شرائع کے تصدیق کرنے والے کے لئے کوئی اعتراض کی گنجایش باقی نہیں رہی۔

رہا دشمنوں کا مال چھین لینا اور اُنپر خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو اسمیں بھی اعتراض و جواب کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اسلئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں اُنہیں سے اسبارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغنا ہو جاتا ہے چنانچہ یہ امر اچھے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق دے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اسکے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ محاربہ اور ایسا جو شروع کیا جو خدا نے اسبارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ اُن میں سے بعضوں کو اُنکی ایذا رسانی کے دفع کرنے اور اپنے

اور دین کی حفاظت و نصرت کی غرض سے قتل کرتے تھے اسلئے کہ یہ تمام امور بغیر اُنکے قتل کے پورے نہیں ہو سکتے تھے اور بعضوں کو غلام بنا لیتے تھے بعضوں پر خراج (ٹیکس) مقرر کرتے تھے اور اُنسے اطاعت کا عہد لیکر انکو صاحب ذمہ بنا لیتے تھے اس طرح پر کہ جو حقوق نفع حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہیں انکو بھی دئے جائیں اور جن امور سے مسلمانوں کو ضرر پہونچ سکتا ہے (یعنی خلاف قوانین تعزیرات اسلام کے عمل کرنے کی صورت میں) اور وہ سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ انہیں امور سے وہ بھی مستحق ضرر و سزا ٹھہریں۔ اور اُن کی حمایت و حفاظت اور اُنکے حقوق کی مراعات و نگہداشت مسلمانوں پر واجب ہو جاتی تھی جان۔ آبرو اور مال کے اعتبار سے اُن کی ایذا رسانی حرام ہوتی تھی اور آپ اُنپر یہ شرط لگا دیتے تھے کہ شریعت کے چند ایسے احکام کا بھی اتباع کریں جنکے باعث سے دوسروں کے حقوق پر اُن کی افترا پردازی اور تعدی سے حفاظت رہے۔ اور اُنکو اُنکے دین پر رہنے دیتے تھے اور اپنے اعتقاد کے موافق اُنہیں اپنی مذہبی رسمیں ادا کرنے کی عام اجازت ہوتی تھی لیکن ایسے طریق پر جس سے دین محمدی کی شان و شوکت محفوظ رہے اور اُسکے پیروی کرنے والوں کے خیالات کو پراگندگی نہ لاحق ہونے پائے اور اُن کا اخروی اور قیامت کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے تھے اور غلامی یا خراج کو اُسیوقت اُنپر آپ مقرر کرتے تھے جبکہ آپ یہ دیکھ لیتے تھے کہ یہ امر اُن لوگوں کی ایذا رسانی کے دفعیہ کے لئے کافی ہے اور یہ کہ جو کچھ خراج اُنپر مقرر کیا گیا ہے پیروان شریعت کے لئے بھی نفع کا باعث ہوگا اور اپنے دشمنوں کے ساتھ محاربہ کرنے میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال کنویں پر کے ڈول کی طرح تھا کہ کبھی اُنکے ہاتھ اور کبھی اُنکے ہاتھ یعنے کبھی آپ اُنپر غالب آتے تھے اور کبھی وہ لوگ مسلمانوں پر اور یہ بات خدا کی منجملہ عادات کے ہے کہ اُسے اپنے رسولوں کے بارہ میں برتا کرتا ہے لیکن آخر کار خدا کی جانب سے پوری پوری آپ ہی کی مدد ہوتی تھی اور آپ ہی فتحیاب ہوا کرتے تھے (اور انجام نیک تو متقیوں کے لئے ہے ہی) یہانتک کہ بہت سے شہروں پر آپ کا تسلط ہوگیا اور متعدد قبائل آپ کی اطاعت میں سرنگوں ہو گئے اور خدا نے اپنے دین کو باقی دینوں پر غالب کر دیا اور وہ برابر غالب رہا اور ہمیشہ رہیگا اور اگر اُسکو سیفی غلبہ کسی زمانے میں نہ بھی ہو تاہم دلیل و برہان اور پختہ عقلوں کے اُسکو مستحسن شمار کرنے کے اعتبار سے تو اُس کا غلبہ کہیں نہیں گیا ہے۔

پھر آپ کے دین کے بعض دشمن قلعوں اور مُورچوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور آپ اُنکے لئے ہمیشہ موقع کے منتظر رہتے تھے اور اُن کی ہدایت پر حریص ہوکر برابر اُنسے دلائل کے ساتھ مراسلہ کرتے رہتے تھے اور اپنے اتباع کو اُسکی وصیت کیا کرتے تھے کہ ایسے طریق پر جو اُنکے معاملہ میں مشروع ہے جب کبھی موقع اور وقت ملے اُنکو برابر دعوت اسلام کرتے رہیں اُسکو چھوڑیں نہیں۔ اور یہ حکم قیامت تک جاری رہیگا۔

ف

جو لوگ تکذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے انکا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور انکی قسمیں اور علامات ۱۲

پھر بعض دشمنوں نے ظاہر تو یہ کیا کہ وہ آپ کے دین کے متبع اور پیروان دین اور اُسکے نصرت کرنے والوں کی لڑی میں منسلک ہیں اور واقعی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دلوں میں تکذیب کو چھپائے رکھتے تھے اور اس پر برانگیختہ کرنے والا امر اُنکے لئے یا تو خوف تھا اور یا اُن غنیمتوں کی طمع تھی جو خدا نے آپ کے اور آپ کے اتباع کے ہاتھوں پر فتح کر دی تھیں پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم شروع شروع میں باوجودیکہ آپ کو اُن کی حقیقت حال اور بد طینتی کی پوری اطلاع تھی تاہم اُنکو اپنے اتباع کے زمرہ میں شمار کر لیتے تھے اور اُنکے مخفی خیالات اور ارادوں کو فاش کرکے اُنہیں رسوا نہ کرتے تھے اور نہ اُنکو ضرر پہونچانا روا رکھتے تھے

اِس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شایع کردیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارہ میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور اُنکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور اُنکو اپنے اغراض کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی جس سے لوگوں کو سُنکر نفرت پیدا ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوتے اُنکے ارادے بھی پھر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے نشوونما کی ابتدائی حالت میں تھا لیکن جب شوکتِ اسلام کو قوت ہوئی اور اُسکے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور اُسکا نور چھا گیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خالص شفقت پر مبنی ہے اور ان باطل اشاعات کی کوئی گنجایش نہ رہی تو اُسوقت آپ کے مولے و مالک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی فضیحت، سرزنش، ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اُنسے اور اُنکے مکر سے ڈرایا کریں پھر اسکے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بنگئے بعض نے تو جب اہل دین سے مخالطت کی اور اس پاک شریعت کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور اُنہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور ادنےٰ درجہ کی عادات و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو اُنکی نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان لائے تھے لیکن پھر حقیقی مومن بنگئے اور پھر اُنکا شمار بھی بہترین اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا گھونٹ پی پی کر اپنے نفاق پر جمے ہی رہے اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو تلوار کی دھار سے بچا بھی لیا تو کیا ہوا آخرت میں اُن کو دردناک عذاب اُٹھانا ہی پڑیگا۔

اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو اُنکے نفاق کا عنوان اور رفو ناگی کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ خدا تعالےٰ سے ہم دین۔ دنیا۔ آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالےٰ اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی استوار سنت سے جسکی اُسنے اپنے رسول پاک کیجانب وحی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا (خدا آپ کو آپ کی شان کے مناسب ہماری جانب سے جزائے خیر دے) تو اُس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے رفیق اعلےٰ کو اختیار کر لیا۔ خدائے سبحانہ نے اپنے دین کو پورا کر کے ہمارے اوپر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو بہت بڑی بزرگی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اسنے اپنے باکمال رسول پر اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو نازل فرمایا (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً) یعنے آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور کتنا ذی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدائے پاک کی حمد اور اُسکا شکر کرتے ہیں جیسی حمد و شکر کا وہ مستحق ہے اور سارے محامد اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہیں جسنے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ ہمکو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلاشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیتا تھا جیسا اس بات کو آپ کے صدیق اکبر اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ نور بصیرت سے اُنکے لئے یہ امر ظاہر ہو گیا تھا (اور مومن خدا کے نور سے دیکھا کرتا ہی ہے) کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھیجا جانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا پس جب

دین کامل ہوچکا تو بعد اسکے دار فنا سے دار بقا کیجانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا اور کیا رہگیا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست دکھلادی جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اُسکے بندوں کو آپ نے پہونچادیا برابر امت کی خیرخواہی میں رہے انکو ایسے روشن راستہ پر چھوڑ گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے اُنکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزین کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی عارض ہی نہ ہو اور ایسی الفت جو کبھی نہ جائے اُن لوگوں کی روحیں بھی آپ پر فدا ہیں ہر ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثناخواں ہے پس خدا تعالے نے آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے خیر دے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقا میں عنایت فرمائے اور آپ کے مولے سبحانہ کیجانب سے آپ پر اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پہ جو کہ ہدایت کے انوار ہیں اور آپ کے ذی عظمت اصحاب پر جو کہ تاریکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ازکی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے رہیں اور لیل و نہار کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللھم آمین

ف اور چونکہ یہاں پر آکر ہمارا اصل کلام ختم ہوا اور خدا نے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور حقانیت کے بیان کرنے میں ہمکو رسائی عنایت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تنبیہ لکھیں خدا ہی توفیق دینے والا ہے خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جنکو اصول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جنکا کہ نام فروع ہے) قرآن شریف اور اُن احادیث نبویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع میں سے کوئی شئے ان دونوں ماخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں ماخذ بلاشک دین کے پورے پورے متکفل ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں دین محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے اُن کا صراحتاً یا قریب قریب صراحت کے بیان کردیا جائے لیکن فروع اسقدر ہیں اگر صراحتاً یا قریب قریب صراحت کے الفاظ سے اُنکو بتادینے کا ارادہ کیا جائے تو اسقدر الفاظ کی حاجت پڑیگی جس سے جلدیں کی جلدیں ختم ہوجائینگی اور اُسکے ثبوت میں یہ کیا کم ہے کہ نئے نئے حوادثات زمانیہ کے آنے سے فروع بھی نئے نئے ہوجاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کریمہ نے بقدر کفایت عقائد اور بہتیری فروع کی تصریح کردی ہے اور کچھ قواعد کلیہ و ضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے جم غفیر کو شتمل ہیں یا اُن میں سے بہتیرے امور پر اشارتاً یا کنایتاً دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین محمدی میں جتنی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایتاً اور اشارتاً سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدائے تعالے نے ان دونوں عظیم اصلوں سے احکام کے نکال لینے اور عام امت کے لئے شائع کردینے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں چنانچہ ان دونوں طریقوں میں سے ایک طریقہ امت محمدیہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کرلینا ہے یعنے ان لوگوں کا اجماع کرلینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا اجماع خطا سے محفوظ اور معصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے نصوص قرآن اور احادیث سے سمجھ لیا ہوگا اور کسی امر پر ہرگز اجماع نہ کرینگے اگرچہ انہوں نے اپنے ماخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریق ایسے شخص کا اجتہاد ہے جس کو خدا نے دین میں فہم سدید عنایت کی ہو اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ عطا فرمائی ہو پس خدا

ف [illegible] تنبیہ ۱۳۰

تعالیٰ نے ایسے شخص کو اجتہاد کی اجازت دی ہے جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا ہو اور یہ منصب ایسے لوگوں کو عطا فرمایا ہے۔ جن کا فضل امت میں ظاہر ہو چکا ہو پس امت نے ان دونوں ماخذوں (قرآن اور احادیث) سے انہیں دونوں طریقوں کے ذریعہ سے احکام استنباط کرنا شروع کئے یہاں تک کہ احکام دین کی تصریح سے انکے لئے احکام اجتہادیہ ہی کافی ہو گئے اور اُن کو اپنی عبادات، معاملات، آداب و حدود میں جتنی چیزیں لازم تھیں سب دستیاب ہو گئیں پھر علماء امت نے اُن صفات سے بحث کی ہے جنکا وجود ایسے شخص (مجتہد) میں ضروری ہے اور جن کی وجہ سے وہ اجتہاد اور قرآن و احادیث سے احکام استنباط کرنے کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے پس انہوں نے اُن کو اُن شرائط میں منحصر پایا جنکا آگے بیان ہوتا ہے۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ یہ شخص قرآن شریف کے علم پر حاوی ہو اس طرح پر کہ اسکے لغوی اور شرعی معانی سے واقف ہو۔ لغوی معانی سے تو اس طرح پر کہ (الفاظ) مفردات اور مرکبات کے معانی اور اُن کی خصوصیتوں سے واقفیت رکھتا ہو جو اُن میں معانی کے سمجھنے کے اعتبار سے پائی جاتی ہوں۔ اور اسکے لئے کئی علموں کی حاجت ہوگی۔ اول تو علم لغت کی جس سے وہ معانی معلوم ہوں گے جنکے لئے عربی لغت کے (جسمیں کہ قرآن نازل ہوا ہے) الفاظ مفردہ وضع کئے گئے ہیں۔

دوسرے علم صرف کی جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کی بنار اور اُنکے صیغوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔

تیسرے علم نحو جس سے عربی لغت کے الفاظ مفردہ کے وہ حالات جو مرکب ہونے کے وقت اُنکو لاحق ہوا کرتے ہیں اور نیز اسوقت اُن کے مبنی اور معرب ہونے کی کیفیت اور اُنکے ایسے معانی پر دلالت کرنے کا حال جو ترکیب سے پیدا ہو جایا کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔

چوتھے علم معانی جس سے کلام عربی کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جنسے وہ کلام مقتضائے حال (یعنی موقع و محل کے مقتضا) کے مطابق ہوتا ہے۔

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ تعمیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو اُسنے پڑھ لکھکر حاصل کیا ہو یا اپنے سلیقہ سے اُنسے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سو اس طرح پر ہے کہ اُن معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں مؤثر ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جاء احد منکم من الغائط) میں یہ جانتا ہو کہ غائط سے مراد حدث ہے (یعنی بدن سے کسی نجاست کا نکلنا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے نجاست کا نکلنا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنے خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صریح۔ کنایہ۔ ظاہر۔ نص۔ خفی۔ مشکل۔ متشابہ۔ دال بعبارتہ۔ دال باشارتہ۔ دال باقتضائہ۔ دال بدلالتہ۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اسکے علاوہ وہ امور جنکا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم دینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض جاننا ہی کافی نہیں بلکہ اُس کو یہ بھی معلوم ہو کہ فلاں شئے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ ہے۔

؎ غائط لغت میں اُس میدان کو کہتے ہیں جو پست ہو اور اس سے پاخانہ سے کنایہ کیا جاتا ہے اسلئے کہ اکثر پست زمین ہی میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے ہیں ۱۲ کما فی منتہی الارب۔

وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ امر (یعنی ناسخ و منسوخ کا جاننا) نصوص کے نزول کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے اس طرح پر کہ فلاں نص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اُسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغائر اور اُنکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت اُنکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ زبانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اُسیقدر ہے جس کو معرفتِ احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اس قدر احادیث سے واقف ہو جسقدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح پر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی اُنکے لغوی اور شرعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور اُنکے خاص و عام وغیرہ اقسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور اُن احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہونچنے کا طریق ہے خواہ وہ تواتر[a] ہو یا مشہور[b] یا آحاد[c] ہو اور اسمیں حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مندرج ہو جائیگی کہ وہ معدل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے اسمیں صحیح تاریخ سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مجتہدین کے مابین ایک طویل زمانہ حائل ہو گیا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھیریگا پس اُن ائمہ کی تعدیل اور تجریح پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور اُن پر اسبارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجوہ قیاس کو جاننا ہے یعنے اُس طریق کو جسکے ذریعے سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان سب مع اُنکے مقبول کے شرائط۔ اُنکے احکام اقسام اور یہ کہ اُن میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردود ان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اُن مسائل کو جانتا ہو جنپر اُن علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے جنکا اجماع معتبر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں اُنکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ پس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اُسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اُسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

---

[a] تواتر سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادتاً محال سمجھتی ہو

[b] مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حد تواتر کو تو نہ پہونچی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہوئے ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہے ہوں۔

[c] آحاد سے مراد یہ ہے کہ اُس حدیث کی سند میں تواتر کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر خبر آحاد کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری عزیز جس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں تیسری قسم غریب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ نخبۃ الفکر۔

عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اعتماد کیا ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کرلی ہے اگر حق تک اُسکی رسائی ہوجائے تو اُسے دو اجر ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ معذور ہے اور اُسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملیگا اسلئے کہ اُسکے ذمہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کرچکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک اُسکی رسائی نہ ہوسکی ہاں اگر امر صواب تک پہونچانے والی دلیل ظاہر ہو لیکن مجتہد اپنی کوتاہی اور تقصیر اور اجتہاد میں کوشش و مبالغہ نہ کرنے کی وجہ سے امر صواب تک نہ پہونچ سکا تب البتہ مستحق عتاب ہے اور بعض سلف سے جو آپسمیں ایک دوسرے پر مسائل اجتہادیہ میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ اُن میں غلبۂ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے اسی کا حاصل ہوجانا مقصود ہے رہا اصول وعقائد میں اجتہاد کرنا تو اُنمیں خطا کرنے والا یا تو سزا دیا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باب میں مطلوب ہوتا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہوجائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل اجمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کرسکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کریگا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اُسنے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابوحنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اُس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضا کو چھوڑدے پس اس موقع سے آپ کو اُن لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہوگا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اسوجہ سے یقین کرلیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جاننے والے علم جیالوجی کے فلاں جاننے والے نے یوں کہا ہے باوجودیکہ یہ باتیں عقیدۂ اسلامیہ یا متواتر نص شرعی کے ظاہر کی مصادم و مخالف ہوتی ہیں ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خدا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہوجائے تو اُسوقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کرکے دونوں میں تطبیق دینا ضروری ہے جیساکہ گذرچکا ہے۔ (یہ جو کچھ گفتگو اجتہاد پر کیگئی یہ سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارہ میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اُس کے حواشی سے ماخوذ ہے اور اسکے ساتھ بغرض توضیح کچھ میں نے بڑھادیا ہے۔ رہا اجتہاد مقید یعنی کسی خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سو اُسمیں یہ گفتگو نہیں ہے)۔

ف

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد

ع دین اُس طریق کو کہتے ہیں جو اصول کے لحاظ سے قایم کیا جائے اور کسی دین میں جو فروع کے اعتبار سے طریق قایم کرلیا جائے اُسے مذہب کہتے ہیں پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا دین ایک ہی ہے یعنے اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی لفظ مذہب دین کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

بن حنبل کا (رضی اللہ عنہم وارضاہم) اور وجہ یہ ہے کہ اُن میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہونچگیا تھا کہ وہ مطلق اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے جہاں تک کہ اُس کا اجتہاد پہونچے اور جہاں تک کہ اُسکے کمال علمی اور استعداد سے اسکو رسائی حاصل ہو اُسکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھہ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ اُن میں سے ہر ایک ٹھیک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس ان ائمہ کے اتباع کرنے والے اُن مسائل پر عمل کرکے اُن کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرور نجات پانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون)عـــہ اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات پختہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اُس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائیگا جو اُسکے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اُس کو نجات ملیگی کیونکہ اُسنے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جسمیں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور ابتدائے اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا صحابہ۔ تابعین اور اُسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین) لیکن اُنکے اسقدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو اُنکے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جا سکے نقل کرتے اسلئے اُنکے مذاہب صفحۂ عالم سے مٹگئے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی اُنکے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنھوں نے اُنکے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا اُنکو یاد رکھا اور کتابوں میں اُنکو مدون کردیا گروہ گروہ نے یکے بعد دیگرے۔ بعض بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ درس وتدریس کے اُنکے مسائل کو حاصل کیا۔ اسیوجہ سے اُنکے مذاہب باقی رہے اور آج تک اُنکے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فریق دوسرے فریق کو طعن نہیں کرتا اور نہ اُنکو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اُسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑکر انہیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اُسکے دین میں معیوب نہ شمار کیا جائیگا۔ جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑکر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ ان اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اُنسے یہ باتیں بالکل ظاہر ہوجاتی ہیں چونکہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپسمیں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے اُن سب کی مسجدیں بھی ایک ہوتی ہیں اُن کا خلیفہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھہ نماز پڑھتے ہیں اُن میں باہم کوئی ایسی شئے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عداوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بنجاتا ہے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے نہایت سے نہایت یہ ہے کہ ہر متبع اپنے امام کے مذہب کی رعایت

عـــہ خدا اُنسے خوش رہے اور انہیں بھی خوش کردے ۱۲

عـــہ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے پوچھ لو جنکی بات پختہ ہوتی ہے ۱۲

کرتا ہے جس کی پیروی اسنے اختیار کی ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذاہب میں سے اپنے امام کے مذہب پر عمل
کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شایع ہیں اُن کی مذکورہ حالت ہے اور یہ ایسی بات ہے
کہ انکا اصول شریعت پر پورے طور سے منطبق ہوجاتی ہے جو اسبات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جان لے۔

پھر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جنکا موجود ہونا کسی شخص کے مجتہد بننے اور مرتبۂ اجتہاد پر پہونچ جانے کے لئے ضروری
ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کرنے کے لایق سمجھا جا سکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گو ان سب شرائط کا لوگوں میں
مجتمع ہو کر پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ زمانہ میں بھی رہیگا لیکن بعض علماء اعلام اسبات کے قائل ہو گئے ہیں جیسا کہ علماء
حنفیہ سے منقول ہے کہ چارسو ہجری (علے صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد مطلق کا) دروازہ بند ہو گیا۔

اور بسا اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علماء کا یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کیونکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جب تک
یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہو کر کسی شخص میں پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور آیندہ بھی رہیگا تو اس امر سے کونسا
مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد جامع شروط مذکورہ پایا جائے حتیٰ کہ زمانہ موجود میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر
سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق عین حکمت اور مقتضائے مصلحت دینی ہے
اور یہ قول اُن علماء کی باریک بینی۔ دقت نظری اور زمانہ اور انقلابات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں
جو خداوندی اسرار ہیں اُن کی واقفیت پر مبنی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے
باب اجتہاد کے مسدود ہونے کے قائل ہیں انہوں نے قرون ثلثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور
کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانۂ تبع تابعین کے لوگ ہیں پس انہوں نے دیکھا کہ ازمنۂ ثلثہ کے لوگ بتوفیق خداوندی
علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے جھک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حاصل کرنے پر بڑے حریص تھے قرآن کریم
اور جو تفسیریں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اُنسے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاوائے صحابہ وغیرہ سے
انہوں نے بخوبی واقفیت بہم پہونچائی تھی اور انسے احکام کے مستنبط کرنے میں وہ جان توڑ کر سعی کرتے تھے۔ علاوہ بریں اسی
قبیل کے اور امور میں بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف کیا تھا جسکی وجہ سے اس زمانہ کے علماء اس لایق ہو گئے کہ
اُن میں سے بہتیرے مرتبۂ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ اُن کا زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بہی قریب تھا
اِنکو دیکھنے والوں کے یا آپکے دیکھنے والوں کو دیکھنے والوں کا زمانہ کے قریب ہو اور یہ خدا تعالےٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اسنے اس زمانہ کے
لوگوں کو اس قابل بنا دیا کیونکہ دین کے بارہ میں جتنی چیزوں کی حاجت ہو سکتی تھی سب کی سب انہی زمانہ میں مکمل اور تمام ہو گئیں
چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اُسے بہتیرے لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجایش باقی نہیں رکھی گئی تمام خطرہا
سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں
مدون کر دی گئیں انکی تحصیل میں دور و دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علمائے امت میں سے جنہیں اجتہاد کی قابلیت
تھی وہ ان دونوں عظیم اصلوں (قرآن و حدیث) سے احکام استنباط کرنے پر ہمہ تن جھک پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں
نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادر امر کے

جسکے وقوع کا اتفاق قوموں کی قوموں میں کہیں اتفاقی طور پر ہوسکتا ہے کوئی شے باقی نہیں ہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہوگیا اور یہ ساری کارروائی قرون ثلثہ میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہگیا کہ وہ انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہونچاویں۔

پھر اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم دینیہ کی تحصیل کا ذوق وشوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا اسمیں کمی شروع ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی ہمتوں میں فتور آنا شروع ہوا اور دن بدن اس فتور میں زیادتی ہوتی گئی یہاں تک کہ پچھلے زمانوں میں یہ فتور اپنی انتہا کو پہونچگیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت رکھتا ہوگا وہ اس سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا چنانچہ آجکل کے بڑے سے بڑے علما کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا بھی ہے تو اور دوسرے علموں میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر بتلایئے کہ وہ علما دین سے کون شخص ہے جسے ہم ان ایام میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کرسکتے ہوں یعنی وہ قرآن کے معانی نحویہ اور شرعیہ کی معرفت بھی رکھتا ہو علوم عربیہ نحو۔ صرف۔ معانی بیان وغیرہ کا بھی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے بھی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن مبین کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور اسمیں کون ناسخ کون منسوخ ہے اور وجوہ قیاس بھی اُسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہوچکا ہے انکی بھی اسے خبر ہو اور احادیث نبویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہوچکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا مدعی ہو تو اُسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے[۵]

كل من يدعي بما ليس فيه ✣ كذبته شواهد الامتحان

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہوگا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے۔ ابو یوسف۔ محمد۔ زفر۔ حسن۔ رضی اللہ عنہم کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد مطلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرمائیگا خصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن وحدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شروح اور کتب اسباب نزول اور ناسخ ومنسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبۂ اجتہاد کے لئے رکن اعظم ہیں بکثرت ملتی ہیں پس ان سے کونسا امر مانع ہے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہوجائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کرلے اور یہی علوم جو مرتبۂ اجتہاد کے رکن اعظم ہیں اُنکے لئے یہ کتابیں پوری کفیل ہیں اور اس بنا پر تو ظاہر ایہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی بہ نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن در سفینہ نہ در سینہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اُسکے سینہ ہی میں موجود ہو لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ اُن میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی حکم کا مرجع اور اُسکی اصل اُسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلاتکلف اُس کیجانب مراجعت کرسکے اور اگر انصاف سے

---

[۵] ترجمہ۔ ہر وہ شخص جو اپنی نسبت کسی ایسے وصف کا دعوے کرے جو اسمیں نہو تو شواھد امتحان اسکی تکذیب کرینگے ۱۲ مترجم

دیکھا جائے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ بھلا بتلائیے وہ کون شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کرکے ہر ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستند ہو اور ان کتابوں میں سے ہر ہر حکم کے مرجع کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح پر کہ اسکے ذریعہ سے اسے ہر ناسخ و منسوخ آیت اور ہر ناسخ و منسوخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تواتر و شہرت اور آحاد وغیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ ان امور سے بھی واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے باب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قائل ہیں انکے قول کی صحت پر براہین قائم کرنا تو طوالت طلب ہے اسکے لیے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحاج کا کلام جو انہوں نے مدخل میں لکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو عناد سے بری ہو تسکین حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامہ موصوف (رحمۃ اللہ تعالےٰ وارضاہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم الحدیث)[۵۸] پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ زمانے کے لوگوں کے بارہ میں ہے یعنے انکے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے ورنہ ان میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی نہیں کیجا سکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شارع علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ اوروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتیروں میں خیر و برکت پائی جا سکے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ انکی برابری نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلاء کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ بھی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص انکی (صحابہ رضی اللہ عنہم) گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتازہ نازل ہونے کا مشاہدہ کرتے تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو برابر یاد کرتے جاتے تھے اس طور پر خدا نے انکو اس قابل کر دیا تھا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف بھی اس سے ضائع نہیں ہونے پایا پس انہوں نے قرآن کو لکھا کر دیا اور اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور جیسا کہ چاہیے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی۔ سہو اور غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کیگئی کہ امام مالک رح کو جب کسی حدیث میں شک ہو جاتا تھا تو وہ اسکو قطعاً ترک کر دیتے تھے اور پھر کبھی بیان نہ کرتے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں ہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پھر جب انکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ

---

۵۸ تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر انکے بعد والے پھر انکے بعد والے ۱۲ مترجم عہ صحابی ان مسلمانوں کا لقب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے ہیں اور صحابی کے دیکھنے والے مسلمان تابعی کہلاتے ہیں اور تابعی کے دیکھنے والے مسلمان تبع تابعی کہلاتے ہیں ۱۲ مترجم

کی نسبت آپ کیا خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پائے جاتے ہیں اور ضبط وحفظ کے لحاظ سے تو اُن کی تعریف کا احاطہ ہی ممکن نہیں اسکو کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے اُنکو جزائے خیر دے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے اُنکو دلیل سے دفع کیا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسیکی پیروی کرنا چاہے تو اسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں اُن کا دل سب سے زیادہ پاک تھا اُن کا علم سب سے زیادہ عمیق تھا اُن میں تکلف سب سے کم تھا اُنکی خصلتیں نہایت استوار تھیں اُنکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے اُنکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے اُنکے فضل کو پہچانو اور اُنکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ راستی پر تھے انتہیٰ۔
پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو اُنکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض نے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب وتحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ طے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر منضبط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں ہوں مجھسے پوچھ لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترجمان قرآن ہیں پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا ہو سمجھ لیجیئے کہ اسکا علم وعمل کیسا کچھ ہو گا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کی اقامت اور نیز اس اعتبار سے قرن ثانی والوں کو بھی فضیلت کا وافر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر ٹھہرے پھر اُنکے جانشین اُنکے اتباع کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں اُن میں بڑے بڑے فقہاء پیدا ہوئے جنکی کہ لوگ تقلید کیا کرتے تھے اور واقعات میں اُنہیں کیجانب رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس اُنہوں نے قرآن کو بحمد اللہ مجتمع پایا جس سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں بھی انکو منضبط اور محفوظ ملیں پھر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں اُنکو جمع کیا اور قواعد شرعیہ کے موافق قرآن اور احادیث میں احکام کی جستجو اور دیکھ بھال کرنے لگے قرآن واحادیث کے فوائد اُنہوں نے استخراج کئے اور اُنسے قواعد اور احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی ونقلی طور پر بیان کیا اُنہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے سہولت کر دی۔ فروع کو اصول سے استخراج کر کے اور فرع کو اُسکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو فرع سے متمیز کر دکھایا۔ پس دینی حالت نہایت منتظم اور باقاعدہ ہوگئی اور اُنکے سبب سے امت محمدیہ کے لئے دین میں خیر عظیم نے قرار پکڑا۔ پس۔ اُن لوگوں کو بھی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہوگئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاقی ہوئے اور باوجود اسکے اُن لوگوں نے یہ بھی کیا کہ اپنے بعد والوں کے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جسمیں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہو پس جتنے لوگ اُنکے بعد آتے گئے وہ باعتبار غالب اُنہیں کے مقلد اور تابع رہے اگر اُنکے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر یا کوئی قاعدہ اُنکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قابل رد ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر ہو چکے

ہیں اُن میں سے کسی میں کمی بیشی کریں تو وہ بالاجماع قابل رد ہے باقی رہے وہ فوائد جو اُنکے بعد والوں نے استخراج کئے ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارہ میں فرمایا ہے (اُسکے عجائب[عـه] ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت پھیر پھیر کرنے پر بھی پرانا نہ ہوگا) یعنے بار بار پڑھنے سے اسکا لطف جائیگا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئیگا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ضرور اُس سے اُن فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالےٰ نے اُن میں مخصوص کردئیے ہیں اور جنپر کہ انکو مشتمل کیا ہے تاکہ اس امت کی برکت قیامت تک مستمر رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میری امت[عـه] بارش کے مثل ہے نہیں معلوم ہو سکتا کہ اُسمیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا پچھلی) یعنی خیر وبرکت دونوں میں ہے اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے۔ ہاں اگر کوئی نادر الوقوع واقعہ ہو جو ان مجتہدین پیشین کے زمانہ میں قول وفعل بیان کسی اعتبار سے کبھی پیش ہی نہیں آیا پس اسوقت یہ واجب ہوگا کہ اُنکے صریحی بیان کردہ قواعد کے موافق جو انکے ثابت ہیں اور جنھیں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اُس واقعہ کے حکم میں غور کیا جائیگا پس اگر یہ حکم اُنکے مقرر کردہ اصول کے موافق ہوگا تو البتہ مقبول شمار کیا جائیگا پھر جب وہ بھی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستہ چلے گئے اور اُنکے بعد والے آئے تو اُنہیں دین میں کوئی ایسا کام نہ ملا جسکی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور اُنکو اُسکے ساتھ اختصاص ہوتا بلکہ اُنہوں نے دین کے کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اسکے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون مستنبط اور مستخرج کر گئے تھے اور جو کچھ وہ فوائد بتلا گئے تھے اُسی کی حفاظت کیجائے پس اسیوجہ سے دین کی اقامت انہیں قرون ثلثہ کے ساتھ مختص کیگئی جنکا کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اسکے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اسیواسطے قرون ثلثہ کے لوگ اپنے بعد والوں سے بہتر ٹھیرے اور اُنکے بعد والوں کو دینی بھلائی اور بہتری اسوقت تک کبھی نہیں حاصل ہو سکتی جب تک کہ وہ انہیں قرون ثلثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے اسی باعث سے اُنکے بعد والے اُنکے ہم پلہ نہیں ہو سکتے اور نہ اُنکی نیکیاں اس پایہ کی ہو سکتی ہیں۔ پس آپکے قول (خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم) کا مطلب ظاہر ہوگیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب المدخل میں لکھا تھا یہاں تک ختم ہوگیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کریگا اور نظر انصاف سے دیکھیگا اُسکے نزدیک اس قول کی صحت جو علمائے حنفیہ سے منقول ہے کہ اجتہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہوگیا ہے ظاہر ہو جائیگی اور اُسکے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائیگا۔ خدا کا اسبات پر ہزار ہزار شکر ہے کہ ان علماء اعلام نے اس قول کی تصحیح کردی جسکے نہایت کافی ووافی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی توفیق دی کہ انہوں نے اپنی مسلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کردیا ورنہ اس زمانہ میں جسمیں کہ ورع وپرہیزگاری کی کمی اور

عـه (لا تنقضی عجائبہ ولا یخلق علے کثرة الرد ۱۲) عـه امتی مثل المطر لایدری ایہ انفع اولہ او آخرہ۔ حدیث کے الفاظ یہی یا اس کے قریب قریب ہیں ۱۲

باطل عقیدوں کی کثرت ہے آپ بہتیرے بیباک لوگوں کو دیکھتے جو اجتہاد کے بعض مواد کے حاصل ہو جانے سے اپنے دل میں مغرور ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہونچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ کہ وہ لوگ اس جلیل الشان منصب کے مدعی بنے ہوتے اور بعض سیدھے سادے انکے پیرو بھی بنجاتے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھ ایجادیں کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھ نہ ہوتا اور جس طریق پر کہ سلف صالحین تھے جنھوں نے کہ امر دین کا نہایت کامل طور پر استیفا اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور انکے مخالف ہوتے اور آپ دیکھتے کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں دین کا حال متغیر ہوا کرتا اور ہمیشہ رد و بدل لگا رہتا جیسا کہ سیاسات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق رد و بدل ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالے نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جسکے احکام قیام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں) پس نتیجہ اسکا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نوبت جا پہونچتی کہ امت اسلامیہ اس طریقہ سے جسپر کہ انکے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے گمراہ ہو جاتے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

پس خدا تعالے ان علما اعلام کو انکی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس امر کو واضح طور پہ بیان کر دیا اور خدا تعالے وسبحانہ نے دولت علیہ عثمانیہ کو دائم و قائم رکھے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کیجانب سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

ف یہ تو ہو چکا اب اور سنئے کہ میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علما محققین کے زمرہ میں شمار کرنے پر (بقول شخصے۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں) فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارے لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اسی شے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اشیا احادیث نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں مانتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علما اعلام کی نظر میں بالکل باطل ہے کیونکہ نص قرآنی اور ان احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی امت محمدیہ کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسکے ساتھ تمسک کریں اسی طرح یہ بھی حکم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں ان میں جو امور وارد ہوئے ہوں انکو بھی اپنا متمسک ٹھہرائیں اور اس بات پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے تمسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی کرنے پر دلالت کرنیوالی بکثرت آیات قرانی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالے نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے (اور میری رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے سو اب میں اسکو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقوے کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ توریت اور انجیل میں

ف بعض نادانوں کا جو [illegible] علما دین بنتے ہیں یہ کہنا کہ ہم صرف قرآن [illegible] احادیث [illegible] کے ساتھ تمسک [illegible] کی ضرورت نہیں [illegible]

ورحمتی وسعت کل شیئ فسا کتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوۃ والذین ہم بآیاتنا یومنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر ویحل لہم الطیبات ویحرم علیہم الخبائث ویضع عنہم اصرہم والاغلال التی کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون ۱۲

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور انپر ناپاک اشیاء کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر تھیں انسے اتارتا ہے پس جو لوگ اسپر ایمان لائے اور (جنھوں) نے کہ اس کا ساتھ دیا اور اسکی مدد کی اور نور کی پیروی اختیار کی جو اسکے ساتھ اتارا گیا ہے (سو) وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وما ینطق عن الھوےٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ)ع پس اگر انکے علاوہ اور آیتیں قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی وافی ہیں اچھا اور سب جانے دیجئے یہ تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کامل طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کردی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں انکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہوگا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان میں سے بعض یہاں مذکور ہوتی ہیں۔ ابو داؤد میں عرباض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑہائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہمکو نہایت بلیغ نصیحت فرمائی کہ اسمیں آنکھیں بہ پڑیں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی رخصت کرنے والا نصیحت کرتا ہے پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرنے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہیگا وہ عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھیگا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو جنھیں کہ خدا نے راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کر لو اسکے ساتھ تمسک کرتے رہو اور اسکو (نہایت مضبوطی سے) اپنی داڑہوں سے پکڑ لو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے عـــہ۔ اور ابو داؤد اور ترمذی میں بروایت مقداد رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ع وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ تو صرف وحی (سنایا کرتا) ہے جو اسپر ہوا کرتی ہے ۱۲ عـــہ فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہ قال صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم ثم اقبل علینا بوجھہ فوعظنا موعظۃً بلیغۃً ذرفت فیھا العیون و وجلت منھا القلوب فقال رجل یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان ھذہ الموعظۃ موعظۃ مودّع فما تعھد الینا قال اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان کان عبدًا حبشیًا فانہ من یعش منکم فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ۱۲

سـہ فی ابی داؤد والترمذی عن المقداد رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وانی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القران فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کما حرم اللہ الحدیث ۱۲

نے فرمایا سنتے ہو مجھے (خدا کی جانب) سے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اُسکے ساتھ اُسیکے مثل (اور کچھ بھی ہے) سنتے ہو عنقریب کوئی شکم سیر شخص (مغرور اور غافل سے کنایہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں منہمک ہو پس شکم سیری کے ساتھ اُسکا مقید کرنا اِس امر کیطرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور اسمیں یہ تنبیہ ہے کہ شکم سیر ہو کر کہانا حماقت اور غفلت کا سبب ہے اور اسیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر نہیں کہایا شفا میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُنکے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی پُر نہ ہوا) اپنی مسند پر بیٹھکر کہے گا کہ اس قرآن کو لو پس جو کچھ اسمیں تمہیں حلال ملے اُسکو حلال جانو اور جو کچھ اسمیں تم حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو اور بلاشک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا الحدیث اور عسـ۵ ابوداؤد میں بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمانے لگے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی مسند پر تکیہ لگا کر یہ سمجھتا ہے۔ یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے سوائے اسکے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا سن لو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور نصیحت کی اور بہت سی اشیاء سے آگاہ کر دیا کہ وہ قرآن کے مثل بلکہ اس سے بھی زائد ہیں اور بلاشک اللہ تعالےٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ اُنکی عورتوں کو مارو اور نہ یہ کہ تم اُنکے پھل کہا جاؤ جبکہ وہ تمکو جو اُنکے ذمہ واجب ہے دیتے رہیں اور اسکے علاوہ اور بہت سی حدیثیں اسبارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم اُن سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے اور جسقدر ہم نے نقل کر دی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر اِن قاصرین کو اس باطل حکم کے لگانے اور اس فاسد رائے کے دینے میں کہ امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہو اُسے ترک کر دینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب منسوب کی گئی ہیں اُن میں بعض ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہونیکا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو اخذ احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح اُن میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیجانب اُنکی نسبت سچی نہیں ہے اور اس امر سے اُن لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتماد اُٹھ جاتا ہو تو اُسکے جواب میں ہم اُنسے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اسلئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی کے محقق اور مدقق علما اعلام نے چونکہ احادیث کی روایت اور اُنکے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات کو تحقیق رکھنے کے بارہ بھروسا کیا جاسکتا ہے اُنہوں نے ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی نسبت یہ نہ بیان کر دیا ہو کہ اس حدیث کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہونیکا کس مرتبہ کا ثبوت موجود ہے اسی طرح جملہ احادیث کی صفات۔ اقسام اور اُنکے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

عسـ۵ فی الشفاء عن عائشۃ (رضی اللہ عنہا) وعن ابیہا (رضی اللہ عنہ) لم یمتلئ جوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قط ۱۲

عسـ۵ فی ابی داؤد عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ عنہ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ تعالےٰ لم یحرم شیئا الا ما فی ہذا القرآن الا وانی قد امرت ووعظت ونہیت عن اشیاء انہا لمثل القرآن او اکثر وان اللہ تعالےٰ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اہل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائہم ولا اکل ثمارہم اذا اعطوکم الذی علیہم ۱۲

اونہوں نے احاطہ کرلیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لیے علیحدہ اونہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اوس میں بہتیری کتابیں اور رسالے تالیف کیے ہیں متعدد قصائد نظم کیے ہیں۔ اسی طرح اُنہوں نے احادیث کے راویوں کی سوانح عمریوں کے بارہ میں کیا ہے چنانچہ اس کے لیے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن تعدیل و تجریح ہے بعد اس کے اونہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کردیا ہے جس کا کتب احادیث میں برابر ذکر کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارہ میں اُس کا کیا حکم ہے یعنے اُس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اونہوں نے اس کا بیان کردیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث متواترہ اور مشہور ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شرعیہ کے بارہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں آحادی صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارہ میں اعتماد ہوسکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارہ میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال میں انکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف اُسمیں کوئی امر نہیں پایا جاتا تو اُسپر عمل کے کرلینے میں کوئی مضایقہ نہیں اُسکا عمل کرلینا جائز ہے۔ اسیطرح موضوع احادیث کی بھی اُنہوں نے تصریح کردی جنپر کسی چیز میں بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکی پڑھنے والے پر یہ بیان کردینا واجب ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر آپ کی جانب سے جھوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہیے اور جو کتابیں ان بیانات کی تکمیل و استیفا اور حدیث کے مرتبے کے تمیز کرنے کے بارہ میں تالیف کی گئی ہیں وہ علمار امت میں پھیلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اُن پر ان حقایق میں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہوسکتا ہے اگر احادیث نبویہ پر بھی اعتماد کیا جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت کے اعتبار سے جو مرتبہ ہو اُسکو اُسی پر رکھا جائے علاوہ بریں یہ خیال فرمایئے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی سبھی طرح کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں میں چونکہ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلیئے ہمیں چاہیئے کہ کسی خبر کی بھی تصدیق نہ کریں واللہ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہوسکتا بلکہ امر صواب یہ ہے کہ ہم اسکے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہیے کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تاکہ ہم اُنہیں پہچان کر رد کریں اور اُنپر اعتماد نہ کریں اور اسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث کریں یہاں تک کہ ہم اُنکی شناخت کرکے اُنہیں لے لیں اور اُنپر اعتماد کرلیں چنانچہ اسی طرح علمار امت نے بھی ان احادیث کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں اُنسے بحث و تدقیق کی یہاں تک کہ اُنہیں اُن احادیث پر واقفیت حاصل ہوگئی جنکی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس اُنہوں نے اُنکے ثابت ہونے سے لوگوں کو بھی آگاہ کردیا اور خود بھی اُنپر اعتماد کرلیا اور اسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُنسے بھی واقف ہوگئے اور اُنسے بھی اُنہوں نے لوگوں کو آگاہ کردیا اور جس مرتبہ کی وہ تھیں اُنکو اُسی مرتبہ پر رکھا یعنے اُن میں سے بعض کی نسبت تو یہ حکم لگایا کہ اُنپر احکام کے بارہ میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر پہچان سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسی اعتماد کے قابل ہیں اور کون ناقابل۔ تو ہم اُنسے کہیں گے کہ اسوقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہوگا کیونکہ جو دین کے علمار ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور اُنپر انہیں سے کوئی شئے بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرأت نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علمار کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ آپکی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ اُن میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکا ظاہر قانون عقلی اور اُن امور کے خلاف ہے جنپر کہ عقلی قطعی دلیل قایم ہے اور جنکا پتہ زمانۂ حال کے فنون کی تحقیقات و اکتشافات سے لگا ہے اور اس سے اُنکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر اقتصار کیا جائے اور تمام احادیث نبویہ کو چھوڑ دیا جائے۔ پس میں کہتا ہوں کہ اُنکا یہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بودا اور بالکل ہی ہیچ ہے اور اُن کا اس شبہ سے تمسک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ہی قاصر ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علمار اعلام سے نقل کر کے ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ ہم مسلمانو پر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی معنی لیں جب تک کہ کوئی عقلی قطعی دلیل اُنکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قایم ہو جائے جو ظاہر آیت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر آیت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہئے اور اسکو کسی ایسے معنے کی طرف راجع کرنا چاہئے جسکا اُس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنے بعید ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص شرعی اور اُس قطعی عقلی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث نبویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کریگا تو اُسے اُن میں کوئی ایسی شئے نہ ملیگی جسکا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اُسکے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور اسمیں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جا سکے۔ باقی رہیں وہ نصوص جنمیں تاویل کی گنجایش نہیں اور اُنکے معانی متعین ہیں تو اُن میں سے کوئی شئے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اُسکے مخالف قایم کیجائے اور جس کا گمان اسکے خلاف ہو اُسے بیان کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث نبویہ کو ترک کرنے کے عوض علمار امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے[ت] جس کا ظاہر انہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اُس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اُسوقت اُنپر یہ بات ظاہر ہو جاتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شئے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو بظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اُسکی وجہ یا تو فہم کا قصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی حکمت الٰہی کیوجہ سے وہ نص ہی (جس طرح متشابہات) ایسے طرز پر وارد کیگئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا تو یہ کہئے کہ شرعی نصوص

ت جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سو اس امر میں قرآن و حدیث دونوں مشترک و مساوی ہیں ہم ایک کو قبول کر کے دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲ مترجم

کے سمجھنے میں علماء کی آزمایش اور امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور یا اسکے سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جسمیں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا جنکا ظاہر دلیل عقلی اور اکتشافات و تحقیقات جدیدہ یقینیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے بتوفیق خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنا پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسب تاویل کرکے تطبیق دوں۔ خدا تعالے و سبحانہ سے میری یہ دعا ہے کہ مجھپر اپنا احسان کرے اور اسکے تمام کرنیکی توفیق دیکر اپنے دین کی مجھسے یہ خدمت لے لے اللہ تعالے ہم سبکو ایسی شئے کی جسمیں حق پایا جاتا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور ہماری باتوں کو صدق پر قایم و دایم رکھے اور جس امر میں اسکی رضامندی اور اسکے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو اسکی ہمیں توفیق دے اور بطفیل ہمارے سردار سرور عالم محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور ہمکو سعادت ابدی عنایت کرے۔ اللہم آمین۔

باقی رہی تنبیہ اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بادی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور میں چوک گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے پورے طور پر سمجھ لینے سے پہلے میرے مخطی ٹھہرا لینے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے ماقبل و مابعد کو خوب دیکھ بھال لیں اور یہ بھی مد نظر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور اسمیں کیا ڈھنگ اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر اسکی ترتیب دی ہے پھر جو حق بات انکے نزدیک ظاہر ہو اس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میں ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطا سے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں بھلا اپنے لئے خطا سے محفوظ و معصوم رہنے کا کیونکر دعوے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالے نے بجز اپنے اور اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے کلام کے لئے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا تجویز نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بقدر اپنی کوشش اور طاقت کے امر صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ اسمیں حق ہو تو اسکی جانب بتوفیق خداوندی اور بہ برکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں میری رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ اسمیں بھول چوک ہوئی ہو تو وہ میری فہم کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث سے ہے اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر مواخذہ نہ کریگا اور جسکا قصد میرے کلام کی جانچ پڑتال کرنے اور میری غلطیاں نکالنے کا ہو اسے اختیار ہے لیکن اسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کرکے اس پر پیشقدمی کرے کیونکہ میرا تالیف کرنا محض اسلامی دین کی خدمت بجا لانا ہے اسلئے اگر جانچ پڑتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی دین کا پیرو ہے تو اسے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ خدا اور رسول کی خوشنودی اور رضا کس شئے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گھس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصد ہرگز نہیں ہے کہ دین الٰہی

فلسفیت کو دخل دوں بلکہ میں نے یہ طرز اسلئے اختیار کیا ہے کہ فلاسفروں کی عقول کو تسکین حاصل ہو اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقاید حقہ کے یقین کرنے کی تکلیف دی ہے جو قانونِ عقلِ صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا ثمرہ سراسر دین و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علمار کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحث فلسفیہ کی تشریح کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں پس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں پاتا ہوں جس پر کہ اسلامی امت کے علماء نہ چلے ہوں اور جو شخص اسبات سے واقف ہوگا کہ فنون فلسفۂ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں میں کس قدر شایع ہو رہے ہیں خصوصاً اُن لوگوں میں جو دینِ اسلامی کی حقیقت پر آگاہی حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے وہ جدید فلسفہ کے شوائب اور آلودگیوں سے جنمیں کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اسپر چلنے کو ضرور مستحسن سمجھیگا اور یہ وہ فلسفہ اور وہ تحقیقات جدیدہ ہیں جنکا پتہ ان علما متقدمین کے زمانہ میں نہ لگا تھا جنھوں نے کہ فلسفۂ قدیمہ کے شوائب اور آلودگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر میں بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ ارخائے عنان سے پیش آیا ہوں اور ایسے میں میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جمہور نہ سہی اس امت کے بعض علمار کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کر لے اور اس سے میری صرف یہ غرض ہے کہ میرے مقابل کو آسانی ہو اور وہ بسہولت دین میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ اسکا دین میں داخل ہو جانا گو وہ علمار اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے زمرہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہوگا اور صفت ایمان سے وہ محروم نہ رہیگا۔ پس یہ امر اسکے لئے اس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے تھا نجات کا باعث ہو جائیگا۔
امام غزالی ہی کو دیکھئے انھوں نے اپنی کتاب تہافت الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر کیوں نہ ہو الزام حجت کو کافی سمجھا ہے اور اُسی پر اکتفا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلام قانونِ اسلام پر ہوتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے اور قول معتمد کی بنا پر ان کا آل کار بھی نجات ہے۔

اور سب کو جانے دیجئے یہ دیکھئے کہ خدا تعالے نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسبات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وانا او ایاکم لعلیٰ ھدی او فی ضلٰل مبین) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے انکی ہدایت ہونے میں آپ کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحثہ اور دلیل کی سہولت کیلئے اپنے مقابل کو مائل کرنے کا ایک منصفانی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے بسہولت بیان کر دی جاتی ہے پھر وہ اسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اسکو تسکین دلانے کا باعث ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل

ترجمہ: اور بیشک ہم یا تم یا تو ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔ ۱۲

ہوجاتا ہے۔ رہا اسلامی دین میں میرا اعتقاد جسکو اپنے دل میں لیکر خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دعا ہے کہ خدا اسی پر میرا انجام بخیر کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُن سب کا جسطرح کہ سلف صالحین یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ اعتقاد کرتے تھے اُسیکے موافق اعتقاد جازم کے ساتھہ میں بھی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت والجماعة کا ہے۔ اور نصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تفویض[ع] کی بابت بھی انہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا اعتقاد ہے کہ نصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی اُس سے محال لازم آسکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اُس سے ارادہ کیا اُسپر میں ایمان لاتا ہوں اور متشابہات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جسوقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان نصوص شرعیہ میں سے کسی پر معترض ہوں یا اُنسے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول دین کے مخالف ہیں اُسوقت میں خلفاء رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور اُن نصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کردیتا ہوں جس سے اُن میں اور عقل میں موافقت ہوجاوے جیساکہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہوچکا ہے اور یہ بات صرف اسلئے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہوجائے اور اُسکو یہ الزام دیدیا جاسکے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھہ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کرسکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی نصوص میں یہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنے عقل صحیح کے موافق ہیں اور اُس معنے کو یقینی طور پر معین کرکے ہم نہیں بتلاسکتے بلکہ اُس کی تعیین کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیساکہ پیشتر گذرچکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مختار ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور خدا توفیق دینے والا ہے۔ پھر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں حتے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بھی سمجھہ لیں حتے کہ بعض بعض مواقع پر جب مرجع دور ہوگیا ہے یا کسی قسم کا کہیں خفا آگیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی مکرر کردیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ بھی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ بریں بعض اور امور ایسے ہیں جنسے کہ اُن علماء کی تالیفات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی ملیں گی۔ اور یہ سب کچھہ میں نے صرف اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہوجاوے شاید خدا تعالے میرے دینی اور سرشت میں شریک بھائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے میں انکسار ضعف اور عجز کے ساتھہ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مطہرہ وملت منورہ مولانا وسیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرمادے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کردے اور ہمارے مولے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین (سلطان ابن السلطان سلطان عبدالحمید خان بن سلطان عبدالمجید خان) کی دولت کی تائید اور نصرت

ع تفویض سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نص کی مراد نہ معلوم ہو جیسے کہ حروف مقطعات یا کسیکی اصل مراد تو معلوم ہو لیکن اسکی کوئی خاص کیفیت صاحب شریعت کیجانب سے بیان نہ کیگئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کرنیوالی نصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھہ تعیین نہ کرنا اور تعیین خدا کے حوالہ کرکے اُسکا اجمالی اعتقاد کرلینا جیسا کہ اُن الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم

کرے اور اُنہیں (نافع خلایق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافظت کے حرز سے اُنکی حفاظت کرے خدا ہی سے خیر وجود کا فیضان ہے۔ آمین یارب العالمین۔

ترجمہ خاتمہ کتاب مصنف علّام

خدا تعالے نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کرنے کی توفیق دی اور یہ یوم سعید ایک ہزار تین سو چھہ ۱۳۰۶ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنے عید الفطر کا مبارک دن تھا جسے خدا نے فریضۂ صیام کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لئے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جیسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب بہجت و مسرت قرار دیا ہے اُس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جسکے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہونچتے ہیں اور اسکے تمام انبیاء اور مرسلین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفےٰ نبی امی پر جن کی بدولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و اصحاب پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام نازل ہوں۔ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۱۰ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسۂ جامع العلوم کانپور میں احقر خدام علمار کرام و فضلائے عظام عاجز اسحاق علی عفی عنہ مدرس سوم عربی مدرسۂ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ بتائید خداوندی اور بتوجہ مربی و مولائی و استاذی معتمدی و سندی جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو ریا و سمعہ سے محفوظ اور اسکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے آمین ثم آمین

تقریظ منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خانصاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور

بسم اللہ حامداً و مصلیاً

خرد گرچہ صد عقدہ واند کشود
خدا و نبی را نشاید ستود
ہماں بہ کہ از دل بجا آورم
خدا را سجود و نبی را درود

اما بعد مخفی نہ رہے کہ اس ہر دلپسند ترجمہ (سائنس اور اسلام) کی نقل و تبییض جامع علوم عقلی و نقلی مکرمی و مخدومی جناب مولوی سید اسحاق علی صاحب مترجم ارشاد فیض بنیاد اور حضرت اقدس قبلہ و کعبہ مجمع اسرار آلٰہی منبع فیوض نامتناہی معدن معارف خفی و جلی استاذی و مرشدی و مولائی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تہانوی عم فیضہ کی بابرکت دعا اور توجہ سے مدرسہ جامع العلوم کانپور (حفظہ اللہ تعالےٰ عن الفتن والشرور) کے درجۂ فارسی میں جمادی الاخریٰ ۱۳۱۶ھ کی چودہویں تاریخ کو دوشنبہ کے دن فجر کی نماز کے بعد ذرہ بیمقدار ناچیز و خاکسار محمد انعام اللہ عفی عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہونچی (تاریخ) نقل و تبییض کیحالت میں جو اس نفیس ترجمہ کو اول سے آخر تک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معانی لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک تیل اور بے نظیر گنج پایا حق تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے ہمچشموں میں گویا خرق عادت کر دکھایا ہے اسی طرح مترجم باکمال نے بھی بامحاورہ ترجمہ اور تفہیم مضامین مطالب کی داد دیکر اپنا رتبہ بڑھایا ہی مصنف کے جو باجمال اور نفیس مضامین عربی کی عبارتوں کے پردہ میں پوشیدہ اور مستور تھے وہ (اردو کے جاننے والوں پر) اس اردو کے زیبا بامحاورہ ترجمہ سے سب کے سب ظاہر و باہر ہو گئے سچ ہے

نکورو تاب مستوری ندارد
چو دربندی سر از روزن برآرد

انصاف پسند ناظرین جسوقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پر اور مالامال پائیں گے تو قوی امید ہے کہ انکے دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارا نہ کرینگے

برین دعویٰ کہ کردم شاہدے ہست

اب اللہ تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب مطبع کو بہت جلد صحت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر خاص و عام کا مقبول بنائے اور مصنف اور مترجم اور حضرت اقدس مولانا مرشدنا شاہ محمد اشرف علی صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے باعث ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار ناقل (محمد انعام اللہ) اور ان مخدوم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جزائے خیر عطا فرماکر ایمان کے ساتھ اس دار فنا سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے

چہ روئے سفید و چہ بخت سیاہ
نگردید محروم زین بارگاہ

آمین ثم آمین کاتب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع احبابہ واساتذہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین الے یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آخر حمیدیہ میں مؤلف رسالہ حمیدیہ کا تعدد ازواج عورتوں کے پردہ اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لگا تھا تتمیم فائدہ کے لئے اسکا ترجمہ بھی اسکے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ علےٰ رسول اللہ وعلےٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین الجسر طرابلسی

ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اسلام کے اہم مسائل میں سے تعدد ازدواج۔ عورتوں کے پردہ اور طلاق کا مسئلہ ہے اور چونکہ اس اثنا میں گنگشی مسلم کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں میری نظر سے گذری ہے اور اس شخص نے اس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاصکر پہلے کی نسبت اُسنے یہ کہا ہے "کہ تمام ممالک میں مردم شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تہوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ عنایت ایزدی اور حکمت الٰہی نے جو یہ رعایت مدنظر رکھی ہے اسکی یہ وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ اُنکے موت کے اسباب وحادثات کچھ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا بحری خطروں کو جھیلنا۔ لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور (مرد وعورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اسلئے زوجات کا تعدد امر طبعی کے مخالف ہے الخ" اور ہمیں مرد کی ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر جیسا کہ یہ ہماری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبعی کے خلاف ہے اس مؤلف نے جھونک (تعریض) کی ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاصکر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کیجائے یا اسپر ظلم روا رکھا جائے یا اسکو لکہا پڑہایا نہ جائے یا اُسکے ساتھ بدگمانی کر کے اسکو گہروں میں بند کر دیا جائے جیسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ سب سنگدلی کی رسمیں ہیں الخ اور ہمیں عورتوں کے پردہ اور اُنکے گہروں کے اندر رہنے کے بارہ میں ہماری عادل شریعت کے حکم پر جھونک (تعریض) کی ہے اسلئے ہمنے چاہا کہ اس معاملہ میں جو حق بات ہو اسکو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کریں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تسکین نہیں لا سکتے اسلئے کہ وہ شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے سو ہمنے بیان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس سے ہر عاقل کو تسکین ہو سکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کر لی اُن کا خیال نکیا اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم بہی کر لیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اسکے بعد بہی یہ امر مخفی نہیں کہ خداوندی حکمت کا مقتضا ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا توالد و تناسل ہوتا رہے اُسکے افراد بڑہتے رہیں اور اس طرح یہ نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے توالد و تناسل کی تقلیل اور انسان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے اب یہ دیکہیے کہ توالد و تناسل مرد کے حاملہ کرنے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہو جائے اور اس عمر کو پہونچ جانا ممکن بلکہ موجود ہے کوئی نادر بات نہیں یہاں تک کہ بعض حکمار اسکے قائل ہیں کہ اگر انسان کو موت جلدی نہ آگہیرے تو اسکی خلقت اور قدرتی ساخت کا مقتضا یہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس برس کی ہے) رہی عورت۔ پس چونکہ جنین کے بار اُٹھانے۔ وضع حمل کی مصیبت برداشت کرنے اور دودہ پلانے سے اسکی قوت ضایع ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں کی اسیوقت وہ متحمل ہو سکتی ہے جبکہ اُس کا جسم اسقدر قوت کو پہونچ جائے

لہذا خداوندی حکمت اسباب کو مقتضی ہوئی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن احتلام (سن بلوغ) سے لیکر پچاس برس کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے اور اوروں کی رائے ہے کہ پچپن برس کی عمر تک اسمیں بچہ جننے کی قابلیت رہ سکتی ہے) اور یہاں سے چونکہ اسکی طبعی قوت زائل ہونا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالےٰ حمل کو اس سے روک دیتا ہے اور اس کا خون حیض منقطع کردیتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور بمقتضائے لطف و احسان تخم سے جس سے بچہ بنتا ہے اسکو محروم کردیتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس ۳۵ برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں بالغ ہوتی ہے اور جب یہ بات ٹھہر چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ عورت اپنے بچے جننے کی قابلیت کی مدت میں جب بالغ مرد کے پاس رہیگی خواہ اسکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنیکی برابر استعداد پائیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگا ہاں اگر کوئی غیر طبعی و عارضی سبب ہوجائے تو بات ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے پاس دونوں کے بالغ ہوجانے کے بعد رہے اور ایک ہی عورت کا ہو رہے تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی تخم ریزی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کرسکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے کے پاس رہنا دونوں کے ابتدائے بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایاس تک دونوں سے توالد و تناسل ہونا ممکن ہے اور اسکے سن ایاس کو پہونچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو مرد پر عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کیوجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں ستر برس جئیں گے تو مرد پر بیس برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں سو برس زندہ رہیں گے تو مرد پر اسے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور ایسا ہی اسوقت بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن ہوں اور عورت سن ایاس کو پہونچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو۔ اور جب یہ صورت لیجائے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے بڑا فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ عورت اسوقت بھی مرد پر معطل ہی رہے گی جیسے کہ اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ جسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور پھر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تب بھی عورت مرد پر پندرہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیجائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہوگا اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے زیادہ جو یہاں متصور ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد پندرہ برس کا اور عورت سن ایاس سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک بچہ جنکر آئسہ ہوجائیگی تو مرد کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاسی برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوائے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ بھی ہوتا تب بھی یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہوچکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن بھی معطل نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ یہ ہوتی تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کردینے

ایسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اُس کا تدارک کرنا ممکن ہوگا۔
اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدا نے بخلاف عورت کے مرد ہی کو کمانے کی قوت اور اُسکے شدائد کے تحمل
کی طاقت عنایت کی ہے اسلئے مرد ہی اہل و عیال کا خبرگیران قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اُسیکے
ذمہ ہے اور اُسکے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور اولاد کی پرورش کرے
اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبعی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اسکی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور
اُس طریق کے خلاف چلتے ہیں جسکے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مالوف ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور ایسے
لوگ جو زوجہ کے نان و نفقہ کے بار اُٹھانے سے قاصر ہیں بہ نسبت مالداروں کے جو اسکی قدرت رکھتے ہیں اکثر ممالک
میں بکثرت ہیں اگرچہ بعض بعض ممالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔
پس جو ممالک پہلی قسم کے ہیں اُنمیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہتیرے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے
بار اُٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ سے
عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کرینگے تو اُنکو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض
ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خاوند عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اُس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جسکو عقلیں ناگوار
سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان ایام میں ہم ایسے عاجز مردوں
کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر اُنکے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملالیں تو مجرد مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جاتا
ہے کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی انجام
دہی کے زمانہ میں اُنہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبرگیران کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں
سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرد مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی توالد و تناسل سے معطل رہیں
گی اور جو خداوندی حکمت نوع انسانی کی زیادتی اور اُسکے ازدیاد کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی۔
لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دیجائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان
و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اُس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو تھیں ایک سے
زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور اسوقت ان بیچاریوں میں جو توالد و تناسل کی استعداد پائی جاتی تھی
وہ ضایع نہ جائیگی اور نظام خداوندی مختل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح
عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اُنسے ثمرہ حاصل نہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔
رہے دوسری قسم کے ممالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد
ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں
مرد خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اسلئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اُسے فاضل عورت ملے ہی گی
نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضا ہے کہ صرف پہلی قسم کے

ممالک کے رہنے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کردیجائیں نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور مالداری کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر مملکت پر دونوں قسم کے حال آتے جاتے رہتے ہیں اور اسکا منضبط کرنا اور اسکے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کردینا ممکن نہیں اور بالفرض اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر بھی کی جاسکے تو جب اس معترض کے کہنے کے موافق حکم دیا جائیگا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی ضد سے بدلتا رہے اور نوبت یہاں تک نوبت پہنچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کردیا جائے اور اسکے بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اسکے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ مملکت ایک ہی سال میں مالدار ہوجائے اور پھر محتاج بھی بنجائے یا اسکا الٹا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہوسکتے کہ آئے دن بدلا کریں اور ان میں تبدیل وتغییر کے ایسے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت ران انسان ان احکام کو کھیل بنائیں پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مؤلف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی امر طبعی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔ رہا ازواج کا چار ہی میں منحصر کردینا اس سے مؤلف مذکور نے کچھ تعرض نہیں کیا ہے لیکن اب ہم اسی تقریب میں اسکی حکمت بھی ذکر کئے دیتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت بھی ہے مگر اسکے ذکر کا یہ موقع نہیں کیونکہ مؤلف مذکور ہماری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے اسکے خیالات کو تسکین حاصل ہوسکے ہاں اسکی عقلی حکمت ایسی ہے جو اسکے امور مالوفہ کے طرز پر ہے اور اس سے مؤلف مذکور کی تسکین ہوسکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کرچکے ہیں کہ نان ونفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا کرتا ہے اور جو اسپر قادر ہوتا ہے وہ اسپر پیشقدمی کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش واستقرا سے کسب معاش کے چار ہی قسم کے عادی طریقے نکلتے ہیں۔ حکومت۔ تجارت۔ صناعت۔ زراعت۔ پس گویا باری تعالےٰ نے ہر سبب کے مقابلہ میں ایک ایک زوجہ جائز رکھی ہیں جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو رکھ سکیگا اور جب ان ذرایع میں سے کوئی ذریعہ اس سے مفقود ہوجائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کریگا علےٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہوجائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر مالداروں کے حوالہ ہے اور جب کسیکو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہوجائے کہ دوسرے ذریعہ کے قایم مقام ہوسکے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کرسکیگا۔ اب اگر آپ تقریر گذشتہ اور اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے تو آپ پر اسکا راز بھی کھل جائیگا کہ مرد کو لونڈیوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سُرّیہ بنانا (یعنے انکو جماع کے لئے متعین کرلینا) کیوں جائز کیا گیا اسلئے کہ ایسی عورتیں جس مملکت میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں انکے مقابلہ میں مردوں کی تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ انکے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتے اور مالداروں کے لئے بھی ان میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے معطل رہجائیں پس مالداروں کے لئے لونڈیوں میں سے کئی عورتیں جائز کردینا عین حکمت ہے اور اسقدر بیان سمجھنے والے آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔

کہ اُن دونوں میں تولید نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن اُن دونوں کے آلۂ تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہو جائیگی تو اُن میں سے ہر ایک کو ممکن ہوگا کہ کسی دوسرے سے مفارقت کر کے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے ثمرہ سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پھر ہم اُس امر کیطرف رجوع ہوتے ہیں جسکی بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اُس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اُس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اُسے (تعدد ازواج کی بناپر) ممکن ہوگا کہ اسبات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حمل کا مانع کسکی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مفارقت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کیجانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہیگا تو اُسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اُس فضل واحسان کو جو اُسکے اور زوجہ کے مابین ہے نہ بھولے اسلئے کہ اب اُسکے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مفارقت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ اُسمیں سبب مانع حمل موجود ہے اب اُسکے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اُسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حمل کا مانع خود اُسی خاوند ہی کیجانب سے ہے تو اُسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضا کے موافق یہ نہیں کہتے کہ اُسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مفارقت کر سکے کیونکہ اُس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ اسمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں بھی تولید استعداد موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کیئے جانے کا ایک اور بڑا اہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند و زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اُسکے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مزمن مرض کا لاحق ہونا۔ بدصورت ہو جانا۔ آلۂ تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارہ میں اس طرح اُس سے خیانت کرنا کہ اُسکو خاوند ظاہر نہ کر سکتا ہو اور حاکم کے روبرو ثابت کرنا اُسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور اُن دونوں کی آنکھوں میں فساد اور بے حیائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا قصد کرینگے اور بے حیائی کے ارتکاب [illegible] بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ [illegible] کیوں عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہوا کرتی ہے اور عورت کے خیالات ذرا سی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ امر علی العموم مسلم ہے اور پہلے یہ گذر چکا ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت سے اُسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک ترجیح یہی امر ہوگا کہ جہانتک ہو سکے اُسکو برداشت کرے اس نظر سے کہ اُسکی عقل ثابت اور قوی ہے اور نیز اُسے یہ خوف بھی لگا ہوگا کہ جو کچھ اُسنے عورت پر خرچ کیا ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اُسے طلاق دینے اور اُسکی مفارقت اختیار کرنے

سے المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک نفقہ) خالی ہے نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل طلاق دینے اور اوسکی مفارقت اختیار کرلینے پر آمادہ ہوجاویگی اور اسکو چھوڑ دوسرے کو جا ڈھونڈھیگی۔ پس اسیواسطے خداوندی حکمت کا یہ مقتضا ہوا کہ طلاق مرد ہی کے ہاتھ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے۔ پس سمجھدار سوائے اُس حالت کے کہ وہ بالکل مضطر ہوجائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کریگا۔ رہا بعض بیوقوفوں کا ذرا سی بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ ائمہ اعلام نے اسکی تصریح کی ہے۔ منصف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متمدن (سویلائزڈ) فرقوں کے کچھ حالات جس سے کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کرکے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقے جو اشیا ہماری شریعت نے مباح کی ہیں انکو مستحسن شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز کردی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اوسکی اولاد کی بڑی بدنصیبی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اوسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے بس ہم نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مؤلف عورتوں کے لئے یہاں کیا کہیگا اور بعض ممالک میں طلاق بھی جائز کردی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شایع وذایع ہوچکی ہے۔ جملہ توصیف وثنا کا خدا ہی مستحق ہے جسنے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اُسکے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اُسکے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مؤلف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نکیا کریں جنکو انکے ہمسایوں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اسکے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور فخر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں اُن کی ضعیف رائیں اُن میں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اُسکے اس کثرت سے حامی کار لوگ موجود ہیں جو اُس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک دفع کرتے رہیں گے۔ الحمد للہ رب العالمین

فقط ۲۴ رجب ۱۳۱۵ ہجری کو بعد ظہر یہ ترجمہ مترجم صاحب سے ختم ہوا۔ نقلہ خاکسار محمد انعام اللہ عفی عنہ

تقریظ حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مد ظلہم العالی

بسملاً و حامداً و مصلیاً

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست   آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

مدت سے یوں دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کیجاوے جس سے اُن خیالات کی اصلاح ہو جو جدید تعلیم یافتہ علوم دینیہ کے بعض نوجوانوں کو تعلیم فلسفۂ جدیدہ سے اسلامی فروع و اصول میں پیدا ہوگئے ہیں۔ اسی بنا

ہیں اتفاقاً ایک کتاب حمیدیہ نام نظر سے گذری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی ووافی ثابت ہوئی چونکہ وہ عربی زبان میں تھی اسلئے اپنے ہموطن بہائیوں کے لئے اردو میں اوس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوندی عزیزی حبیبی مولوی سید اسحاق علی کانپوری سلمہ اللہ تعالےٰ بالفیض الخفی والجلی کے ہاتھوں یہ کام بحیز و خوبی اتمام کو پہونچا اور اول سے آخر تک میری نظر سے گذرا اصل و ترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید مبالغہ شاعرانہ پر محمول ہو اسلئے اہل انصاف فہیم کے ملاحظہ اور اصل و ترجمہ کی تطبیق پر اسکو حوالہ کیا جاتا ہے البتہ اتنا کہنے کو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ مصنف و مترجم نے اپنے بحستجو غنی کی باخرق عادت کیونکہ کہلایا جزاہم اللہ تعالےٰ عن جمیع المسلمین خیر الجزاء وجعل عقباہما خیراً من الابتداء اب خدا تعالےٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپ جاوے اور ہر طالب علم عربی و انگریزی مدارس کا اس سے منتفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت و اہتدا ہو آمین یا رب العالمین وصلے اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کاتب الحروف ناچیز اشرف علی تہانوی غفر لہ ولوالدیہ ۲۰ رجب ۱۳۱۵ ہجری

تمام شد

غلطنامہ سائنس اور اسلام

فہرست کتاب

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۱	اول	۲	پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہچانکر اس کی سفارت الخ	پہلا فرقہ اور اُس کا شاہی خط پہچان کر سفارت الخ
//	//	۳	دوسرا فرقہ شاہی الخ	دوسرا فرقہ اور اُس کا شاہی الخ
//	//	۴	تیسرا فرقہ لوگون کا الخ	تیسرا فرقہ اور اُس کا الخ
//	//	۶	چوتھا فرقہ الخ	چوتھا فرقہ اور اُس کا الخ
//	//	۷	پانچوان فرقہ الخ	پانچوان فرقہ اور اُس کا الخ
//	//	۹	چھٹا فرقہ اس کے الخ	چھٹا فرقہ اور اس کا سفیر کے بلائے ہوئے
//	//	۱۲	آٹھوان فرقہ گذشتہ	آٹھوان فرقہ اور اُس کا گذشتہ
//	//	۵	تصدیق کرنے کی	تصدیق کرنے کو
//	//	۱۴	دلیل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال الخ	دلیل قرار دیکر استدلال الخ
//	//	۱۶	تمام	اُس کا تمام
//	//	۱۸	ایک فرقہ	دسوان فرقہ
//	//	۲۱	ایک متعصب	اگیارھوان متعصب
۱	کالم دو	۱۵	جاحز	جاحظ
۲	کالم اول	۲	ایک نیا	نیا
//	//	۱۳	ابین	

صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	کالم	سطر	غلط	صحیح
۲	۲	۱۶	زکوٰۃ ادا کرنے	زکوٰۃ نہ ادا کرنے	[illegible]			اہین	
۳	۱	۴	کھولنے ایام	کھولنے اور ایام	۷	۲	۱۳	پھر خدا	پھر قدرت خدا
//	۲	۱	سیاست بدن	سیاست مدن	//	//	۲۳	آسنے	کرنے
//	//	۸	یہ	یہ امر	۹	//	۲۴	توبیہ	توجیہ
//	//	۱۲	تعداد	تعدد	۱۲	//	٠	٠	تعدد ازدواج پر بحث طلاق کی ۲۸۶ کے بارہ میں ایک سطر

غلط نامہ اصل کتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
	۱۲	الجر	الجبر	۴۵	۱۷	غلیت	غلبیت
	۷	الجبر	الجبیر	۴۸	۱۱	مقر ہونا	مقرر ہونا
۹	۱۳	اخرکار نہین	اخریکار نہین	〃	۲۵	حقسبحانہٗ	حق سبحانہٗ
۱۰	۵	ڈو	ڈرو	۵۱	۲۶	اہین فہان بہی	اہین وہان بھی
۱۲	۲۳	آیت قرآن	آپ قرآن	۵۷	۱۱	واجب	فرض
۱۴	۱۸	احکام مین	احکام ہین	۵۹	۱۳	اور اپنا	اور وہ اپنا
۲۰	۲۰	بنی اسرائیل	بنی اسرائیل کے	۶۳	۳	[illegible]	غایت
۲۲	۲۳	سلع کیلانے والے (حاشیہ)	سلع کے بسنے والے	۶۴	۳	سمجھے	سبھے
۲۹	۶	ازدن	اردن	۷۰	۲۴	اجارت	اجازت
۲۹	۱۰	النجرت فی العرب (حاشیہ)	النبوۃ فی العرب	۷۱	۴	ایک عورت	ایک ایک عورت
۳۰	۱۲	شہرون مین	شہرون مین سے	۷۳	۲۶	حکمت ..	حکمت نظری
۳۱	۲۷	ممبر	منبر	۷۵	۲	معلوم ہوتا	معلوم ہوتی
۳۳	۱	فقیری	فقیر ہی	۸۰	۱۹	ایسا ہی سبب	ایسا ہی قوی سبب
۳۵	۱۳	اس شخص کے ساتھ برابر	اسکے شخص کے برابر	۸۱	۱۴ و ۱۵	اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے نہوتے تو یہ تمام مخالف عقلا جو بڑے متعصب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نکرتے الخ	اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نہوتے تو یہ تمام مخالف عقلا...... اتفاق نکرتے ...... ہو جاتین ان تمام ...... جمع ہو گئین
۳۶	۲	سقضی	مقتضی				
〃	۱۰	اس کے جانب	اس کی جانب سے				
〃	۲۵	خلاط	اختلاط				
〃	۲۷	لاَتہم (حاشیہ)	لاَتہم	〃	۲۲	سائن لسٹ	سائن ٹسٹ
۳۷	۳	خداتھے	خدائے	۹۱	۲۱	انفکاک	انفکاک
〃	۲۵	ورع	ورع	۹۲	۱۹	پیرٹو پلاسما	پرٹو پلاسم
۴۰	۱۵	حصوصیت	خصوصیت	۹۴	۱۶	تعلیم	تسلیم
〃	۲۶	حزب سستم	حزب ششم	۹۶	〃	آکسیجن	آکسیجن ہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۳	جس کی وجہ	جس کی وجہ سے	۱۵۵	۵	منزا	منزہ
۱۰۷	۹	عقل بھی	عقل ہی	۱۵۶	۹	مثلاً آنکھ	مثلاً آنکھ پر
۱۱۳	۲۱	دونون خدا مرکب	دونون خدا ایک دوسرے کی قسم کا مرکب	۱۵۷	۱۳	چھینک	چھینک
۱۱۶	۷	یا احداث	یا احداث	۱۵۸	۲۱	منافعے	منافع
۱۱۷	۱۳	ثبات	اثبات	؍؍	۲۶	منزا	منزہ
۱۱۸	۱۹	جم	جسم	۱۵۹	۳	اور آنکھ اور ان کے منافع	اور ان کے منافع
۱۱۹	۳	جم	جسم	؍؍	۶	غور فکر	غور و فکر
؍؍	۱۹	اسی	ایسی	؍؍	۱۹	مکر	بڑھکر
۱۲۰	۱۲	اور ان اسباب	اور ان اسباب	؍؍	۲۷	نکلتا ہے (حاشیہ)	نکلتا ہے جسکو پہلے کہہ چکے ہین
؍؍	۳	ان کا یہ قول	ان کا یقول	۱۶۳	۲۳	اس سے قبل ہی	×
۱۲۳	۲۲	قادر	×	؍؍	۲۴	نہ پایگا کہ چلے	نہ پایگا کہ اس سے قبل ہی چلے
۱۲۵	۲۶	وبہ	وجہ	؍؍	۱۱	سیتحیر	متحیر
۱۲۶	۷	اکانو میل	اکانوے میل تک	۱۶۴	۱۶	سہوا	یہ ہوا
۱۳۳	۱۶	مصترس	مفترس	؍؍	۱۸	سمجھ بھی	سمجھ ہی
۱۳۵	۶	گنگ	دریائے گنگ	؍؍	۲۵	منزا	منزہ
۱۳۷	۱	نہین	نہین گئی	۱۶۵	۴	مختلف	مختل
۱۴۱	۱۳	گلتا	لگتا	؍؍	۱۳	آہستہ ہوکر	آہستہ ہوا اس کے
۱۴۶	۱۴	اباہیل	ابابیل	۱۶۷	۱۰	پائی تی	پائی جاتی
۱۴۷	۲۵	اسے	ایسے	؍؍	۱۵	ہوسکتین	ہوسکتین
۱۵۰	۱	ادہر کوئی	ادہر کی کوئی	؍؍	۲۶	ہٹ دہری	ہٹ دھرمی
؍؍	۵	قرینہ	قرنیہ	؍؍	۲۷	پائی	پانی
؍؍	۹	قرینہ	قرنیہ	۱۶۸	۷	چھوٹنا جائز نہین	چھوٹنا جائز نہین ہے جن ... مجھ سے مسلم
۱۵۱	۲۰	قرینہ	قرنیہ	۱۶۹	۲۶	بدار (حاشیہ)	بدا
؍؍	؍؍	جاما	جاتا	۱۹۳	۲۶	سوجو	سوجود
۱۵۳	۱۶	یہین	نہین	؍؍	؍؍	معتقد ہوجاتین اور اسکے جن	معتقد ہوجاتین جس پرکہ

صفحہ	سطر	غلط

DUE DATE

27 MAR 70			
8 MAY 73			
AUG			
4 AUG 79			